

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

اُمّیہ روئے کی حیات و کردار

طلیق ابن طلحہ

علی اکبر شاہ

عنوانات

نمبر شمارہ	عنوان	نمبر شمارہ	عنوان	نمبر شمارہ
۱۰	حرف آغاز	۷	حضرت معاویہ کی والدہ محترمہ	۳۲
۱۱	نواصب	۸	ابتدائی حالات	۳۶
۱۲	عسائی	۹	پیدائش اور جوانی	۳۷
۱۳	ابن العربی	۱۰	زواج و اولاد	۳۸
۱۴	ابن تیمیہ	۱۱	قبول اسلام کے بعد	۳۹
۱۵	ابن کثیر	۱۲	معاویہ کی حیثیت	۴۰
۱۶	ابن حنبل	۱۳	دور رسالت میں	۴۱
۱۷	برصغیر کے نواصب	۱۴	دور ابوبکر میں	۴۲
۱۸	انبیاء کی توہین اور ابوبکر کی تعظیم	۱۵	دور عمر بن خطاب میں	۴۳
۱۹	حضرت علیؑ سے بغض و حسد کا اظہار	۱۶	دور عثمان میں	۴۴
۲۰	ابوسفیان اور سہرہ سے عقیدت	۱۷	علیؑ ابن ابیطالب اور معاویہ بن ابی سفیان	۴۵
۲۱	مذاہریت دہلوی اور نواصب پاکستان	۱۸	منہجِ جبل	۵۰
۲۲	حاندانِ نبی امیہ	۱۹		
۲۳	حضرت معاویہ کے والد محترم	۲۰		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۸	ڈاکٹر طہ حسین کا بیان	۵۰	معادیہ کی تیاریاں	۰
۸۹	معادیہ کا مصر پر قبضہ	۶۰	جنگ صفین	۰
۹۰	مصر کے بعد لیسرہ کی باری	۶۶	عماد یاسر کا جوش و خروش	۰
۹۱	۹۴ھ معادیہ کی دہشت گردی کا سال	۶۸	عبید اللہ بن عمر کا قتل	۰
۹۲	عین التمر پر حملہ	۶۹	لیسۃ الہریہ	۰
۹۳	انبار و مدائن	۷۲	تحکیم کی تیاریاں	۰
۹۴	سیتا پر حملہ	۷۷	حکمین کا انتخاب	۰
۹۵	ثعلبہ و ارقمہ پر حملہ	۷۸	عہد نامہ تحکیم	۰
۹۶	امارت سنج اور معادیہ کا نمائندہ	۷۹	مراجعت	۰
۹۷	لیسرہ پر ارطاة کی دہشت گردی	۸۰	حکمین کا اجتماع	۰
۹۸	معادیہ سے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ	۸۱	حکمین کی گفتگو	۰
۹۹	حضرت علیؑ کی شہادت	۸۲	خواسج کی بربریت	۰
۱۰۰	حضرت امام حسنؑ کی بیعت	۸۳	شام پر حملہ کی تیاری اور نمران روانگی	۰
۱۰۱	حضرت حسینؑ ابن علیؑ اور	۸۴	جنگ نمران	۰
۱۰۲	معادیہ بن ابی سفیان	۸۵	شام پر حملہ سے پہلے لشکر کی مندرجہ	۰
۱۰۳	صلح امام حسن علیہ السلام	۸۶	کوفہ واپسی	۰
۱۰۴	صلح کے بعد امام حسن مجتبیٰؑ کا خطبہ	۸۷	مصر کی صورتحال	۰
۱۰۵	معادیہ بحیثیت خلیفہ غاصب	۸۸	مالک اشترؑ کی شہادت	۰
۱۰۶	معادیہ اور خوارج	۸۹	اشترؑ کی شہادت کے بارے میں	۰
			ابن کثیرؒ کی روایت	۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	نمبر شمار
۱۳۳	عمرو بن الحق کا قتل	۱۰۶	۱	گنہ گروں کی تقریریں	۰
۱۳۴	حجر بن عدی کے خلاف گواہیاں	۱۱	۲	بصرہ	۰
۱۳۵	حجر کی شام روانگی	۱۰۸	۳	کوفہ	۰
۱۳۶	حجر کا قتل	۱۱	۴	تقریر سے قبل میغرہ کو نصیحت	۰
۱۳۸	حجر کے دو ساتھیوں کا انجام	۱۱۰	۵	مدینہ	۰
۱۳۹	حجر کے قتل پر رد عمل	۱۱۳	۶	زیاد بن ابیہ	۰
۱۵۰	بی بی عائشہؓ کا راض ہو گئی	۱۱۴	۷	معاویہ کا زیاد کو اپنے نسب میں	۰
۱۵۱	عبداللہ بن عمر کو صدمہ	۱۱۴	۸	داخل کرنا	۰
۱۵۲	رجیع بن زیاد حسد کی	۱۱۶	۹	اشفاق زیاد کے بے بس ہیں	۰
۱۵۳	دانی حسد اسان چل بسے	۱۱۶	۱۰	مودوی کی رائے	۰
۱۵۴	حجر بن عدی کی عظمت	۱۱۷	۱۱	شاہ عبدالعزیز کی رائے	۰
۱۵۵	زیاد کی موت	۱۱۹	۱۲	حبشہ نفی عثمانی	۰
۱۵۶	یزیدؓ کی ولی عہدی	۱۲۱	۱۳	ایام جاہلیت کے نکاح ادرام	۰
۱۶۰	وفود کی آمد	۱۲۳	۱۴	سمیہ ادرام جو سیفان کا تعلق	۰
۱۶۱	انص بن یونس کی مخالفت	۱۲۴	۱۵	زیاد کا تقریر لیکر پر	۰
۱۶۲	سہیل یزید کے لئے معاویہ کی جواز دہائی	۱۲۵	۱۶	خطبہ مبتدا	۰
۱۶۳	معاویہ کی وفات	۱۲۶	۱۷	عبدالرحمن بن خالدؓ کا قتل	۰
۱۶۴	وقت آخر حذب باقی کیفیت	۱۲۷	۱۸	شہادت امام حسن علیہ السلام	۰
۱۶۵	معاویہ کی منقبت	۱۲۸	۱۹	جنگ قسطنطنیہ	۰
۱۶۶	مولانا مودودی اور معاویہ	۱۲۹	۲۰	زیاد کا کوفہ پر تسلط	۰
۱۶۷	بدعت کا الزام	۱۳۰	۲۱	زیاد کے نائب سمر بن جندب	۰
۱۶۸	چند اہم سنگین الزامات	۱۳۱	۲۲	کے مظالم کی جھلکیاں	۰
۱۶۹	میں کافروں پر	۱۳۲	۲۳	زیاد اور حجر بن عدی	۰



یہ اجتہادِ عجیب ہے کہ ایک دشمنِ دین
علیؑ سے آ کے لڑے اور خطا کہیں اس کو

علیؑ کے بعدِ حسنؑ، اور حسنؑ کے بعدِ حسینؑ
کمرے جو ان سے برائی بھلا کہیں اس کو؟

نبیؐ کا ہونہ جسے اعتقاد کا فر ہے
رکھے امامؑ سے جو بغض کیا کہیں اس کو؟

مرزا غالب



حرفِ آغاز

جناب معاویہ کی حیاتِ دُکُور پر یہ کتاب ”طلیق ابنِ طلیق“ حاتمِ سُرّہ کے سلسلے میں ہمارا کوئی ارادہ نہ تھا۔ ان کا نام تو کوششِ گمنامی میں پڑا ہوا تھا اور ان کا نام لیوا کوئی بھی نہ تھا کہ معاویہ فورس کا قیام عمل میں آیا۔ اس نے معاویہ کے نام کو اخبارات کے ذریعہ زندہ کر سکی کوشش شروع کر دی۔ یہ جانتے ہیں کہ انہیں بھی ایک معتبر صحافی کی حیثیت سے پہچانی جاتی تھی۔ حالانکہ انکی حیثیت ایک طبِ سلم اور غاصبِ کمران کی ہے ان کی وجہ سے اسلام میں ایسا فساد پھیل گیا کہ نواسہ رسولؐ کو بے نظیر قربانی دینا پڑی۔

معاویہ فورس کا قیام چند برس قبل عمل میں آیا تھا، اسکے سربراہ کا نام عبدُ الغفور ہے۔ انہوں نے جب معاویہ فورس قائم کی اور اس کے کمانڈرِ عجیف کا عہدہ سنبھالا تو انہیں ”معاویہ“ لاحق ہو گیا اور یہ عبدُ الغفور معاویہ ہو گئے۔ یہ مرض انہیں اس بُری طرح لپٹا کہ انہوں نے اپنی کابینہ کے ہر ممبر کا نام بدل دیا، علی معاویہ، حن معاویہ، حسین معاویہ۔ اور اس طرح انہوں نے شرتِ علیؑ اور انکی پاک اولاد کی توہین کا ایک نیا نذرانہ اختیار کیا۔

معاویہ فورس واقعی معاویہ فورس ہے بالکل وہی مکر و فریب جو حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرہ امتیاز تھا۔ ان کی زیادہ تر نشستیں ”کاغذ پر ہوتی ہیں۔“ (اور پرین ریفر کے ذریعے عوام مطلع ہو جاتے ہیں) صرف یہی نہیں انکے تو بڑے بڑے جلسے کاغذ پر ہو جاتے ہیں وہ بھی شیعہ بستوں میں۔ اختیار والے بھی پریس ریلیز کی بنیاد پر خبر لگا کر اس مکر و فریب کے کاروبار میں ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ رضویہ سوسائٹی اور

حجرتِ طیار سو سائی کس کی بستیاں ہیں؟ یہ کس کی ماں نے اتنے حرات مند فرزند پیدا کر دیئے کہ جو خالص شیعہ لہجہ میں 'یومِ معاویہ' مناسکین!۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاغذی شیر، کی اصطلاح اپنی کے لئے وضع ہوئی ہے۔

معاویہ فورس کے جلسے برقی کالونی اور کھینس کالونی میں ہوتے ہیں یہاں کے جاہل علم معاویہ کے نام پر اسی طرح بے وقوف بنتے ہیں کہ جس طرح معاویہ نے شام کے بڑوں کو جو کہ زودادہ میں تیرہ کر سکتے تھے بے وقوف بنا رکھا تھا۔ کتنی سچر پوچھا بہت ہے معاویہ اور معاویہ فورس میں!

حضرت علی علیہ السلام اور دیگر صحابہ کی اہلیت و سادات صوفیائے کرام سے گہری عقیدت صرف شیعہ ہی کو نہیں بلکہ تمام مسلمان حسبِ توفیق ان کا احترام کرتے ہیں اس سلسلہ اپنی عظمت کو اچھی طرح سے منوالیا ہے حالانکہ ایک دور وہ تھا کہ علیؑ پر سب و شتم کیا جاتا تھا اور ان کے ماننے والوں کو جاسوس بنا دیا جاتا تھا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں ان عظیم شخصیتوں کا مخالف طبقہ موجود رہا ہے گو کہ اب اسکی تعداد کم ہو گئی ہے، انھیں نواصب کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

نواصب

نواصبی کی اصطلاح سے بہت کم لوگ واقف ہیں یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی دائمی بغض و حسد کے ہیں۔ نواصبی کی اصطلاح ان نام نہاد مسلمانوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جو کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے بغض رکھتے ہیں، اس اصطلاح کی زد میں تو رسول اللہؐ کے دور کی وہ شخصیت بھی آجاتی ہیں کہ انھیں بہت متبرکھا جاتا ہے۔ لیکن اُس دور کا کھلانا نواصبی مروان بن حکم تھا جو کہ علانیہ علیؑ اور آلِ علیؑ سے بغض کا اظہار کرتا تھا۔ اور باقاعدہ سب و شتم کرتا تھا۔ مروان سے مروی بخاری کی ایک روایت کے سلسلہ میں شاہ عبدالحزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں :

ہاں بخاری میں البتہ مروان سے روایت آئی ہے باوجودیکہ وہ نواصبی ہے

شعراً جانتا تھا کہ نوکروہ یزید کے بالمقابل مدعی خلافت تھے۔
(خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ)

ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ)

امام ابن تیمیہ حنبلی فقہ سے تعلق رکھتا تھا، دہلی فرقہ کا بانی محمد بن عبد الوہاب اسی کا خوش چین تھا۔ ہر دور کے نامی ابن تیمیہ بڑی عقیدت رکھتے ہیں کردہ حضرت علی کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔

ابن کثیر

مؤرخ ابن کثیر جس کی مشہور کتاب 'البدایہ والنہایہ' ہے ابن تیمیہ کا شاگرد اور دمشق کا رہنے والا تھا۔ یہ حضرت علی اور ان کی اولاد سے دشمنی میں بے مثل تھا۔ امام نسائی کی کتاب 'سنن نسائی' اہلسنت کی صحاح ستہ میں سے ایک ہے حضرت علی سے عقیدت رکھتے تھے جب آپ نے دیکھا کہ دمشق کے زیادہ تر لوگ حضرت علی سے منحرف ہیں تو آپ نے ان کے فضائل میں ایک کتاب لکھی 'فضائل علی' اور اسی جرم میں اہل دمشق نے انہیں قتل کر دیا۔ اب ابن کثیر کی ناصیت کا اندازہ لگائیے کہ ایک تورہ ابن تیمیہ کا شاگرد اور پھر دمشق جیسے شہر کا باشندہ۔

ابن کثیر اپنی تحریروں میں بنی امیہ کا حامی نظر آتا ہے بنی امیہ کی بھڑائی فصیلتیں بیان کرنے کے سلسلے میں اُسے امتیاز حاصل ہے خاندان نبوت پر ہونے والے مظالم کے سلسلے میں خاصی بے حس کا ثبوت دیا ہے۔ یزید کو قتل حسین علیہ السلام سے بری الزمر قرار دیتا ہے پاکستان کے مشہور نامی محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں زیادہ اسی کے حوالوں پر اچھا کیا ہے۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ)

مؤرخ ابن خلدون اندلس کا رہنے والا تھا مگر کبھی فقہ سے تعلق رکھتا تھا کہ جہاں

بنی امیہ کی حکومت رہی ہے۔ یہ بھی امویوں کا ننگ خوار تھا۔
اس نے امویوں کی حمایت میں امام حسین علیہ السلام کے لئے گستاخانہ انداز
اختیار کیا۔

برصغیر کے نواصب:

برصغیر کے ناصبیوں میں مرزا قمر الدین دہلوی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، محمود احمد
عباسی، عزیز احمد صدیقی صنفِ اول کے ناصبی تھے۔

مرزا قمر الدین دہلوی برصغیر میں ناصبیت کی بڑھڑکا، چنانچہ ہمارے ہاں میں ذرا تفصیل
لکھیں گے۔ اس نے ”کتاب شہادت“ کے نام سے کئی جلدیں لکھیں اسکی پہلی اشاعت آج
سے تقریباً ۸۰ برس قبل ۱۹۱۳ء میں ہوئی اور پھر پاکستان میں اسکے ایک حصہ کی اشاعت
پہلی بار ۱۹۶۷ء میں ہوئی، اسکے پاکستانی ناشر کا دعویٰ ہے کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق،
پاکستان آتے وقت ”کتاب شہادت“ کی چھ جلدیں (جو سنہ روشناس کے کونے کونے سے خرید
تلف کی جا رہی تھیں) اپنے ساتھ لائے اور اپنے دوست محمود احمد عباسی کو دیں کہ ان کا خط
تیار کرو، یا انہیں دوبارہ چھپواؤ۔ چنانچہ ”خلافت معاویہ و زید“ نامی کتاب نے برصغیر میں غرور
شہرت پائی۔

مرزا قمر الدین دہلوی کی انہی چھ جلدوں کے چیدہ چیدہ مضامین ہیں کہ انھیں محمود
احمد عباسی نے اپنی زبان دیکر مرتب کیا۔ یہ صنفِ اول کے ناصبی مفت علیٰ اور اولاد علیٰ
سے ہی بغض نہیں رکھتے اور نہ صرف شیعہ دشمن ہیں بلکہ یہ تو علماء اہلسنت کو بھی نفرت
کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اہلسنت کے مجموعہ احادیث یعنی بخاری شریف کی بھی تحقیر
کرتے ہیں۔ کتاب شہادت کے پاکستانی ایڈیشن میں اس کا ناشر لکھا ہے
”بالآخر مرزا نے زچ آکر مولوی کے خزانہ شرافات پر ہاتھ مارا یعنی اسکی بخاری
شریف کا، دو ترجمہ کر ڈالا۔ اور اس کے طلسم کو توڑ دیا۔ اس ترجمہ سے دینِ ملا کا تاپڑ
بکھر گیا۔“

موصوف آگے چل کر نکھتے ہیں

”اب مرزا نے قرآن کی طرف توجہ دی تو دیکھا کہ شانِ نزول کی روایتوں کے تحت کئے جانے والے ترجمہ معتمدہ انگریز اور گمراہ کن ہیں۔۔۔ انہوں نے اپنا خود مختار ترجمہ پیش کیا اور توحید کی تعلیم کو اُجاگر کرنے پر اپنا ساز و صرف کر دیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا نے نہ صرف بخاری شریف پر ہاتھ مارا بلکہ علماء اہلسنت کے ترجموں کو بھی گمراہ کر دیا، قرآن دیکر قرآن پر بھی ہاتھ مارا، مگر نتیجہ کیا نکلا، خود اسی ناشکی زبانی سُنئے۔

”لیکن انہوں نے مسلمانوں کی ناقدری کا شکوہ کیا کریں انکی اکثریت جاہل اور قرآن سے لاتعلقی ہے خود مرزا کی اولاد نے اپنے باپ کے کام کا قدمہ کی، سنا کے نام کو زبردستی رکھنے کی کوشش کی۔ سنا ہے کہ یہ ان کی تمام کتابیں ردی کے بھاڑ بھاڑی کے ہاتھ پیر آئے اور ان کا مترجم قرآن کوڑے کی طرح بوریوں میں مہس کر پاکستان لائبریری کے کسی اور ادارے یا کتب خانہ کو دینے کے کسی کتب فروش کو بے دیا جس نے انھیں تلف کر دیا۔“

اب ہم کتابِ شہادت کے اس حصے سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں کہ جسے ”مکتبہ جہاد الحق“ کراچی نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا تھا۔

کتاب کے ناشر کی گفت گو:

”روانا چیلنا تو ہندو مسلمان کے تفسیر میں ہے یہ خود پرزہ رویں گے تو حسین پر رویں گے یا پھر معاویہ اور یزید کی جان کو رو پیٹ کر مہس کر لیں گے۔“

”تو بے کھیتے وہ ہندی مسلمان ہی کیا جو کفر و ایمان کا فرق سمجھے جبکہ اسکی رگوں میں ہندو مسلم مخلوہ خون ہوا اور اس کے کانوں میں شیخین اور کربلا کی گوریاں گونجی ہوں وہ توحید کی بجائے کونکھا سمجھے۔“

”مرزا نے حق کوئی کا سبق امام ابن تیمیہ سے لیا تھا۔“

”ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خلیفہ بلا فضل (بے موسم) اور شیر خوداد و شنو جی کے

مرتبہ کے بزرگ حضرت علیؑ کے گفتنی حالات بھی پیش کر دیں جو مرزا قزاق نے دہلوی نے بڑی محنت سے جمع کئے تھے۔

یہ نواس ناصبی ناشر کی علیؑ اور اولاد علیؑ سے نفص کی جھلکیاں کھین۔ اب اصل کتاب کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

انبیاء کی توہین اور ابوبکر کی تعظیم

ہزاروں موسیٰ اور ہزاروں عیسیٰ اس طرح اور بہت سے پیغمبر گزر گئے، جن کے زمانہ یا مقصدوں کی تعداد لاکھوں سے گند کر کوڑوں تک پہنچی ہوئی ہے مگر سوال یہ ہے کہ ان میں سے کس موسیٰ اور کس عیسیٰ نے مخلوق خدا کے ساتھ کیا کیا، موسیٰ کی تو تمام عمر بنی اسرائیل سے ٹوٹو میں میں اور جنگ و جدل میں مصروف رہے میں گزر گئی.... پھر عیسیٰ بن مریم پیدا ہوئے جنہیں لوگ انجیل نام کے نام سے پکارا کرتے تھے ان کے والد کی شہادت ختم قرار دی گئی جو کچھ انہوں نے تعلیم پائی یہی ہے ان کے وعظ سے اور اسی سے جذبات دلی کا اچھا ہوا۔ چونکہ مطلق تعلیم یافتہ نہ تھے اس لئے کوئی شریعت یا نیا قانون نہیں بنا سکتے تھے۔ کئی سال تک وہ اپنے باپ کی دکان پر بسوئے کی آواز سنتے رہے اور پھر عیسیٰ کے وعظوں سے پورے متاثر ہو کر علیحدہ منادی کرنے لگے، چونکہ کچھ آبادی تھی انہوں نے موسیٰ کی شریعت پر گردن جھکا دی۔

ایک ابوبکر میں کل انبیاء کا خلاصہ موجود ہے نہ موسیٰ انکی برابری کر سکتے ہیں نہ عیسیٰ خداوند قدوس نے خود اس سے باتیں کیں اور مصیبت و تکلیف میں اسکی تسکین فرمائی۔ اگر دینا نے آنکھ کھول کے محمد بن عبداللہ کو کامل اور عظیم انسان دیکھا یا ابوبکر کو اگرچہ جلوہ ناری اپنی جگہ پر خوب چمکا اور اس نے بھی بنی اسرائیل کے انبیاء کی بہت سی روشنیوں کو ماند کر دیا۔

حضرت علیؑ سے بغض حسد کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

انسانی صفات سے خالی شیعوں نے جب دیکھا کہ حضرت علیؑ کی ذات انسانی صفات سے خالی ہے (ہم نے یہ الفاظ دل پر پتھر رکھ کر نقل کئے ہیں) نہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایسے

کارِ بنیادیں کئے کہ وہ بیان کر نیکی قابل ہوں، تو انہوں نے مجبوراً حضرت علیؑ کو ایسی ہستی تسلیم کیا جس ہستی میں انسانیت کا دم و گمان بھی نہ ہو سکے اور جو ہستی آخر جا کے خداوندِ قدوس کی ذات و صفات کے ساتھ ٹکڑ ٹکڑ کھائے۔“

بہادری

حضرت علیؑ مثل اور عربوں کے بہت بہادر و شہساز تھے اور تن تہلہاں سے دشمن نے مقابلہ کیا تو اکثر اوقات آپ ہی غالب ہتے تھے۔ آپ شہسازِ بانی کے فن میں اچھی بہادری رکھتے تھے اور آپ میں تہلہ اٹنے کی پوری قوت تھی جس طرح رسول اللہؐ کے اوصیاء کو شجاعت اور بے جگری کا حصہ ملا تھا مگر کثیر تعداد تو ابک طرف ہی آپ میں قلیل السعداء و فرج کے گمان کرنے کی بھی صلاحیت تھی اور اس وجہ سے بعض جنگوں میں جو آپ کی خلافت کے زمانے میں ہوئیں آپ کو کامیابی نہیں ہوئی۔“

فتحِ خیبہ

”خیبر چند گروہیوں کا نام تھا مگر ہر گروہی علیؑ وہ علیؑ کا نام سے پکاری جاتی تھی۔ کسی دن تک حملوں کے بعد گروہی پر گروہی فتح ہوتی چلی گئی، آخر ایک گروہی رہ گئی جس کو پھر صدیق اکبر اور عمر فاروق کے حملوں نے نکال دیا تھا۔ جب وہ بالکل اوجھڑے ہو گئے اور حضورؐ اور کوئی یہ علم نہ کیا کہ اب آسانی سے اہل قلعہ اطاعت قبول کر لینگے تو آپؐ نے محض دلہری کے لئے حضرت علیؑ کو بھیج دیا کیونکہ ایسے موقعوں پر حضرت علیؑ کو خواہ مخواہ ایک وجہ شکایت پیدا ہو جاتی تھی کہ مجھے کچھ بھی نہ سمجھا گیا۔ اور سمجھ سکی کی حالت میں ڈال رکھا ہے حضورؐ اور کو یہ بہت بڑا اندیشہ تھا کہ کہیں علیؑ کی دل آزاری فاطمہؑ کی تکلیف دی کا باعث نہ بن جائے اسی لئے بعض اوقات ایسی باتیں کر کے حضرت علیؑ کو خوش کر دیا کرتے تھے۔“

ہجرت :

حضورؐ اور آپؑ کے حضورؐ رہنے کا پورا یقین تھا اور اسی یقین کی وجہ سے آپؑ نے

حضرت علیؑ سے صاف کہہ دیا تھا کہ تمہیں کسی قسم کی گزند نہیں پہنچے گی، تم آرام سے بستر پر رہنا اور صبح اٹھ کر جن لوگوں کی امانتیں ہیں انہیں تقسیم کر دینا۔ یہ حکم اور یہ فیصلہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ سنے والا اپنی جان سے پورا مطمئن ہو گیا تھا اور اسے اپنی جان کے ضائع ہونے یا اسکے خطرہ میں پڑنے کا مطلق اندیشہ نہ رہا تھا، ایسی حالت میں وہ قصائد جو انسانوں فرشتوں اور خود خداوند تعالیٰ کی زبانی شعی اجائے موضوع کئے ہیں اور اسے حضرت علیؑ کی ایک زبردست فراست اور قربانی قرار دی ہے وہ بالکل کا لعم ہوجاتے ہیں۔

بہر حال ہماری رائے میں حضرت علیؑ تعریف کے مستحق ضرور ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے مہربان بھائی کے نمک کا لوہا پاس کیا۔ مانا کہ حضرت علیؑ اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ مجھے اپنی جان کا مطلق خطرہ نہیں، مگر پھر بھی ایسے نازک موقع پر حضورؐ کے حکم کی اطاعت کرنا اور پاس نمک کا خیال کم تعریف کے قابل نہیں۔“

البوسفیان اور سب سے عقیبت:

سنہ ۶۰۷ء میں مروں کے کان اور ناکیں لیں اور ان سے اپنی خلیا لیں اور ہار بنائے اور چوڑی خلیا لیں اور ہار سجھے وہ نکال کر وحشی کوڑے دیتے حمزہؑ کا کلیجہ حیرا اور اسے منہ سے جیبا نکرا س کو نکل نہ سکی اس لئے تھوک دیا۔ اگرچہ ایک بہت ہی بُری حرکت تھی مگر جب اسکے ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں جمالیا جائے کہ مہند کا بیٹا حنظلہ حمزہؑ کے بھتیجے حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا تو اس بُرائی کا وزن لکھا ہو جاتا ہے۔“

جلیس بن زبان سید الاحابش ہمیں پھر بافتاء اس نے البوسفیان کو دکھایا کہ وہ حمزہؑ کے منہ پر نیزے کی نوکیں مار رہا ہے اور کہتا ہے کہ عاق بیٹے حمزہؑ چکا۔ جلیس نے بنی کنانہ سے کہا کہ دیکھو یہ قریش کا سید ہے اور اپنے ابن عم سے کیا کر رہا ہے۔ البوسفیان نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی، کسی سے کہنا نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ البوسفیان انتقام کے جوش میں دشمن کی لاش سے بھی اس قدر گستاخی کو ناجائز سمجھتا تھا یہ اس کی کمال شرافت پر دلالت کرتا ہے۔

ہم نے کتاب شہادت، اور اسکے ناشر کی جو تحریریں پیش کی ہیں وہ اس لائق نہیں کہ ان کا کوئی باقاعدہ جواب لکھا جائے، ہر جملے سے جہالت اور عداوتِ آلِ رسولؐ ٹپک رہی ہے ابوسفیان اور سہدہ جیسی دشمنِ رسولؐ و آلِ رسولؐ کی وحشیانہ حرکات کے بیچ میں سے ان کی شرافت ڈھونڈھ لکنا نا بصیرت ہی کا کمال ہے اور عداوتِ آلِ رسولؐ کا ثبوت بھی۔

خلیفہٴ بلا فضل پر بے موسم کی بھرتی کئے والا بیچارہ یہ سمجھا کہ اس نے علیؑ کی اچھی توہین کی اس نے تو توہین کرنا چاہی تھی لیکن ہو گئی تو صیف۔

بیشک حضرت علیؑ بے موسم کے ہیں وہ موسم کے پابند نہیں۔ وہ محض چودہ سو سال قبل کی شخصیت نہیں وہ آج کی شخصیت ہیں اور مستقبل کی بھی۔ مزدور، سپاہی، مہرالتی، کرسی پر بیٹھنے والا حکمران اور دانش ور، چاہے ماضی کا ہو یا آج کا۔ علیؑ اس کے ایڈیٹر ہیں۔

کربلا والوں کی ٹوئیاں تو خوش بختوں کے کانوں میں گونجتی ہیں نا صبی جیسے بد بختوں کے کانوں کے لئے تو کھوکھلی اذانیں اور بے رُوح نمازیں ہیں۔ بیختم اور کربلا والوں کی ٹوئروں کے طفیل ہی سہی سہی مسلمانوں نے دعوتِ توحید کو سمجھا۔ یہ سادات ہی تھے کہ جنہوں نے مطلوبیت کے سہارے توحید کے پیغام کو عام کیا۔ یہ کوئی محمد بن قاسم یا محمود غزنوی جیسے لیڈروں یا سلاطینِ دہلی اور گل شہنشاہوں کا کام نہیں تھا۔

حضرت علیؑ کی انسانی صفات سے تو تمام تاریخیں اور اہل سنت کی مذہبی کتب سمجھ رہی ہیں، اگر اہل تشیع کا سارا الطریقہ صاف کر دیا جائے تو وہ پھر اہل سنت کی کتابیں اسے مرتب کر لیں گی مشکل میں تو ابوسفیان معاویہ اور یزید کے منسنے والے مبتلا ہیں کہ سیکڑوں برس گزرنے کے بعد کوشش کرتے ہوئے کہ کسی صورت سے ان تینوں کو انسانی صفات کا حاصل بنادیں لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ سیاہ کو سفید کر دینا آسان تو نہیں :-

حضرت علیؑ علیہ السلام ہمیشہ انفرادی تقابلوں میں بھی کامیاب رہے اور جمہوریت سپر لاریبی۔ انفرادی تقابلوں میں عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ دوسرے سے ایک مارا جائے اس کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہوتی ہے، لیکن یہ کبھی کبھار واقع ہوتی ہے کہ ایک فرد

دورانِ مقابلہ موت سے خوفزدہ ہو کر زندگی کی بھیک مانگتا ہے اور دوسرا قریق اعلیٰ طرفی کا ثبوت دیتے ہوئے دشمن کو معاف کر دیتا ہے۔ نہ تو حضرت علیؑ کسی انفرادی مقابلے میں مارے گئے اور نہ ہی حضرت علیؑ کے لئے دوسری بات کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنے دورِ خلافت میں بین جنگوں کی کمان کی۔ جمل صفین اور نہروان۔ جمل میں بی بی عائشہ کو فیصلہ کن شکست دی۔ صفین میں معاویہ نے اپنے سرپرست شکست منڈلاتے دیکھی تو اپنے مکر و فریب کے قرآن نیردوں پر اٹھو اڑیے۔ اس نے بھولے بھلے مسلمانوں کی قرآن کے ساتھ عقیدت سے فائدہ اٹھایا اور یقینی شکست سے بچ گیا (تفصیل آگے آئیگی) نہروان میں خارجیوں کو ایسی بری طرح شکست ہوئی کہ صرف چند آدمی بچ سکے۔

اب ذرا اس ناہمی مرزا ہجرت کی تحریک دوبارہ پڑھیے اسکے ایک ایک لفظ سے بعض حسد جھلک رہے ہیں کہتا ہے کہ انفرادی مقابلوں "اکثر اوقات آپ ہی غالب رہے" جبکہ آپ ہمیشہ غالب رہے۔ اسکے علاوہ کوئی صورت ممکن ہی نہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ممتاز سننی عالم دین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تو جہاں حضرت علیؑ کی بات شروع کرتے ہیں تو اس طرح: امام الا شجعین اسد الخائبین ابن ابی طالب "کاش کہ یہ ناہمی کسی گناہ سے گناہ مادی کے حوالے سے کوئی ایک رات تو بھی ایسا لکھ دیتا کہ جس میں علیؑ نے شکست کھائی ہو۔ اب اس کا ایک اور فقرہ "جس طرح رسول اللہ کے اوصیاء کو شجاعت اور بے جگری کا حصہ ملا تھا" حالانکہ حضرت علیؑ کی شجاعت بے مثل تھی جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے آپ کو امام الا شجعین یعنی بہادروں کا امام لکھا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ آپ میں قلیل القدر فوج کی کمان کرنیکی بھی صلاحیت نہیں تھی۔ نیز یہ کہ بعض جگہوں میں آپ کو کامیابی نہیں ہوتی تاہم فتح کے ساتھ مذاق کرنیکے مترادف ہے۔ اس نے ایسی خلاف واقعہ باتیں بھی ہیں کہ جن کے ذریعے وہ کسی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

کون ایسا شخص ہے جسے یہ نہیں معلوم کہ زمانہ خلافتِ علیؑ میں صرف تین جنگیں لڑی ہیں کہ جن میں علیؑ نے اپنی فوجوں کی کمان کی اور کامیاب ہوئے اور تینوں موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے فوجوں کو شریعت کی۔

اس شخص نے خبیر کی تاریخ کو جس طرح مسخ کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے تخیل کی پرواز قابلِ داد ہے کہ اس نے ابو بکر و عمر کے فرارِ رخصت سے فرار کے واقعات مستند تاریخوں میں موجود ہیں کے واقعات کو کس خوبصورت ”دھڑائی“ سے نبھانے کی کوشش کی ہے پہلے تو اس نے خبیر کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے اسے ”گڑھی“ کہا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوا کہ آخر گڑھی کا کچھ تو ابو بکر و عمر نے پہلے ہی نکال دیا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر خبیر ایک معمولی گڑھی تھی تو یہ ابو بکر اور عمر دو دن جنگ کرنے کے بعد صرف کچھ مری نکال سکے۔ پہلے دن ایک صاحب گئے اور کچھ نکال کر واپس آئے، دوسرے دن دوسرے حضرت گئے اور نہ معلوم کیا نکال کر واپس آئے فتح کی تکمیل کوئی نہ کر سکا۔

تاریخ کے کسی متنازعہ مسئلہ پر حیب بات کی جاتی ہے تو اپنے موقف کی سچائی ثابت کرنے کیلئے مستند سے مستند تاریخی حوالے پیش کئے جاتے ہیں اور یہ مسئلہ تو سرے سے متنازعہ نہیں، لہذا اس نا صبی کو علی دشمنی نے مجبور کیا کہ وہ بغیر کسی حوالہ و دلیل کے محض تخیل کی پرواز کے سہارے مستند تاریخی واقعات کو ایک نئی اور مضحکہ خیز شکل دے۔ لہذا کسی قسم کی علمی بحث کی کیا گنجائش ہے ہم صرف اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ امر تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنے غزوات ہوئے ان میں بنیادی کردار حضرت علیؑ نے ہی ادا کیا اور خبیر کی جنگ کا تو فیصلہ ہی علیؑ کے ہاتھوں ہوا۔ اب اگر کوئی شخص امام الاشعبین کی شجاعت کے واقعات کو توڑنے مروڑنے کی کوشش کرے تو اسے سوائے سحرے پن کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

فاطمہؑ بنت رسول اللہ پر ستم ڈھانے والوں کے نام صرف تاریخ ہی میں نمایاں نہیں بلکہ صحیح بخاری میں درج ہے کہ فاطمہؑ فرزند ابوقحافہ سے ناراض دُنیا سے رخصت ہوئیں۔ اور وصیت کر گئیں کہ وہ اور ان کا ساقی میرے جنازے کے قریب بھی نہ آئیں۔ ابن ابوقحافہ اور ابن خطاب کے مظالم کی پردہ پوشی نظر ثانی تو مرزا جبرت نے تخیل کے کھوڑے کو ایڑ لگا کر اور علیؑ کو فاطمہؑ پر ظلم کرنے والا ثابت کرینی کی کوشش میں انہیں ایک ٹھٹھا انسان کی ذہنی سطح پر لے آیا، یعنی علیؑ بھی معاذ اللہ ایسی ہی ایک عام

آدمی سکتے تو اگر خسر صاحب نے داماد کا خیال نہ کیا تو فوراً اس کی بیٹی پر ظلم ڈھا کر برباد لے لیا۔
عزت کے حوالے سے مرانے جو کچھ کہا ہے اس سے بھی سوائے بغضِ علیؑ کے اور
کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ شخص اپنے مخصوص لبِ لہجہ میں کہتا ہے کہ رسول اللہؐ نے علیؑ سے
کہہ دیا تھا کہ تم کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچے گا تم آرام سے بستر پر سو رہنا، لہذا علیؑ کو اپنی جان کے
خطرے میں پڑنے کا مطلق اندیشہ نہ تھا، لہذا وہ آرام سے سو گئے۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر
علیؑ اس قصیدہ خوانی کے مستحق نہیں کہ جو شیعہ کرتے ہیں۔

یعنی اگر علیؑ یہ سمجھتے ہوئے کہ انکی جان کو خطرہ ہے اور اپنی جان خطرے میں ڈال کر
بسترِ نبیؐ پر سو جاتے تب قصیدہ خوانی کی بات تھی۔ حالانکہ یہ ناہی جس یقین کا تذکرہ کرتے
ہوئے قصیدہ خوانی کا مذاق اڑا رہا ہے وہی یقین تو قابلِ مذہبہ ہے کہ گھر کے چاروں طرف
تلواریں بچی ہوئی ہیں اور جس کیلئے بچی ہیں وہ بستر پر چھوڑ جاتا ہے اور اسکی جگہ اس کا بھائی تلوار
کی چھاؤں میں گہری نیند سو جاتا ہے۔ اور یہ نیند صرف پیغمبر کی ذات پر یقین کی وجہ
سے آئی۔

مرزا حیرت نے ہجرت کے موقع پر بسترِ رسولؐ پر سونے کے حوالے سے جس حق نمک کی
بات کی وہ اس ناہی کے خبیث کی ایک اور دلیل ہے اس نے یہ بات کچھ اس انداز سے کی
کہ جیسے کسی غلام کے سلسلہ میں کی جاتی ہے کہ اس پر آقا کا حق نمک ہوتا ہے۔ جبکہ رسول اللہؐ
نے اپنے چچا زاد بھائی علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کو اسی طرح پالا تھا کہ جس طرح علیؑ کے
والد محترم نے رسول اللہؐ کی پرورش کی تھی۔ اگر اس ناہی کے نزدیک علیؑ کی تعریف صرف
یہی تھی کہ انہوں نے پاس نمک کا خیال رکھا۔ تو یہی ہی کم از کم علیؑ نے یہ خیال تو رکھا، لیکن
اس ناہی کی آئینہ دار شخصیتوں نے رسول اللہؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی نمک بازی اسی
انتہا کر دی۔ وہ شخص کہ جس کا باپ عبداللہؑ ابن جبرون کے دستِ خوان کی مکیبیاں اڑاتا تو
اسے روٹی نصیب ہوتی اور اس کا ساتھی کہ جو بچپن میں ایک مٹھی کشمش کے عوض اپنی ٹھالوں
کا پانی بھرا کرتا اور پڑا ہوا تو دلالی کرنے لگا۔ ان دونوں نے رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی رسولؐ
کی بیٹی اور ان کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے تاریخ کے اوراقِ سیاہ ہیں۔ علیؑ

کی تلوار تھی کہ جس نے مجھ کو غیبر فتح کر کے دیا تو انہیں پیٹ بھر کھانا فیض پہنچے گا۔ ورنہ فتح غیب سے قبل پیٹ پر پیچر بندھے نظر آتے تھے۔ وہ حکومت جس پر ابو بکر اور عمر نے زبردستی قبضہ کیا تھا، علیؑ ہی کے زور و بازو کا نتیجہ تھی اور ان کے بھائی کی حکومت تھی کہ جس پر عرب کے نیچے خاندان کے افراد بادشاہ بن بیٹھے، اس نمک حرامی کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور آج ان کی سپاہ نمک حرامی کا ثبوت دیتے ہوئے سادات کو کافر قرار دے رہی ہے حالانکہ اپنی سادات کے آیات و احادیث کے فیض سے برصغیر کے وہ شودر مسلمان ہوئے تھے کہ جن کی اولاد سپاہ صحابہ کا ٹخنہ کھلا ہوئی ہے۔

مرزا حیرت دہلوی اور نواصب پاکستان

مرزا حیرت دہلوی برصغیر ہندو پاک کے ناصبیوں کا مرجع ہے مولوی عبدالحق ربانی (اردو) نے مرزا کے ذخیرہ خرافات کو ہندوستان سے لاکر یہاں ناصیت کا بیج بویا کر ماسکے ناصی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ بابائے اردو کے ہاتھ میں یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ وہ لامذہب آدمی تھا، لامذہبیت اور بات ہے، آل رسولؐ سے نفص و حسد اور بات ہے علامہ نیاز فتح پوری جیسے صاحب علم و ادب کہ جو بابائے اردو سے زیادہ کھلے ہوئے لامذہب تھے انہوں نے ہمیشہ صحیح تاریخ میں دلچسپی، باوجود اسکے کہ ان کا رسمی تعلق سنی فرقہ سے تھا انہوں نے ہمیشہ بنو ہاشم کی عظمت کو تسلیم کیا علیؑ اور حسینؑ ابن علیؑ کا تذکرہ کیا تو ان کے برحق ہونے کا اعتراف کیا۔ ”خلافت معاویہ و غیرہ“ بران کا مرقہ جو کہ ایک کتابچے کی صورت میں شائع ہوا ہے پڑھنے کے قابل ہے۔

ناظم آباد کراچی میں قائم ایک لائسنسڈ اداریے ”مکتبہ جلاء الحق“ نے پاکستان میں ناصیت کو فروغ دینے کا بیڑہ اٹھایا اور کھل کر اپنی ناصیت کا اعتراف کیا۔ ہم اس کی اخلاقی حرارت کی داد دیتے ہیں کہ وہ اپنی ہر کتاب پر باقاعدہ سلسلہ ناصیہ کے نشانات ڈالتا تھا۔ چنانچہ مرزا حیرت دہلوی کی کتاب ”شہادت“ پر فخریہ انداز سے یہ تحریر ہے: ”سلسلہ مطبوعات ناصیہ“

یہ ادارہ عزیز احمد صدیقی ناہسی کی کتابیں شائع کرتا رہا ہے، اس ناہسی نے اہلیت اور مذہب اہلیت کے ماننے والوں کے خلاف استہائی بے ہودہ کتابیں لکھی ہیں۔ نام یہ ہیں سبائی سبز باغ، ارغوان، راج، حیات سیدہ سکینہ وغیرہ۔ ان کتابوں میں اہلیت کی جو توہین کی گئی اسے دہرانا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ ان کا اسلوب "کتاب شہادت" جیسے کہ جکی جھلیکاں ہم دکھا چکے ہیں یہ کتابیں برسوں لکھی جاتی رہیں مگر کسی نئی کے کان پر جوں نہ رہی۔ پھر ایک صاحب کو لڑی میں پیدا ہو گئے "نذیر احمد شاہ" انہوں نے "نذیر احمد" کے نام سے "شمال علی" لکھی۔ اس میں بھی حضرت علیؑ کی توہین کے لئے حیرت دہوی کی باتیں دوہرائی گئیں اور کچھ نئی باتیں بھی ہیں لیکن انداز مرزا احتیہ جیسا ہے۔ یہ تمام ناہسی اپنے نیا سے رخصت ہو چکے ہیں کچھ ناہسی پنجاب میں بھی ہیں کہ جو اہلیت دشمنی پر مبنی پمفلٹ اور کتابچے شائع کرتے رہتے ہیں، انہی میں سے ایک صاحب ہیں کہ جنہوں نے اپنی کمینٹ البو زید لکھی ہے اور "البو زید" کے نام سے پچانے جلتے ہیں۔

مقرنین میں سے جس ناہسی نے نام پیدا کیا وہ شاہ بلغ الدین ہیں ہم نے ان کی بہت سی تقریریں سنی ہیں ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے صرف مرزا قیرت دہوی اور محمود احمد عباسی کو پڑھا ہے جو کچھ کہتے ہیں اسی کے جملے ہوتے تو اے ہیں۔ لوگوں کو یہ باتیں نئی لگیں۔ لہذا انہوں نے بہت شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ قومی اسمبلی کے ممبر بن گئے۔ اور پھر خاموش ہو گئے۔ ابھی تک تو ان ناہسیوں کا تذکرہ تھا کہ جو اہلیت اور خاص طور سے حضرت علیؑ کی توہین کو بہت بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔۔۔ انہیں ہم صفحہ اول کے ناہسی کہہ سکتے ہیں۔۔۔ دوسرے درجے کے ناہسی وہ ہیں کہ جو علیؑ اور ان کی اولاد کو براہ راست برا نہیں کہتے۔ لیکن ان کے کھلے دشمنوں کی تعریف میں غلو کرتے ہیں۔۔۔ یہ ان لوگوں کی بھی حمایت کرتے ہیں کہ جنہیں ہم مسلمان اچھا نہیں سمجھتے۔ اس گروہ میں ڈاکٹر اسرار احمد سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ صرف یزید کی حمایت نہیں کرتے بلکہ کربلا کی یزیدی فوج کے سپہ سالار عمر بن سعد اور شمر بن ذوالجوشن کو بھی برا کہہ کر برا مانتے ہیں۔ خاصے پراسرار ہیں۔ ایک اور صاحب حکیم محمود احمد ظفر ہیں کہ جنہوں نے معاویہ کی حمایت میں ضخیم حیلہ لیں لکھی ہیں۔۔۔ ان کے علاوہ جس

بشریعت کورٹ) تفتی عثمانی صاحب ہیں کہ جنہوں نے مولانا مودودی کی کتاب ”خلافت و ملکیت کے جواب میں معاویہ کا بھرپور دفع کیلئے“ انہوں نے معاویہ کے ہر حُریم کی صفائی پیش کی ہے اور یہی انکی ناصبیت کی دلیل ہے۔

علیؑ اور ان کی اولاد کی براہ راست توہین کرنے والے تو مکہ مکرمہ کے کچھ باقی ہیں تو وہ بے وقعت لوگ ہیں، آج کل ہمارا سابقہ دو سر درجے کے ناصبیوں سے ہے۔ ناصبیت کوئی باقاعدہ الگ فرقہ نہیں ہے یہ عجیب غریب سوچ کا نام ہے۔ اس قسم کے لوگ عام طور سے دیوبندی مسلک اور فرقہ المحدث (دہلوی) میں پائے جاتے ہیں۔ ہر دیوبندی اور المحدث ناصبی نہیں ہوتا۔ جماعت اسلامی میں اکثریت دیوبندی اور المحدث مسلک کے پیروکاروں کی ہے لیکن جماعت اسلامی کے مجموعی کردار سے ناصبیت ظاہر نہیں ہوتی، اس جماعت کے بانی و امیر جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تو خلافت و ملکیت تحریر کر کے تمام اہلسنت کو پریشان کر دیا۔ قاری محمد طیب جیسے دیوبندی عالم ممتاز ناصبی محمود احمد عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و زید“ کا ایسا جواب لکھا کہ لوگ حیران ہوئے کہ صنفِ اول کے ایک دیوبندی عالم نے حمایتِ حسینؑ میں یوں قلم اٹھایا۔ ناصبیت سے اہل تشیع کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ نہ ذمہ داری سطح پر نہ عملی سطح پر۔ اگر نقصان ہے تو عوام اہلسنت کا کیونکہ یہ علیؑ اور آلِ علیؑ سے گہری عقیدت نہیں رکھتے۔ اور نہ ہی تاریخ کا علم رکھتے ہیں، ایسے لوگ اگر ناصبیوں کی کتابیں پڑھ لیں تو آسانی سے انکے بارے میں سو رہن کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ناصریت کے اس تفصیلی تعارف کے بعد سنی حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ وہ معاویہ کو زندہ کرنے کی ناصبیوں کی ہم میں شریک نہ ہوں۔ بلکہ انہیں سید بڑھنے سے روکیں اگر معاویہ جیسے شخص کو اسلام کا نمائندہ بنا کر پیش کیا گیا تو یہ اسلام اور انسانیت کے ساتھ ظلم عظیم ہو گا۔

ہم نے اس کتاب میں معاویہ کی زندگی کے صحیح خود غالی پیش کر نی کی کوشش کی یہاں آپ کو معاویہ بن ابوسفیان ایک ایسے شخص کی صورت میں نظر آئے گا جو حوصلہ افزا

کے لئے مکرو فریب کی راہ سے گزرتا ہے اور پھر اقتدار حاصل کر لینے کے بعد اسلامی لباس میں ایک البیبا بادشاہ نظر آئے گا جو اسلامی تعلیمات اور تمام اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کر کے بادشاہت کو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے مستحکم کر رہا ہے۔ چنانچہ اس کی مدح سرائی کا کوئی جواز نظر نہیں آئے گا اور ان کا مشہور نہ مانہ حلم و تدبیر اور جود بھی محض منگاری و عیاری معلوم ہوگا کہ وہ اسلامی و اخلاقی محور سے ہٹ کر تھا۔

علاء الدین شاہ

۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء

jabir.abbas@yahoo.com

خاندان بنو امیہ

اس کے خاندان کا سلسلہ امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف سے چلا ہے، یہ اپنے چچا ہاشم بن عبد مناف کا بھتیجا تھا۔

اس خاندان کی دو شاخیں بہت مشہور ہوئیں۔ ایک کا سلسلہ امیہ کے بیٹے حرب سے چلا جس میں ابوسفیان بن حرب، معاویہ بن ابوسفیان، یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید مشہور ہوئے۔ دوسری کا سلسلہ امیہ کے ایک اور بیٹے ابوالعاص سے چلا جس میں عفان بن ابوالعاص، عثمان بن عفان (خلیفہ سوم) ابوالعاص کے دوسرے بیٹے حکم بن ابوالعاص سے یہ سلسلہ چلا۔ مروان بن حکم، عبد الملک بن مروان، ولید بن عبد الملک، سلمان بن عبد الملک، یزید بن عبد الملک، ہشام بن عبد الملک، عبد العزیز بن مروان اور عمر بن عبد العزیز۔

بیان کیا گیا ہے کہ ہاشم اور عبد الشمس جڑواں پیدا ہوئے تھے جو پہلے پیدا ہوا تھا، اسکی ایک انگلی دوسرے کی پیشانی سے چٹی ہوئی تھی اس لئے کاٹ کر دونوں کو علیحدہ کیا گیا اس قلعے سے خون بہا، اس پر پریشاں گون لیا گیا کہ ان کے درمیان خون ریزی ہوگی۔ اپنے باپ عبد مناف کے بعد ہاشم، کعبہ کے مندری ہوئے اور حاجیوں کیلئے پانی اور قیام کا انتظام ان سے متعلق ہوا۔

جب ہاشم نے اپنی قوم کی دعوت کی تو اس پر امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف کے دل میں ان کی طرف سے حسد پیدا ہوا۔ یہ بھی دولت مند تھا، اس نے بڑے سکاہتمام سے اگرچہ اپنی قوم کی ویسی ہی دعوت کی مگر وہ بات نہ ہو سکی جو ہاشم سے بن آئی، قریش کے بعض لوگوں نے

اس کا مضحکہ اڑایا۔ وہ سخت برہم ہوا۔ اور ہاشم کا دشمن ہو گیا۔ اور مطلبہ کیا کہ اس کے متعلق
 بیچاریت سے فیصلہ لیا جائے، ہاشم نے اپنی بزرگی اور عزت کی وجہ سے اس بات کو مبرا سمجھا
 مگر قریش نے ان کا بیچا نہ بھڑا اور انہیں جوش دلا کہ اس بات پر آمادہ کر لیا۔ ہاشم نے کہا میں
 اس شرط پر اس معاملے کو بیچاریت کے سپرد کرتا ہوں کہ تم کو سیاہ گردن کی پچاس اونٹیاں
 مکہ کی تلہی میں ذبح کرنا پڑیں گی اور دس سال کے لئے مکہ سے سکونت ترک کرنا پڑے گی ورنہ
 نے یہ شرط مان لی۔ اور اب دونوں نے کاہن المخزاع کو اپنے درمیان حکم بنایا۔ اس نے
 ہاشم کے حق میں فیصلہ دیا۔ ہاشم نے امیہ سے اونٹیاں لے کر ان کو ذبح کیا اور حاضرین
 کی اس سے دعوت کی۔ امیہ شام چلا گیا۔ ہاشم اور امیہ میں عداوت کا یہ پہلا واقعہ تھا۔
 یہ بھی واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم اور حرب بن امیہ نے اپنے تعلق
 کے لئے نجاشی الحبش سے کہا مگر اس نے دخل دینے سے انکار کر دیا۔ تب ان دونوں نے
 نفیل بن عزیٰ کو پہنچ بنایا۔ اس نے حرب سے کہا: "اے ابو عمرو تم اس شخص سے تنازعہ اور
 تنازعہ کرتے ہو جو تم سے تیس بڑا ہے، اس کا سر تم سے بڑا ہے۔ تم سے زیادہ دجیمہ ہے۔
 تم سے کم بڑا ہے جس کی اولاد تم سے زیادہ ہے جو تم سے زیادہ غنی ہے اور زیادہ طاقتور ہے، یہ کہہ کر
 اس نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ حرب نے کہا یہ بھی شرمی قسمت ہے کہ تم نے مجھے
 حکم بنایا۔

ذیابح طبری حبلہ اول سیرت النبیؐ

عبدالمطلب کے بعد ان کے فرزند حضرت ابوطالب ان کے جانشین ہوئے، عبدالمطلب
 نے اپنی سب سے بڑی امانت یعنی اپنے پوتے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت
 ابوطالب کے سپرد کیا۔ ادھر حرب کا دارث ابوسفیان ہوا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 اعلان نبوت کے بعد ابوسفیان نے ان کی کھلی مخالفت شروع کر دی۔ جناب ابوطالب
 نے اپنے بھتیجے کی حمایت سے دست بردار نہیں ہوا۔ انکار کر دیا تو یہ شخص ان کی دشمنی میں اور شدید
 ہو گیا۔ پھر نذبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جناب ابوطالب کو اپنے کنبہ کے ساتھ ایک گھاٹی
 "شعب ابی طالب" میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد رسول اللہ کے

ساتھ اس کی دشمنی انتہا کو پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش تیار کی اور آنحضرتؐ کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ہجرت کے بعد بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔ اور مسلسل برسوں تک یہاں رہا۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی کوئی صورت نظر نہیں آئی تو اسلام قبول کر لیا۔ ظاہری اسلام کے بعد بھی بنو ہاشم سے دشمنی جاری رہی۔ ابوسفیانؓ کا بیٹا معاویہ جناب ابوطالب کے فرزند علیؓ علیہ السلام اور ان کے فرزند امام حسنؓ کے ساتھ دشمنی پر کمر بستہ رہا۔ بالآخر امام حسنؓ کو زہر دلو کر شہید کیا اور پھر معاویہ کے بیٹے یزید نے حضرت علیؓ کے چھوٹے فرزند حضرت امام حسینؓ اور اٹھارہ جوانان بنو ہاشم کو کربلا میں شہید کر دیا۔ بنی امیہ کی یہ دشمنی کا سلسلہ پھر بھی ختم نہیں ہوا، خلفائے بنو امیہ اپنے دور حکومت کے خاتمے تک اولاد علیؓ اور ان کے شیعوں پر ظلم دھلتے رہے اور آج بھی بنو امیہ کی معنوی اولاد اسی کام میں لگی ہوئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی آگاہ تھے کہ اسلام قبول کر لینے کے باوجود بنو امیہ کی دشمنی ختم نہیں ہوئی ہے، آپ اس خاندان کی شیطنت کو بھی اچھی طرح جانتے تھے آپ کو اچھی طرح سے اندازہ تھا کہ مستقبل میں یہ خاندان آپ کی اولاد کے لئے خطرہ بنا رہے گا چنانچہ ایک مرتبہ بجات خواب آپ نے دیکھا کہ بنو امیہ بند روں کی طرح آپ کے منبر پر اچھل رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا جَعَلْنَا الرِّيَاءَ الَّتِي ارْتَبَاكَ الْاَفْتِنَةَ لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ وَنَحْنُ فَهْمُهُمْ فَمَا يَزِيهِمْ اَلَا طَغَيْنَا كِبَارَهُ

ترجمہ: (سورہ نبی اسرئیل آیت - ۶۰)

ترجمہ: اور یہ جو کچھ ابھی ہم نے تمہیں دکھایا اس کو اور اس درخت کو جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنا کر رکھ دیا ہے ہم انہیں تنبیہ پر تنبیہ کئے جا رہے ہیں مگر ہر تنبیہ ان کی سرکشی میں اضافہ کئے جاتی ہے۔

تفسیر کبیر، تفسیر درمنثور، اور تفسیر ابن جریر طبری کے مطابق شجر ملعونہ سے مراد فاندان بنو امیہ ہے۔

تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول اکرمؐ نے
 خواب میں بنی حکم بن عاص کو برسرِ منبر بندوں کی طرح اچھلنے کودتے دیکھا۔ یہ امر آپ کو
 ناگوار گذرا چنانچہ اس کے بعد رحلت تک آپ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور اس
 موقع پر آیت نازل ہوئی جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا..... اس حدیث کی اسناد
 اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اسکے شاہد میں عبداللہ بن عمرؓ، یحییٰ بن مرہ اور حسین بن علیؓ وغیرہ
 کی احادیث موجود ہیں اور جلال الدین سیوطی نے بھی اس حدیث کو مختلف طریقوں سے
 کتاب التفسیر میں تحریر کیا ہے اور کتاب اسباب نزول میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
 (اردو ترجمہ تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی)

حضرت معاویہؓ کے والد محترم

معاویہ کے والد محترم ابوسفیان تھے۔ کہنہ کہ آپ کی ولادت انہیں کے بستر پر ہوئی تھی
 لیکن آپ کا نسب خاما مشکو کہے۔

معاویہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ قریش کے ان جاہل افراد میں سے کسی کا نطفہ ہے؛

۱۔ علامہ ابن ولید بن مغیرہ مخزومی (۲) مسافر بن ابی عمرو (۳) ابوسفیان -

۴۔ عباس بن عبدالمطلب - یہ لوگ ابوسفیان کے ندیم تھے مسافر بن ابی عمرو کے متعلق

کلیں کا بیان ہے کہ عام لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ معاویہ اسی کے نطفہ سے پیدا ہوا۔ کیونکہ اسے ہند
 بڑی محبت تھی۔

ایک مرتبہ اسحاق بن عبید اور یزید بن معاویہ کے درمیان تلخ گفتاری ہوئی اور ایک نے
 دوسرے کی ماں کو متہم کیا، اسحاق نے معاویہ کی ماں سے عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ تعلق کیفر
 اشارہ کیا جسے یزید نہیں سمجھا، جب اسحق اٹھ کر چلا گیا تو معاویہ نے یزید سے کہا کہ تو اس طرح لوگوں
 سے کالم گلوچ کی بات کرتا ہے تجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا کہہ گیا، تجھے نہیں معلوم کہ بعض قریش کا زمانہ
 جاہلیت میں یہ گمان تھا کہ میں عباس سے ہوں۔

(تذکرۃ الخواص الامراء ص ۲۵۲-۲۵۳ مکتبہ تعمیر الدین سن ۱۳۸۵ھ)

معاویہ سے مشکوک النسب ہونے کو ان باتوں سے بھی تھرتی ملتی ہے کہ ہندہ ایک معروف زانیہ تھی، ہشام بن محمد کی نے کتاب شالیب میں ذکر کیا ہے کہ ہندہ بڑی شہوانی عورت تھی، (تذکرۃ الخواص ص ۲۵۳) اور ابوسفیان میں کوئی مردانہ وجاہت نہ تھی۔ یہ چھوٹے دد کے آدمی تھے، (اسد الغابہ) اور دل کے بھی چھوٹے تھے، یہی کوہا تھ روکے دیتے تھے۔ ان چھوٹے دد کے کچھ سر دار پہ ایکسا و ظلم ہو کر انہی ایک آنکھ طائف کی جنگ میں ضائع ہو گئی۔ اور وہ کالے ہو گئے۔ جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔ اور وہ اندھے ہو گئے۔

ابوسفیان رسول اللہ کی ایذا رسانی میں ہمیشہ پیش پیش رہے، یہ وہی شخص ہیں کہ جھوٹوں نے جنگ بدر کا انتقام لینے کے لئے قریش میں انتقام کی اسی آگ بھڑکائی کہ ایک سال کی مدت میں یمن ہزار کا لشکر اسلام کو نصیب دنا پود کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ابوسفیان مشرکوں کو گریہ و ناری سے منع کرتے اور کہتے، ”جب تم ان مقوتین بدر) پہ لڑ کر دگے تو تمہارا غم نازل ہو جائے گا، انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی، محمد اور ان کے صحابہ کی دشمنی سے رک جاؤ گے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جب تک میں محمد سے جنگ نہ کروں سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اور نہ ہی عورت کے پاس جاؤں گا۔

ابوسفیان بدین شکست کھانیکے ایک سال بعد ۳ھ میں تمام قبیلوں کو اصرار میں لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید جنگ کی۔ اسی جنگ میں آنحضرت کے چچا حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ اور مسلمانوں کو نہر میت اٹھا نا پڑی۔ اس جنگ کے بعد بھی ابوسفیان کی آتش انتقام سرد نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ و سلامت تھے۔ اسلام پھیل چھل چھل رہا تھا تو وہ کیسے چین سے بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ ایک اور جنگ کی تیاری شروع کر دی اس جنگ میں ابوسفیان نے قریش کے علاوہ باہر کے مشرک قبائل کو بھی اکٹھا کر لیا، اور دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر چڑھائی شروع کر دی۔ غرض کہ آغا اسلام سے لے کر اس وقت تک جب کہ وہ بالکل مجبور نہ ہو گئے۔ اسلام دشمنی پر کمر بستہ ہے۔ جب کوئی راہ فرار نظر نہ آئی تو فتح مکہ کے موقع پر جناب عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادلِ نخواستہ

اسلام قبول کر لیا۔

اسلام قبول کر لینے کے بعد بھی ابوسفیان کے قول و فعل سے اسلام دشمنی کا اظہار ہوتا
فتح مکہ کے فوراً بعد رسول اللہ کو حنین میں جنگ لڑنا پڑی۔ وہاں بھی مسلمانوں نے صبر و
جبراً راہ فرار اختیار کی تو ابوسفیان کی زبان پر بے اختیار یہ کلمات جاری ہو گئے، ”اب تو یہ مسلمان
سمندر تک بھاگ کر عائشہ کے (طبری ج ۱۰ جنگ حنین) جنگ یرموک کے موقع پر ابوسفیان کا یہ
حال تھا کہ رومیوں کا غلبہ دیکھتے تو کہتے کہ شاہ باش! روم کے بہادر۔ اور حبیب مسلمانوں کا غلبہ
دیکھتے تو کہتے روم کے بادشاہوں کا نام مٹتا ہوا نظر آتا ہے عبداللہ نے اس بات کا ذکر اپنے
باپ زبیر سے کیا تو انہوں نے کہا، خلا اس کا برا کرے یہ نفاق سے باز نہ آئے گا۔ (الاستیعاب)
حضرت ابو بکر نے اپنے برائے رفیق جناب عمر فاروق کی مدد سے دھونس اور دھاندلی کے ذریعے
خلافت چھین کر لیا تو ابوسفیان کی جو مصیبت جاگ اٹھی اور وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا
”قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی مجھے خلیفہ بن گیا۔ تم تیار ہو تو میں وادی کو
سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ حضرت علیؑ نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ تو ہمیشہ اسلام اور اسلام
اسلام کا دشمن رہا ہے۔ یہیں تیری مصیبت کی ضرورت نہیں۔

(طبری جلد اول۔ سیرت ابنی)

اور جب حضرت عثمان خلیفہ بنے تو ابوسفیان اُس کے پاس آئے اور کہا یہ خلافت
ابو بکر و عمر کے بعد آپ کو ملی ہے اسے گیند کی طرح اچھال لو اور اس کی ٹخیں بنی اسیہ کو بناؤ۔
یہ خلافت نہیں بادشاہی ہے، میں نہیں جانتا کہ جنت و دوزخ بھی کچھ ہے۔

(ابن عساکر ج ۲۔ ذکر صفحہ بن حرب)

ابوسفیان کی اسلام اور بانی اسلام کے ساتھ مکمل دشمنی اور ایذا رسانی کا
مسلل عمل کہ جو آغاذا اسلام سے لیکر فتح مکہ تک جاری رہا اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔
لیکن نواصب نے ابوسفیان کی بھی تعریف کا کام سنبھالا ہوا ہے یہ بد باطن لوگ ابوسفیان کے
قبول اسلام کا سہارا لیکر اسکے ماضی کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ ایام جاہلیت
میں بھی بڑے محترم سردار تھے اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انکا

بہت احترام کیا، انہیں اور دیگر نبی امیہ کو ہمدے دیتے اور کچھ فرائض سونپے۔
 یہ لوگ ان باتوں کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ گویا یہ بڑی شان بڑھانوالی باتیں ہیں۔
 حالانکہ البیاض تھا رسول اللہ صلیم کا تو مزاج ہی یہ تھا کہ آپؐ کو مسلمانوں کی تالیفِ قلوب فرماتے
 مشہور واقعہ ہے کہ جب فتح مکہ کے نو مسلمانوں کو رسول اللہ صلیم نے قدیم مسلمانوں کے تقابلہ میں
 مالی غنیمت میں سے زیادہ حصہ دیا تو ایک انصاری نوجوان ناراض ہو گیا۔ مدینہ کے قریب جو
 کے بعض سرکشوں کی تالیفِ قلوب کے لئے باقاعدہ جھنڈ بڑھا ہوا تھا، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا
 دروہ آیا تو آپؓ نے یہ کہہ کر اسے نہر کو دیا کہ اب سلام کو اتنی قوت حاصل ہو چکی ہے کہ اس کی ضرورت
 نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قریش میں بنو امیہ کو بنو ہاشم کے بعد سب سے زیادہ باعزت
 سمجھا جاتا تھا اور ابوسفیان اس خاندان کا سردار تھا، چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا تو یہ
 رسول اللہ صلیم کا حسنِ اخلاق تھا کہ انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اس کی معاشرتی حیثیت کو
 برقرار رکھتے ہوئے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اسے امان
 دی جائے گی۔ ناصبی رسول اللہ صلیم کے اس حسنِ اخلاق میں ابوسفیان کے ایمان
 کو تلاش کرتے ہیں، یعنی ان کے خیال میں رسول اللہ کا یہ سلوک اس وجہ سے تھا کہ ابوسفیانؓ
 مسلمان ہوئے تھے۔ ناصبی اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی صورت سے یہ ثابت
 کر دیا جائے کہ ابوسفیان صدقِ دل سے اسلام لائے تھے اور ساری زندگی ایک سچے
 اور مخلص مسلمان کی طرح گزار دی، لہذا وہ ابوسفیان کو دقتاً دقتاً دی جانے والی چھوٹی چھوٹی ذمہ داریوں
 کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی ایسی ذمہ داری نہیں کہ جس سے ان کی ایمانی
 نفیلت ثابت ہو سکے لیکن ذمہ داریاں تو اتنی بے وقعت ہیں کہ ان کا تذکرہ بھی نہ ہونا
 چاہیے تھا۔

کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو لقیف نے اسلام لانے کے بعد یہ خواہش ظاہر کی کہ ان میں جو
 بہت سے آئے نہ گمراہ یا جلتے۔ لیکن رسول اللہ صلیم نے اسے ٹوٹنے کا ارادہ کیا اور اس کام کے
 لئے ابوسفیانؓ کو ذمہ داری کا انتخاب کیا۔ دوسری قابلِ ذکر ذمہ داری یہ بتائی جاتی ہے کہ رسولؐ

لے ابوسفیان کو خزان کا والی بنایا تھا لیکن طبری کے مطابق ابوسفیان کی ولایت صرف صدقات وصول کرنے تک تھی۔ جبکہ عمرو بن حزم نماز کے لئے امام مقرر کئے گئے تھے۔ یہ دونوں روایتیں ابوسفیان کے ایمان کو ثابت کرنے میں کارآمد ثابت نہیں ہو سکتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ابوسفیان جیسے باطنی مشرک کے دل سے بتوں کی عظمت نازل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خود اسکے ہاتھ سے بت ٹوٹنے جائیں۔ لہذا بت شکنی کا یہ واقعہ ابوسفیان کے صاحبِ ایمان ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

دوسری روایت کے مطابق ابوسفیان کو ولایت خزان دینے کے باوجود امامت نماز سے دُور رکھا گیا۔ حالانکہ امام قاسم کے مطابق امامت کے فرائض بھی والی انجام دیتا تھا چنانچہ یہ روایت بھی ابوسفیان کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

ابوسفیان کی تشریف اسلام کے حوالے سے تو ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن بچا رہے ناصیوں کی یہ مجبوری ہے کہ وہ معاویہ کے باپ ہیں۔ اور معاویہ علی کے دشمن۔ لہذا وہ ابوسفیان کی مدح سرائی کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ ابوسفیان کہ جس کی آدمی سے زیادہ زندگی بتوں کے آئے سجدہ کرتے گذری۔ اسلام اور بانی اسلام کی دشمنی جس کا طرہ امتیاز رہا جو آغا نہی سے اسلام کو فتنہ خیزی سر توڑ کوششیں کرتا رہا۔ اور پھر جب مقابلہ کی سکت ہی نہ رہی، موت اور بربادی صاف نظر آنے لگی تو مجبوراً کلمہ پڑھا اور رسول اللہ کی اطاعت قبول کر لی۔ کیا ان حالات میں اسلام قبول کرنے والے ابوسفیان کے اسلام کو تحقیر و آفرین کی نظر سے دیکھا جاسکتا ہے اور یہ سوچا جاسکتا ہے کہ اسکے دل سے رسول اللہؐ اور ان کے بھائی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تلوار نے بڑے بڑے عزت دار اویلوں کے سر کاٹ کر رسول اللہؐ کے قدموں میں پھینک دیئے تھے) کا بغض و کینہ دُور ہو گیا ہوگا اب ذرا اس ابوسفیان کے لئے ایک ناصی مولانا محمد تاج فی عہدیت ملاحظہ ہو۔

”بہارِ نبوت کے جو پھول آخر میں کھلے ان میں حضرت ابوسفیانؓ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز ہے۔“

”مالکِ کریم نے اگر آپ کو صحیح فہم بخشا ہے اور صحابہ کرامؓ کھلے دل میں رِیخ نہیں

ہے تو حضرت سفیانؓ کی دیانت، امانت، اخلاص اور کمال ایمان روز روشن کی طرح نظر آئے گا۔“

حضرت معاویہ کی والدہ محترمہ

ہندہ بنت عتبہ، معاویہ بن ابوسفیان کی والدہ محترمہ تھیں، مسلمانانہ نام سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ انہوں نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا۔ اور بعض اعضائے جسمانی قطع کر کے ان کا بار بجا کر پہنار۔ سہندہ بنت عتبہ بھی اپنے شوہر ابوسفیان کی طرح بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ اسلام اور بانی اسلام کی دشمن تھی۔ یہ دشمنی آغاز اسلام سے تھی۔ اور اس کا آخری اور پھرتا ہوا اس وقت دیکھنے میں آیا کہ جب ابوسفیان اسلام قبول کرنے کے بعد واپس اپنے گھر آیا اور اسکی اطلاع سہندہ کو ہوئی تو اس نے ابوسفیان کی مونچھیں پکڑ لیں اور کہا اس تیر جیٹ والے بھونڈی نیڈلیوں والے کو قتل کر دو۔ (زاد المعاد جلد ۲، ص ۲۳۰)

ایک دوسری روایت کے مطابق: سہندہ نے ابوسفیان کی داڑھی پکڑ لی اور کیا کہ اے آلِ غالب اس شیخ الحمق کو قتل کر دو۔ (تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ۲)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحہ مکہ میں داخل ہو گئے تو سہندہ کو بھی اپنی بے بسی کا یقین آگیا اور پھر جب عورتوں سے بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں، لیکن یہاں بھی اپنی چرب زبانی اور بے حیائی سے باز نہ آئیں انہوں نے دورانِ بیعت رسول اللہؐ کو جس طرح جلے کئے جواب دینے سے ان کی چھٹی ہوئی نفرت کا اظہار ہوتا ہے مولانا شبلی ٹکھنہ ہیں کہ بیعت کے وقت انہوں نے نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے

باتیں کیں جو حسب ذیل ہیں (بحوالہ طبری جلد ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔
ہندہ یہ اقرار آپ نے مردوں سے کیا نہیں، لیکن

سہمہ حال ہم کو منتظر ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :-

چوری نہ کرنا

سہمہ :-

میں اپنے شوہر (ابوسفیان) کے مال میں سے دو

چار آنے سمجھی سمجھی لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں

یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :-

اولاد کو قتل نہ کرنا

سہمہ :-

ہم نے تو اپنے بچوں کو ہلاکتا ہوا بڑے ہوئے تو

جنگ بدر میں اپنے انھیں مار ڈالا، اب آپ

اور وہ باہم سمجھ لیں۔

رسید النبی جلد اول

یہ خاتون انتہائی زبان دراز، بیباک اور سفاک ہی نہ تھیں۔ نہ نامار بھی تھیں

شاید اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لیتے وقت اقرار لے لیا

تھا کہ وہ نہ ناہنیں کر سکی اور نہ ہی کسی پر بہتان لگائیں گی اس بات کا تذکرہ بھی طبری نے

کیا ہے، لیکن مولانا کشمیری نے غمانی شاہد مصلحتاً نظر انداز کر گئے

ان کی زندگاری کے سبب معاویہ کی ولایت مشکوک ہے، جس کا تذکرہ ہم شروع

میں کر چکے ہیں اب ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں جس سے ان کا کردار مشکوک نظر آتا ہے

ملاحظہ ہو۔

خرالطی نے ہوائف میں حمید بن وہب کی زبانی لکھا ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ کی

شاری زوجان قریشی فاکہ بن ربیعہ ہوئی تھی اسکے کرہ طعام میں لوگ بغیر لوچھے آجاتے تھے۔

ایک دن یہ میاں بوی اس کمرے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ فاکہ کسی ضرورت گھر کے اندر گیا اور

اسکے خوراک بعد ایک غیر شخص کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس شخص نے اس کمرے میں صرف ایک تنہا

عورت کو بیٹھے دیکھا تو خوراک اٹے پاؤں بھاگ اس شخص کو بے تحاشا لوٹتے ہوئے فاکہ نے

دیکھ کر اپنی بوی کو ٹھوکریں مارتے ہوئے پوچھا "تیرے پاس یہ کون بیٹھا تھا۔ بوی نے جواب دیا میں نے

کسی کو نہ تاک نہیں دیکھا البتہ تمہارے کہنے پر یاد آئے کہ کوئی آیا تھا۔ چنانچہ فاکہ نے اسے شیکے بیچ دیا۔ اس واقعہ کی لوگوں میں چہ پیگیاں ہونے لگیں اس پر ایک دن سہو کے والد نے سہو سے کہا: ”بیٹی تمہارے متعلق لوگوں میں بڑا حسرت چھا ہوا ہے اصل واقعہ مجھ سے بیان کرو۔ اگر تمہارا خاوند سچا ہے تو میں خفیہ طور پر اسے قتل کروا دوں گا۔ پھر لوگ شوش بھجائیں گے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو میں کے کسی بخوی کے پاس چلو دے تمہاری صداقت کا اعلان کر دینگا۔ یہ سن کر سہو نے زمانہ جاہلیت کی طرح جھوٹی قسمیں کھائیں جس پر غنہ کو اپنی بیٹی کی برائت و صداقت کا یقین ہو گیا۔ اسکے بعد فاکہ سے غنہ نے کہا تم نے میری بیٹی پر بہت بڑا ہتھان باندھا ہے اس لیے میں کے بخوی کے پاس چلو۔

غرض کہ فاکہ اپنے خاندانی لوگوں کو اور غنہ کو اپنی بیٹی سہو اور اسکی سہیلیوں وغیرہ دوسری عورتوں اور قبیلہ عبد مناف کے کچھ لوگوں کو لے کر یمن کی طرف روانہ ہوئے جب حدود یمن میں پہنچے تو سہو کی حالت غیر دیکھ کر اسکے والد غنہ نے کہا: ”بیٹی تم پریشان کیوں ہو، تمہاری یہ گھبراہٹ تمہارے جرم کو واضح کر رہی ہے۔ سہو نے کہا: ”ابا جان آپ مجھے بخوی کے پاس لے جا رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بخوی کبھی درست کہتے ہیں اور کبھی غلط۔ میں اس چیز سے ڈر رہی ہوں کہ اگر اس بخوی نے مجھ کو بلا وجہ مجرم کہہ دیا تو میری پیشانی پر ایک دھبہ لگ جائے گا اور مملکت عوسبہ مجھے شرمسار کرے گی۔ اس پر غنہ نے کہا بیٹی! میں تمہارا معاملہ پیش کرنے سے پہلے ہی اس کا امتحان کر لوں گا۔

غبنہ بخوی کے پاس پہنچا ہے، اس کا امتحان لیتا ہے اور اسے سچا پاتا ہے) بخوی ہر عورت کے پاس جاتا اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا کھڑی ہو جاؤ، یہاں تک کہ سہو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتا ”کھڑی ہو جاؤ“ تم بالکل پاک و صاف ہو، تم نے زنا وغیرہ کچھ نہیں کیا۔ کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا جہان نہ کرو اور تم ایک بادشاہ کی ماں بنو گی۔ جس کا نام سعادہ ہو گا۔ یہ دیکھ کر فاکہ نے اپنی بیوی سہو کا ہاتھ پکڑا، لیکن بیوی نے اپنے خاوند کے ہاتھ کو جھٹکا دیکر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور کہا: ”دوسرے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ بخوی کی یہ بات کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ میری

پیٹھ سے نہ ہوگا۔ الحاصل منہ نے اوسفیان سے شادی کی اور امیر معاویہ پیدا ہوئے۔
 تاریخ الخلفاء ۱۹۹ء - نفس اکیدی کراچی

اس روایت کا موضوع ہونا بالکل ظاہر ہے۔ عرب معاشرے میں زنا کوئی اتنا
 زیادہ غیرت کا مسئلہ نہیں تھا کہ شوہر ہوی پر شک کرے اور قیامت آجائے کہنے والے
 اپنی بیٹی کی پاکبازی ثابت کرنے کے لئے ہفتوں کا سفر طے کر کے یمن جا پہنچیں۔ اس زمانہ
 کی سفری صورتوں کا بھی آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے

ہم نے جب اس روایت پر غور کیا تو ہمیں اس میں بھی منہ کی بدکاری کی بو آئی
 اس روایت کو وضع کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منہ کی بُری شہرت کے اثرات
 کو زائل کیا جاسکے۔ راوی نے نجومی سے منہ کے لئے سند پاکبازی حاصل کرنے کے
 بعد منہ کو ایک بادشاہ بیٹے کی ولادت کا مرزہ بھی سنایا۔ روایت کا یہ آخری
 ٹکڑا اس کے موضوع ہونے پر ایک اور دلیل ہے اس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ
 روایت محض اس لئے گھڑی گئی کہ حضرت معاویہ ایک پاکباز ماں کے فرزند ہیں مگر خلی
 باوشاہت میثاق ازدی میں پہلے سے تھی۔

دستی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کا یہ فعل منہ کے
 وعدہ وصل کے نشہ کی وجہ سے تھا۔ اس سلسلے میں طبری میں یہ روایت موجود ہے۔

منہ بنت عتیر بن ربیعہ کا یہ حال تھا کہ جب وہ دستی کے پاس سے گذرتی یا وہ
 اس کے پاس سے گذرتا، کہتی۔ ”اے ابو وسمہ ربیعہ دستی کی کینٹ تھی“ تو میرادل
 ٹھنڈا کر اور اپنا دل بھی ٹھنڈا کر (تاریخ طبری - جلد اول)

”اپنا دل بھی ٹھنڈا کر“ اسی فقرہ میں وعدہ وصل پوشیدہ ہے کہ دستی کو رسول اکرمؐ
 کے چچا حضرت حمزہؓ سے منہ کی طرح کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی کہ انھیں قتل کر کے اس کا کلبہ بھی
 ٹھنڈا ہوتا۔

اب ذرا منہ کی بے حیائی کا اندازہ لگانے کے لئے اس کا ایک فقرہ سن لیں۔ جنگ
 یرموک کے موقع پر اس نے مسلمانوں کو خوش دلاتے ہوئے کہا ”اے مسلمانو! ان غیر محمدیوں کو اپنی

تیخ سے ٹکڑے کر ڈالو۔“

اس فقرہ کو بھنگ کے ایک نا صبی مولانا محمد نافع نے اپنی کتاب ”حضرت اوسقیا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ میں بڑے فخریہ انداز سے لکھا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی شریف
سورت خواہ کسی زمانہ کی ہو، مردانہ عضو تناسل کے حوالے سے نتیجہ عام میں کوئی بات
کر سکتی ہے۔ سوائے زین فاحشہ کے۔

آخر میں ہم اسی نا صبی کی کتاب کے چند اور کلمات نقل کر رہے ہیں تاکہ مسلمان عورت
حاصل کریں۔

”سندھ قریش کی سردار عورتوں میں سے تھیں، صاحب الزمان، زبیرؓ ہر شہد
خود دار اور بڑی عقلمند عورت تھیں۔ اپنی قوم میں اپنی صف کے لئے رئیس سمجھی جاتی تھیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ اظہارِ مودت
کیا۔ آپ نے احادیث نبویؐ کو نقل کیا اور اشاعتِ دین و تبلیغِ مذہب کے ثواب میں شامل ہوئیں
حضرت سندھ بنتِ عتبہؓ میں دیانت و امانت، صداقت و شرافت اور ایمان کی پختگی کی جانی
علامت تھیں۔“ (حضرت اوسقیا۔ از مولانا محمد نافع)

ابتدائی حالات

بیدارش اور جوانی:

معاویہ بن اوسقیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حبشت سے ۵ برس قبل
بیدار ہوئے آپ کے بچپن اور جوانی کے بارے میں کوئی تفصیلی نہیں ملتی صرف قیاس کیا جا
سکتا ہے کہ سندھ حبشی ماں کی آغوش میں پلنے والا بچہ کیسہ ہوگا.... اس کے بچپن اور
جوانی کے بارے میں حضرت علیؓ ابن ابی طالب صفین کے میدان میں فرماتے ہیں: ”معاویہ کی

فوج نے مکر و فریب سے قرآن نیروں پر بلند کیا ہے میں خوب جانتا ہوں کہ معاویہ اور عمر دین عام و غیرہ دیانت دار اور اہل قرآن نہیں ہیں۔ میں ان کے بچپن اور جوانی کو خوب جانتا ہوں، یہ بچپن میں شیر لڑکے تھے اور جوانی میں بدکردار تھے۔ پس ان کے فریب میں کوئی نہ آئے۔“

ازدواج و اولاد :

ان کی ایک زوجہ میمون بنتِ بجل مقین، یہ زید راہنی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ یہ بھی منقول ہے کہ ایک لڑکی بھی اس سے پیدا ہوئی اس کا نام ام ربیع المشریق تھا۔ وہ بچپن ہی مر گئی، ایک اور زوجہ فاختہ بنتِ نزلہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف تھی۔ اسے عبد اللہ اور عبد الرحمن دو لڑکے پیدا ہوئے، عبد اللہ لاحق تھا، ابوالخیر اس کی کینٹ تھی۔ ایک دفعہ اس کا لڑکھا ایک بچگی والے کی طرف ہوا۔ اس نے بچگی میں خیر کو باندھا تھا اور خیر کے گلے میں گھنٹی باندھ دی تھی، عبد اللہ نے پوچھا، ”تم نے اس کے گلے میں گھنٹی کیوں باندھ لی ہے۔“ اس نے کہا، ”اس لئے گھنٹی باندھی ہے کہ یہ کھڑا ہو جائے اور جی رک جائے تو مجھے معلوم ہو جائے۔“ عبد اللہ بن معاویہ نے کہا، ”اگر خیر کھڑے کھڑے سر ملتا ہے اور جی نہ چلائے تو پھر تمہیں کون خبر ہو گی۔“ بچگی والے نے کہا، ”خدا آپ کا بھلا کرے، میرے خیر میں آپ جی عقل نہیں۔“ (تاریخ طبری ۴۰ھ کے واقعات)

قبولِ اسلام

یہ امر یقینی ہے کہ معاویہ نے ہی اپنے باپ کی طرح فتح مکہ کے موقع پر بدرجہ مجبوری اسلام قبول کیا مگر اسے کیا کیجئے کہ ناصیوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے کہ آپ ظاہری طور پر تو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے مگر دراصل آپ اس سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر ظاہر نہ کیا تھا اور مجبوری خود معاویہ کی زبانی یہ بیان کی گئی ہے کہ معاویہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عمرہ القضاء سے پہلے اسلام لے آیا تھا مگر

مذہبہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری والدہ کہا کرتی تھیں کہ اگر تم مجھے توہم منوری اخراجاؤ
زندگی دنیا بند کر دینگے۔ خود یہ مذہبی ایسا ہے کہ جو معاویہ کے بیان کو بھڑکانا بیت کرنے
کے لئے کافی ہے۔ اگر معاویہ اسلام کی خاطر مدینہ جاتے تو دو سو مسلمانوں کی طرح
انہیں بھی اخراجات زندگی میسر آ جاتے جبکہ ان قریبی عزیز عثمان بن عفان جیسے دو ممتاز
آدمی موجود تھے۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب معاویہ نے خلیفہ بنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلافت
لجاعت کی تھی ان کے لئے طلقاً اور مولفۃ القلوب کی اصطلاح کا استعمال عام ہو گیا تھا۔
خاص طور سے امام حسن کی دست برداری کے بعد جب معاویہ خلیفہ بنے تو لوگوں نے کہنا
شروع کر دیا کہ معاویہ طلقاً میں سے ہے اسکے لئے خلافت جائز نہیں۔ حضرت علیؑ نے بھی
اپنے خطوط میں معاویہ کو یاد دلا ہے کہ وہ طلقاً میں سے ہیں۔ ان حالات میں معاویہ کا یہ
دعویٰ اگر اس روایت کو درست سمجھ لیا جائے کہ انہوں نے فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کر لیا
تھا اور اسکا اظہار فتح مکہ کے موقع پر کیا بعض طلقاً کی کُجکی سے بچنے کی کوشش کے سوا
کچھ نہ تھا۔

طلقاً کے بارے میں تو صحیح طبری لکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

”اے قریش اہل مکہ! جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔“
انہوں نے کہا۔ ”آپ اچھا ہی سلوک کریں گے، کیونکہ آپ رقیہ ہیں اور
شریف کے بیٹے ہیں۔“

آپ نے فرمایا۔ ”اچھا جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔“

رسول اللہ نے تمام اہل مکہ کو آزاد کیا، حالانکہ بدوہ شمشیر اللہ نے ان کو آپ کے لئے
مقرر کیا تھا اور وہ بمنزلہ فتنے کے تھے اسی وجہ سے اہل مکہ کو طلقاً کہا جانے لگا (آزاد شدہ)
(طبری جلد اول سیرت النبی)



قبول اسلام کے بعد ویر کی حیثیت

دور رسالت میں:

اس بات کا شدت سے پردہ کینڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کتابتِ وحی جیسا فریضہ انجام دیا کرتے تھے، اسکی حقیقت مشترکاتی سی ہے کہ رسول اللہ ﷺ معاویہ سے بھی کتابت کا کام لیا کرتے تھے۔ مولانا شبلی نعمانی کا تبیینِ وحی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”قریش میں سب سے پہلے کا تبی عبد اللہ بن ابی سرح تھے، مدینہ میں اسکی اولاد کا شرف حضرت ابی بن کعب کو حاصل ہوا۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عامر بن نفیر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت ثابت بن قیس بن ثمال، حضرت حذفہ بن الاریح الاسدی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت خالد بن ولید، حضرت خالد بن سعید العاص، حضرت علا بن حفصی، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت زید بن ثابتؓ، مختلف اوقات میں اس منصب پر مامور ہوئے۔ اگرچہ تمام بزرگوں کو کبھی کبھی یہ خدمت انجام دینی پڑتی تھی چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ امراء اور سلاطین کے نام خط حضرت عامر بن نفیر لکھتے تھے۔ اور امراء عمان کے نام آپ نے جو مکتوب بھیجا تھا۔ وہ حضرت ابی بن کعب کا لکھا تھا۔ قطن بن حارثہ کو جو خط ہارکانہ نبوتؐ سے بھیجا گیا تھا وہ حضرت ثابت بن قیس نے لکھا تھا، لیکن عام طور پر یہ خدمت حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق تھی۔ اور صحابہ کے گرد میں ان کا نام اسی حیثیت سے نمایاں ہے۔“

(سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی جلد دوم)

معاویہ بن ابی سفیان نے کہا کہ ان کا بتوں میں سے ایک ہے، ان کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؐ نے کس قسم کی کتابت کی، لیکن ان کے ہمدردوں نے انہیں کتابت دینی کا لقب اس طرح عطا کیا کہ جیسے صرف یہی کتابت دینی تھی۔ اور یہ ہر حال اس لئے پیش آئی کہ معاویہ کا دامن اسلامی فضیلتوں سے خالی تھا۔

دورِ البکر میں:

حضرت البکر کے دورِ حکومت میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ البکر نے معاویہ کے بحالی یزید کو شام کی طرف امیر لشکر بنا کر بھیجا۔ معاویہ بن ان کے ساتھ ساتھ گئے۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ ابوسفیان کی اولاد کو فوجی امانت دی گئی۔ اور اس طرح بنو امیہ کے لئے حصولِ اقتدار کا دروازہ کھول دیا گیا۔

دورِ عمر بن خطاب میں:

حضرت عمر نے یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کو دمشق کی ولایت عطا کی۔ یعنی معاویہ بن ابی سفیان کے اقتدار کی بنیاد حضرت عمر بن خطاب نے رکھی شروع شروع میں معاویہ نے محتاط روش اختیار کی، لیکن جیسے جیسے اس کی اقتدار پر گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا چلا گیا۔ اور جلد ہی وہ وقت آ گیا کہ آپؐ نے تیسروں کی شان اختیار کر لی، یہاں تک کہ انہیں عرب کا کسریٰ کہا جانے لگا۔ اور حضرت عمر بن خطاب خاموش تماشا بنے رہے۔

حضرت عمر جب ملک شام آئے تو معاویہ نے حشم و خدم کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ اور اسی طرح کے حشم و خدم کے ساتھ ان کے پاس گئے۔ عمر نے کہا، "اے معاویہ! تم صبح و شام اسی حشم و خدم کے ساتھ پھرتے ہو اور میں نے یہی سنا ہے کہ تم گھر میں موجود ہوتے ہو اور اہل حاجت تمہارے دروازے پر رہتے ہیں۔"

معاویہ نے کہا، "اے امیر المومنین! دشمن یہاں سے بہت قریب ہے۔ اس کے جاسوس"

مخبر بہت ہیں، میں جانتا ہوں کہ وہ جب شوکتِ اسلام کو دیکھیں — امیر المومنین آپ حبیب
ذرا میں میں اسی حکم کو بجالاؤں۔ عمر نے کہا میں نے جب کسی بات پر ہمتیں ڈال رہے تھے
مزد سے ترک کر دیا ہے اس باب میں نہ میں تم کو حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔
(تاریخ طبری ۴۱ ج ۲ ص ۶۶۹)

حضرت عمر بن خطابؓ کا دوسرا رخ:

حضرت سعدؓ نے علیؓ کا دروازہ بند کر دیا کیونکہ اسکے سامنے یا ناز لگتا تھا اور اس کا شور و
غوغا انہیں بات نہیں کرنے دیتا تھا۔ جب انہوں نے دروازہ لٹکایا تو لوگوں نے ان کی طرف
ایسی باتیں منسوب کیں جو انہوں نے نہیں کہی تھیں۔ وہ کہتے تھے سعدؓ کہتے ہیں یہ آوازیں
بند کر دو، لوگ اسے قہر سے کہتے ہیں کہ اسے پکارتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے کانوں میں بھی یہ آوازیں
پہنچیں تو انہوں نے محمد بن مسلمہؓ کو بلوا کر کوڑہ روائہ کیا اور فرمایا: تم وہاں جا کر علیؓ کے دروازہ
کو بیلادو اور اس کے بعد ذرا لوٹ لو۔“ (تاریخ طبری، خلافت فاروقی)

یہ بات حضرت عمرؓ کو اچھی طرح سے معلوم تھی کہ معاویہؓ طلقاء میں سے ہیں۔ اور سعد
بن ابی وقاص سابقون و اولون میں سے۔ معاویہؓ ہر وقت کسروی شان سے قدم و حشم
کے ساتھ رہتے تھے اور سعدؓ نے صرف ایک ڈیڑھ تیر کر لی تھی، معاویہؓ کا حشم و حشم خود دیکھا
تھا۔ اور سعدؓ کے بارے میں باتیں سنائی جھٹکتی، لیکن جناب عمرؓ معاویہؓ کے سامنے بیس
بن گئے تھے اور سعدؓ کے لئے دہشت ناک سعد ہی پر کیا منحصر تھا ان کا جس پر بس
چلتا اس کے لئے عذابِ الہی بن جاتے۔ تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔

معاویہؓ کا عذر بہت کمزور تھا۔ لیکن وہ شہ زور تھے، لہذا عمرؓ نے ان کا عذر قبول
کر لیا۔ حضرت عمرؓ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اسلام کی شان و شوکتِ قدم و حشم میں نہیں
تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے۔ یہی اسلام کی شرافت تھی۔ دشمن اسی سے متاثر ہو سکتا
تھا کہ جس سے خود وہ محروم تھا۔ نہ کہ اس شان و شوکت سے جو خود اس کے پاس معاویہ
سے زیادہ تھی۔

حضرت عمر معاویہ کو کہیں سے جانتے تھے ان کی مکاریاں کوئی ان سے ڈھکی چھپی نہیں
تھیں۔ حضرت عمر لوگوں سے کہتے تھے کہ تم قیصر و کسریٰ کے عیار اور مکار ہونے کا ذکر کرتے
ہو، تمہارے یہاں بھی تو معاویہ موجود ہیں۔ (ابن الاثیر جلد ۳ ص ۲۱۶)

ناہیبوں کے نزدیک معاویہ کا عذر معقول تھا لہذا جناب عمر خاموش ہو گئے اگر اس
بات کو صحیح تسلیم کر لیا جلتے تو پھر حضرت عمر کو خاموش نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ معاویہ کا
شکر یہ ادا کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیے تھا کہ تم نے مجھے اچھی راہ سبھائی تم تو صرف ایک صوبے
کے حبشی گورنر ہو میں تو پوری مملکت اسلامیہ کا والی ہوں پہلے تو مجھے قیصر و کسریٰ کی سی
شان و شوکت اختیار کرنا چاہیے تھی، چلو جو ہوا سو ہوا۔ اب میں بھی اپنی رہائش کے لئے ایک
عظیم الشان محل بنواؤں گا کہ جو صحیح معنوں میں اتنی بڑی اسلامی مملکت کے فرمانروا کے
شیان و شان ہو۔ مجھے تو دو سر ممالک کے سیفروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ہو سکتا ہے کہ کبھی
قیصر روم مجھ سے ملاقات کے لئے آجائے۔

بات یہ ہے کہ جناب عمر کی سیاست کہ جس کی کامیابی کا بہت پر چلے مکمل طور سے
خدا و رسول کے فرمان کے تابع نہ تھی۔ اس میں ان کے مزاج اور مصلحتوں کو بہت دخل
تھا۔۔۔ اسلام کا یہ مزاج نہ تھا کہ کمزور غلط راہ چلے تو اسے ڈرے کے ذریعے سیدھا کر دو
اور اگر طاقتور ہو تو منظر انداز کر دو۔ حضرت عمر معاویہ سے خائف تھے کہ وہ بنو امیہ کے چشم و چراغ
ہیں، شہ نور قبیلے کی مخالفت مول لیتے ہوئے گھبراتے تھے، اس گھبراہٹ کا ایک نفسیاتی
سبب بھی تھا کہ بنو امیہ قریش کا رہنما شمش کے بعد سب سے معزز خاندان سمجھا جاتا تھا اور
جناب عمر کا تعلق ایک چھوٹے خاندان سے تھا اور حضرت عمر یہ بھی جانتے تھے کہ بنو امیہ کے
اکثر افراد کا اسلام محض ظاہری ہے اگر ان کے اقتدار پر آنچ آئی تو وہ خلیفہ وقت کے خلاف
بغاوت کر دینگے۔ یا سناہ شوں میں لگ جائیں گے یہ تو محض حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام
کا حوصلہ تھا کہ انہوں عوام کے حقوق غصب کرنے والے ظاہری مسلمان کو خلیفہ بنتے ہی
گورنری سے معزول کر دیا۔

دور حاضر کے مشہور مفکر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام میں ملوکیت کی تلاش

نہایت احتیاط کے ساتھ کی ہے۔۔۔ ان کے مسلک کا تقاضہ بھی یہی تھا، اگر ان میں یہ کہنے کا حوصلہ نہ تھا کہ ملوکیت کی ابتدا تو سقیفہ بنو ساعہ کی بے مثال دھماکنی سے ہو گئی تھی تو کم از کم اتنا تو کہہ دیتے کہ معاویہ بن ابی سفیان (جسے مودودی صاحب خلافت کو ملوکیت میں بدل دینے کا مجرم سمجھتے ہیں) کی قیصریت و کسرویت کو گوارہ کر کے عربی خطاب نے اسلام میں ملوکیت کی راہ ہموار کی۔

عثمان کے دور میں:

عربی خطاب ایک قوم پرست ایرانی فیروز ابو لؤلؤ (جسے غلامی کی جگہ میں بیسیا جا رہا تھا) کے ہاتھوں سے زخمی ہوئے۔ زخم ٹھیک تھا، زندگی سے مایوس ہو گئے تو ایک ایسی شوری تشکیل دی کہ خلافت کا رخ بنو امیہ کی طرف مڑ جانے، چنانچہ یہی ہوا۔ عثمان بن عفان (اموی) خلیفہ بنا دیے گئے۔ خلیفہ نے تو بنی امیہ کی بن آئی۔ بیشتر صوبوں پر بدکار واد یا شاہ اموی لوجوان مسلط کر دیے گئے۔ معاویہ بن ابی سفیان تو پہلے ہی شام کے دالی تھے ان کی ولایت میں نو سنیے مکر دی گئی۔

مولانا مودودی خلافت و ملوکیت میں لکھتے ہیں:

حضرت عثمان نے حضرت معاویہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور رکھا۔ وہ حضرت عمر کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آ رہے تھے۔ حضرت عثمان نے ایلہ سے سرحد روم تک اور الجزائرہ سے ساحل بحر ابيض تک کا پورا علاقہ ان کی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت (۱۲ سال) میں ان کو اسی صوبے پر برقرار رکھا۔ یہ وہ علاقہ ہے جس میں اب شام لبنان اردن اور اسرائیل کی چار حکومتیں قائم ہیں۔ (حضرت عمر کے زمانہ میں ان علاقوں پر معاویہ سمیت چار گورنرز مقرر تھے) یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخر کار حضرت علیؑ کو بھگتنا پڑا، شام کا یہ صوبہ اس وقت کی اسلامی سلطنت میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا اس کے ایک طرف تمام مشرقی صوبے

تھے اور دوسری طرف تمام مغربی صوبے، بیچ میں وہ اس طرح حائل تھا کہ اگر اس کا گورنر مرکز سے منحرف ہو جاتے تو وہ مشرقی صوبوں کو مغربی صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔ حضرت معاویہ اس صوبے کی حکومت پر اتنی طویل مدت تک رکھے گئے کہ انہوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں اور مرکز کے قابو میں نہ رہے بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر ہو گیا۔ (خلافت دلوکیت)

معاویہ نے حضرت عمر کے دور میں شاہانہ انداز اختیار کر لئے تھے لیکن شاید یہ عمر کا خوف تھا کہ معاویہ میں ابھی سینہ زوری نہیں آئی تھی۔ وہ من مانی کرتے ہوئے ڈرتے تھے، ابھی ان میں زیادہ احمقیت سر پھیلانے کا حوصلہ نہ تھا۔ لیکن عثمان کے دور میں وہ اپنے آپ کو مکمل آزاد اور خود مختار سمجھنے لگے۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ خلیفان کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اور کچھ اس لیے کہ خود خلیفہ اسلامی صوبوں کو نظر انداز کر رہا تھا، بیت المال اس کا ذاتی خزانہ تھا جس کو جو چاہتا تھا عطا کر دیتا۔ اس نے برگزیدہ اصحاب نبیؐ کی موجودگی میں اپنے بدکردار رشتہ داروں کو تمام اہم صوبوں کا دالی بنا دیا تھا۔ ایسے ماحول میں معاویہ کی خود مختاری اور طاقت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا مودودی نے بالکل سچ کہا کہ وہ مرکز کے قابو میں نہ رہے تھے بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر ہو گیا تھا۔

حضرت عثمان کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص ان کے یا ان کے گورنروں کے خلاف آواز اٹھاتا اور ان کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا تو وہ اسے معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیتے۔ چنانچہ سب سے پہلے ان کے عتاب کا شکار انتہائی برگزیدہ صحابی جناب ابوذر غفاریؓ ہوئے وہ مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر عثمان کی بجا داد و دہش پر تنقید کرتے اکثر سران کی وہ آیت تلاوت کیا کرتے کہ جس میں سونا چاندی جمع کرنے والوں کو جہنم کے غلاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آپ کسی جرم پر جلادین کر کے دمشق بھیج دیے گئے۔ دمشق پہنچے تو وہاں اپنے معاویہ کا یہ حال دیکھا کہ بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ بیت المال کو اپنا ذاتی خزانہ سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں تو اپنے وہاں بھی سوائے احتجاج بلندی، ہتھوڑے ہی عرصے میں لوگ آپ کے گرد اکٹھا ہونے لگے۔

ابوذرؓ مسجد میں ہوتے یا شہر کے کوچہ و بازار میں، اپنا کلام جاری رکھتے رہتے۔ یہ نے دولت مندوں کے خلاف اپنی تقریریں جاری رکھیں، یہ تقریریں کیا تھیں قرآنی آیات اور ان کی تفسیریں تھیں آپؐ کی ان باتوں سے وہاں بغاوت کے آثار نمودار ہونے لگے۔ مورخ طبری لکھتا ہے:

”ابوذرؓ اس قسم کی تقریریں کرتے رہے یہاں تک کہ غریب طبقہ پر ان کی باتوں کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے دولت مندوں کو بھی اس بات پر مجبور کیا اور دولت مند طبقہ عوام کے اس سلوک کی شکایت کرنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر معاویہؓ نے عثمانؓ کو لکھا ”ابوذرؓ میرے لئے مشکلات کا باعث بن گئے ہیں اور ایسی ہی باتیں کرنے پھر رہے ہیں۔“ (تاریخ طبری۔ خلافت عثمانی و فاروقی)

معاویہؓ میں اس محدود بادشاہت پر قناعت کا جذبہ نہ تھا۔ وہ پوری مملکت اسلامیہ کے خلیفہ بننے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ خلیفہ کے خلاف بغاوت کے آثار نمودار ہوتے تو ان کے دل کی کلی کھلنے لگی جب بات حد سے بڑھ گئی اور خلیفہ کی زندگی کو خطرات لاحق ہوئے تو انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیے اور وہاں قیام کیجئے۔ اور اس طرح انہوں نے درپردہ دار الخلافہ شام منتقل کر نیکی تجویز پیش کی۔ اس بات پر حضرت عثمانؓ تیار نہ ہوئے تو معاویہؓ نے کہا کہ اگر آپ حکم دیں تو مدینہ میں آپ کی حفاظت کیلئے شاہی دستے تعینات کر دیتے ہیں مگر عثمانؓ اس پر بھی آمنی نہ ہوئے۔ معاویہؓ کی ان تجاویز کی حقیقت پر تاریخ دانوں کا اتفاق ہے لیکن ان تجاویز میں معاویہؓ کی کیا غرض پوشیدہ تھی اس بھید کو نہیں کھولا جاتا۔

اگر عثمانؓ مدینہ میں رہتے ہوئے طبعی موت مرتے تو خلافت کا معاویہؓ کی طرف آنا تقریباً ناممکن تھا، اہل مدینہ ہی خلیفہ کا انتخاب کرتے۔ اور وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ معاویہؓ طلقاء میں سے ہیں اور ان کا اسلام مجبوری کا ہے قیوم فیضانِ نبول کے ہوتے ہوئے ان کی کوئی حیثیت تھی۔ اگر عثمانؓ معاویہؓ کے ہال میں آ جاتے، دار الخلافہ شام میں لے جاتے تو معاویہؓ ان کے جیسے ہی خلافت کی ہاک ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور دھونس دھاندلی اور لالچ کے ذریعہ اپنی خلافت کی راہ ہموار کرتے۔ پھر خلیفہ کی آنکھ بند ہوتی ہی اپنی خلافت کا اعلان کر دیتے۔ اسلامی مملکت کے ایک وسیع و عریض علاقہ شام، فلسطین، حمص اور لبنان میں معاویہؓ کی خلافت نے نیر کی کاڑھ

کے تسلیم کر لی جاتی۔ باقی ماندہ علاقہ ہاتھ دھو لٹس ولا لٹس کے ذریعے لے لیتے یا ان سے باقاعدہ جنگ کے
 اگر حصولِ خلافت کی دوسری تدبیر یعنی شامی فوجوں کی تعیناتی کی مہربانی میں اجازت
 مل جاتی تو عثمان کی طبیعت یا غیر طبیعت کی صورت میں شامی تلواریں خلافت کا رخ معاریہ کی
 طرف موڑ دینے کی بھرپور کوشش کرتیں۔

معاویہ جناب عثمان کو یہ سجادہ زینت پیش کرنے میں ہرگز غفلت نہ تھے، یہ بات اس وقت
 بالکل واضح ہو گئی تھی کہ جب حضرت عثمان انصاریوں کے زمرہ میں آگئے اور انہوں نے اپنے
 صوبائی گورنروں کو مدد کے لئے خط لکھے۔ اپنے معاویہ کو لکھا۔

(ہاں معذرت!۔ میں ایک ایسی ہی قوم میں مصروف ہوں جس میں حضرت دراز سے رہتا
 ہوں۔ انہوں نے جلدی میرے بارے میں فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ یا تو مجھے بھاگے ہوئے اونٹ
 کے پالان پر سوار کر دیں یا میں وہ چادراتا کر لائیں دے دوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے
 یا قید کی حالت میں قتل کر دیا جائے جو شخص حکومت کرتا ہے فیصلہ کبھی ٹھیک کرتا ہے کبھی غلط۔
 فریاد ہے، فریاد ہے۔۔۔ میرے سوا تمہارا کوئی خلیفہ نہیں ہے اے معاویہ! جلدی میرے
 پاس آؤ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میری مدد کے لئے نہیں آؤ گے۔

(الامامت والسیاست عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ)

(اردو ایڈیشن)

عثمان قتل کر دیئے گئے مگر معاویہ نے کوئی مدد نہ بھیجی

علی بن ابیطالبؑ معاویہ بن ابی سفیان

قتل عثمانؓ کے بعد انقلابیوں نے حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے گھیر لیا۔ آپ فرماتے ہیں "اس وقت لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب سے عیال کی طرح ہر طرف سے لگتا رہا۔ پھر ہاتھ یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؓ اور حسینؓ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیر ڈالے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود جب میں امِ خلافت کو لئے کھڑا ہوا ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا۔ اور میرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔" (تذکرۃ النحیاء الامتہ، خطبہ شقشقیہ)

حضرت علیؑ کے ہاتھ پر عام بیعت پہنچی تو آپؑ نے منبرِ رسولؐ سے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور ابتداً اس فقرے سے کہ: "اللہ کے احسان کا شکر ہے کہ حق اپنی جگہ ٹوٹ آیا۔"

(روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۴۲)

خطبہ ختم کرنے کے بعد حضرت علیؑ علیہ السلام اپنے مکان میں تشریف لے گئے وہاں میغرہ بن شعبہ ملاقات کیلئے آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: "وہ کیا؟"

میغرہ نے کہا کہ اگر آپؑ اپنی خلافت کا استعفاء چاہتے ہیں تو طلحہ بن عبید اللہ کو حکم دے کہ اور زبیر بن العوام کو بصرہ کا گورنر بنادے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو بصرہ شام میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان پر آپؑ کی اطاعت لازم ہو جائے اور وہ آپؑ کے تابع ہو جائیں، جس وقت آپؑ کی خلافت مستحکم ہو جائے تو آپؑ کو اختیار ہے جسے چاہیں معزول کر دیں جسے چاہیں برقرار رکھیں۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا: "طلحہ اور زبیر کے معاملہ میں تو میں جلد غور کروں گا، مجھے معاویہ... تو خدا مجھے وہ دن دکھائے جو میں اپنے کسی معاملے میں ان سے مدد لوں۔"

البتہ میں انہیں اپنی بیعت کی دعوت دیتا ہوں انکا انہوں نے قبول کر لی تو فیہما دین

میں ان سے جنگ کروں گا۔ یہ سن کر مغیرہ خفا ہو کر اٹھ گئے۔

حضرت علیؑ نے عثمان بن حنیف کو بصرہ، عمارہ بن حسان کو کوفہ، عبید اللہ بن عباس کو یمن، قیس بن سعد انصاری کو مصر اور سہیل بن حنیف کو شام کا والی بنا کر بھیجا۔ سہیل شہرک کے قریب پہنچے تھے کہ معاویہ کے سپاہیوں نے انہیں واپس لوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ پھر حضرت علیؑ نے معاویہ کو عبداللہ بن رافع سے یہ خط لکھوا دیا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی طرف سے معاویہ کے نام خط

امالحد

بسم اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصاریوں کے لئے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ رائے عمل اور پسندیدگی و ناپسندیدگی میں عام لوگ نہیں کی پیروی کرتے ہیں لہذا تمہیں چاہیے کہ فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ میں نے تمام گورنروں کو طلب کیا ہے تاکہ ان سے اپنی خلافت اور فرمانبرداری کا اقرار لوں اور جو یا میری گردن پر پڑا ہے انکی گردن پر بھی ڈالوں اور یہ ذمہ داری وہ ہے جس سے میں نے اپنے دین اور امانت کو خرید لیا ہے اور جسے قبول کئے بغیر میرے لئے کوئی سیالہ کار نہ تھا۔ پس اس خط کو دیکھتے ہی تم انشاء اللہ اپنے اشراف اصحاب کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔

سفارت المطالب ص - ۵۸ مکتوبات حضرت علیؑ

اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ - کراچی (لاہور)

معاویہ کو جب حضرت علیؑ کا یہ خط ملا تو انہوں نے جواب میں ایک خط لکھا اور اپنے فضائل تحریر کئے، اس پر حضرت علیؑ نے انہیں ایک منظم خط لکھا، اس کا ترجمہ مکتوبات حضرت علیؑ مرتبہ حکیم نبی احمد خان سے پیش کیا جاتا ہے۔



محمد مصطفیٰ پیغمبرِ حق !
 جنابِ حمزہؓ سردارِ شہیداں
 جو ہمہ راہ ملائک محمد پر داز
 خیر دی خبر صادق نے سب کو
 محمد مصطفیٰؐ کی قسّۃ العین
 میرے اور انکے خون و گوشت دیوست
 انھیں سے دونوں سے مصطفیٰؐ کے
 جسے حاصل ہو میری سی فضیلت
 ہمیں اسلام لایا تم سے پہلے
 حبیبِ بکریا سے اور مجھ سے
 اسی دن سے انھوں نے فرض کے مثل
 رہ رہ رکھو یاد ہے افسوس اس پر

میرے بھائی بھی تھے میرے خسر بھی
 چچا تھے میرے (ہے یہ کس سے خفی)
 رہا کرتے ہیں صبح و شام (جسکی)
 وہ جعفر تھے میرے مانجائے بھائی
 میری پہلوئیں زوجہ تھیں میری
 ملے اس طرح ہیں کہ گویا ایک ہیں
 مرے فرزند، راحت میری جاں کی
 بتاؤ تو بھلا ہے تم کوئی ؟
 تھا بچہ ہی، نہ آئی تھی جوانی
 ہوتی جن روز قائم رشتہ دای
 اطاعت میری واجب تم پہ کی تھی
 حسد ابی واسطے اس کے تباہی

جو میدانِ قیامت میں ہو حاضر
 عداوت سے ہو وہ منسوب میری

اصل عربی متن - تذکرۃ الخواص الامۃ

(ص ۷۷)

معاویہ کے علاوہ دوسرے اموی گورنر جن کو کہ حضرت علیؓ نے معزول کر دیا تھا بیت المال
 سینٹ کر مکتہ کرتے جہاں بی بی عائشہؓ تھیں اوروں میں خن عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے

لوگوں کو بھیڑھانے میں مصروف تھے۔ معزول گورنر جو خزانے اپنے ساتھ لائے تھے، انہیں حضرت علیؑ کے خلاف جنگی تیاریوں پر مصروف کیا گیا۔

جنگِ جمل

بی بی عائشہؓ مکمل جنگی تیاریوں کے ساتھ ہزاروں مسلمانوں کو لئے خلیفہ وقت کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلیں۔ اس غرض سے انہوں نے اپنا مرکز بصرہ کو بنایا۔ حضرت علیؑ بھی ان باغیوں کی سرکوبی کے لئے ۱۲ ربیع الاول کے (آخر میں بصرہ کے لئے روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر پہلے تو اپنے ان لوگوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی اور قرآن کو بھی درمیان میں لائے لیکن ان پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ زبیر بن العوام کو حضرت علیؑ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنائی جس پر انہوں نے بی بی عائشہؓ سے علیحدگی اختیار کی اور میدانِ جنگ سے واپس جانے لگے تو راستہ میں انہیں قتل کر دیا گیا۔

باغیوں نے من کی تمام راہیں مسدود کر دیں تو حضرت علیؑ نے ان کے خلاف زبردست جنگ کی جسے تاریخ میں جنگِ جمل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس جنگ کے نتیجے میں ہزاروں مسلمانوں کے علاوہ طاہر بن عبید اللہ اور زمیر بن العوام قتل ہوئے۔ بی بی عائشہؓ کو شکست فاش ہوئی وہ چھپائے اور شرمندگی کے احساسات لئے واپس مدینہ چلی گئیں۔ یہ جنگ جماد الثانی (۶۳۶ء) کا تقریباً آدھا مہینہ گزرنے پر واقع ہوئی۔

حضرت علیؑ اس جنگ سے ظفر و نوک مدینہ جانے کے بجائے گود تشریف لے گئے۔ اور وہیں قیام فرمایا تاکہ معاویہ کی بغاوت کو آسانی سے کچل جا سکے۔

معاویہ کی تیاریاں

حضرت علیؑ ابن ابیطالب ان حالات میں الجھ پڑے تھے اور معاویہ اس صورتحال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جنگی تیاریوں میں مصروف تھے۔ سب سے بڑی تیاری یہ تھی کہ ان کا بیٹا یزید کو حضرت علیؑ کے خلاف برگنجیت کیا جائے اور اصحاب رسول کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو

انجام نواہنایا جائے۔

عوام میں میحانی کیفیت پیدا کرنے کے لئے معاویہ نے نائلہ (زوجہ عثمانؓ) کی کٹی ہوئی انگلیاں اور خون آلود کمرتا منبر پر لٹکوا دیا۔ لوگ اسے دیکھ کر نادمہ قطار روتے لوگوں کو یہ بتایا جاتا کہ عثمانؓ کو مظلم شہید کیا گیا اور اس کے ذمہ دار علیؓ ابن ابیطالب ہیں۔

معاویہ کا قصہ بنی تعلق بنی عس سے تھا، حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ اس سے خط لہنے کے بعد زبانی حالات دریافت کئے۔ فرمایا:

”کیا خبر لائے ہو؟“

اس نے کہا شاہی حضرت عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے کا پکا ارادہ کر چکے ہیں انہوں نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود میرا بن عوام کے لئے لٹکایا ہے جس کے گرد لوگ جمع ہیں اور نادمہ قطار رو رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا شاہی آپؓ کو حضرت عثمانؓ کے خون کا ملزم قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں آپؓ کے خون کے سوا ہمیں کوئی بات منظور نہیں۔“

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ”اے اللہ! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں۔“

(تاریخ طبری سوم)

یہ کرسٹیک سال منبر پر رکھا رہا اور انگلیاں ٹٹی رہیں لوگ اس کڑے کو دیکھ کر نادمہ قطار روتے تھے۔ لوگوں نے تسلیں کھائی تھیں کہ وہ تو اپنی بیویوں کے پاس جائینگے نہ احکام کے بغیر عمل کریں گے نہ بستروں پر سوئیں گے نہ ٹھنڈا پانی پیئیں گے نہ وقتیکہ فاتح عثمانؓ کو قتل نہ کر دیں اور جو شخص ان کی ماہ میں حاضر ہوگا اسے فنا کے گھاٹ اتار دینگے یا خود ختم ہو جائے گا کبھی کبھی معاویہ خدا سے کہتے کہ میں لیتے اور گلے میں نائلہ کی انگلیاں ڈال لیتے یہ سب عثمانؓ کے کرتے کو دیکھ کر روتے اور کہتے کہ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کیا۔ (البیہ)

یہ صورتحال اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ معاویہ نے عمائدین شام کو یقین دلانے کے لئے کہ عثمانؓ کے قاتل علیؓ ہیں باقاعدہ ہم سب لڑائی اور ان کے سامنے جمعیٰ کو ایسا پیش کریں اور جب انہیں یقین آگیا تو ان سے کہا کہ آپؓ لوگ عوام میں اس بات کو مشہور کر دیں اور انہیں خون عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے جوش دلائیں۔ یہ ساری کامروائی عمرو بن العاص جیسے

خیار و مکار کے مشورے سے عمل میں آئی عمرو بن العاص نے معاویہ کو مشورہ دیا کہ
 ”اہلِ شام کے روسا کو مدد کے لئے لکھئے اور خونِ عثمان کا الزام ان کے (حضرت علیؓ)
 کے سر مقویہ کر ان سے جنگ شروع کر دیجئے۔“ (طبری جلد سوم)

معاویہ اہلِ شام کو بھڑکانے میں اس لئے کامیاب ہو گئے تھے کہ
 ان کے علاقے مسلمانوں کے مرکزِ مدینہ سے بہت دور واقع تھے چنانچہ ان علاقوں کے
 مسلمانوں کو تو اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی صحیح معرفت حاصل نہیں تھی وہ علیؓ کو کیا جانتے
 وہ تو اسی رسولؐ اور اسی اسلام سے واقف تھے جسے معاویہ نے متعارف کروایا تھا۔ معاویہ
 مسلسل ایک طویل عرصہ سے ان علاقوں پر بلا شرکتِ غیرے مطلق العنانی سے حکومت کر رہے
 تھے۔ اہلِ شام معاویہ کو بنو امیہ ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔

معاویہ نے اصحابِ رسولؐ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی، چنانچہ انہوں نے
 عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص اور عمر بن مسلمہ کو خط لکھے، لیکن مسد کی کھائیؓ نے
 اور سعد و دونوں نے حسد کی وجہ سے حضرت علیؓ سے کٹاؤ کشی اختیار کی تھی لہذا معاویہ یہ سمجھ بیٹھے
 کہ یہ حضرات ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ان دونوں میں تھوڑی سی شرافت اور
 غیرت باقی تھی کہ وہ علیؓ کے خلاف ایک طلح باغی کے کہنے میں نہیں آئے۔ محمد بن مسلمہ
 بنی امیہ کے فرو تھے لیکن عثمان کے مخالفوں میں سے تھے انہوں نے مہر میں عثمان کے خلاف
 بغاوت پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ معاویہ نے سوچا کہ شاید یہ اسکے حامی بن جائیں اور علیؓ
 کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے میں اہم کردار ادا کریں۔ لیکن محمد بن مسلمہ نے بھی ان کا ساتھ دینے سے
 انکار کر دیا۔ معاویہ کے نام محمد کے خط کی چند سطریں ملاحظہ ہوں :

”وہ (عثمان) تم سے امداد کی توقع رکھتے تھے لیکن تم نے قدر
 کے باوجود کھنسا سوچا ہے انہی مدد میں تغافل اور سستی برتی کہ
 ہمیں مزید حکومت کا موقع ملے۔ تم نے ان کا حتیٰ رشتہ داری سطر
 چھوڑ دیا جیسے وہ تم سے کچھ متعلق ہی نہ رکھتے تھے۔ تم سمجھتے تھے کہ
 ان کے دشمن ان پر فتح پالیں تو تم اپنے گویہ مراد کو پہنچو۔ اور

اب تم خن عثمان کے قصاص کا بہانہ ڈھونڈ رہے ہو تاکہ کچھ
کاتل اپنے سر پر کھڑے ہو۔ اور مملکت کی ننگی اپنی انگلی

میں بہن لو۔“ (روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۸ نو کثرت پریں لکھنو)

دو پیشہ درستم کے مکار عمر بن العاص اور مزید بن شعبہ کو جھینسی سنی مسلمان اپنی انہی
کوٹاہ بنی کے سبب اصحاب نبیؐ میں شمار کر کے ان کے لئے اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں۔
معاویہ کے ہاتھ معتدل معاویہ پر بک گئے معاویہ کی کامیابی میں عمرو بن العاص کے مشورہ
کو بڑا دخل ہے عمرو کے بکنے کا حال مورخین نے اس طرح لکھا ہے۔

جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر معاویہ نے حضرت علیؑ کی بیعت انکار کر دیا تو اپنے دونوں بیٹوں
عبداللہ اور محمد سے اپنے لائحہ عمل کے سلسلے میں مشورہ طلب کیا۔ عبداللہ جو کہ نیک اور پاکباز تھے
کہنے لگے آپ نے اچھا وقت گزارا ہے اب اس قسم میں پڑ پڑنی عاقبت خراب کریں اور اس اشتداد
خلفشار سے الگ ہیں آپ کے آنحضرتؐ اور شیخین رضی وہ کر دینا سے اٹھے اس قدر ومنزلت کو
ضائع نہ کیجئے۔ مگر دوسرے بیٹے نے کہا آپ تو عرب کے سرداروں میں سے ایک ہیں ایسے وقت میں
جبکہ معاملات کی جوڑوڑ جاری ہے آپ کی غیر حاضری مناسب نہیں میرا مشورہ ہے کہ آپ
معاویہ کا ساتھ دیجئے (طبری سوم)

عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ عبداللہ کا مشورہ میرے دین اور میری آخرت کے لئے مفید ہے
اور محمد کی بابت میری دنیا کے لئے۔ وہ رات بھر طرح طرح سے خیالات میں غلطایں پہنچا
جانتے ہیں حضرت علیؑ کی بیعت گوارہ نہ تھی اس لئے کہ بیعت سے کسی دنیاوی نفع کی امید نہ
تھی۔ نہ کوثری مل سکتی تھی اور نہ حکومت میں حصہ۔ لیکن امیر معاویہ کے یہاں کوثری کی خواہش
کی تکمیل کے تمام اسباب موجود۔ انہوں نے بڑے سوچ بچار کے بعد دینا پر دین قربان کر دیا۔ اور
اپنے بیٹوں کے ساتھ فلسطین سے دمشق روانہ ہوئے انہی دنوں کی کا حال تو عربیہ اس طرح لکھتے ہیں
کہ عمرو نے یہاں سے روتے ہوئے کہہ کیا۔ وہ بالکل عورتوں کی طرح رو رہے تھے۔ ہائے عثمان
آج میں جیسا اور دین دلوں کا ماتم کر رہا ہوں۔ عمرو بن العاص اس طرح روتے ہوئے دمشق
پہنچے کہ ان کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔

مرفکہ اسی طرح مگر مچ کے آنسو بہاتے ہوئے دشت پہنچے۔ اور وہاں لوگوں سے خطاب ہو کر کہا کہ تم واقعتاً حق پر ہو اس لئے خلیفہ مظلوم کے قصاص کا مطالبہ کرو لیکن معاویہ نے عمرو بن العاص سے اس قول پر کوئی تجربہ نہ دی۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کی اس بے بسی پر انظارِ تعجب کرتے ہوئے کہا "یہ جانتے ہوئے کہ حق پر تم نہیں ہو، حق پر تمھارا سر نہیں ہے تمھاری کامیابی اور تمھارا ساتھ دنیا کا راستہ ہے دین کا نہیں۔ میں تمھارا ساتھ دین چاہتا ہوں، ہمیں اس سے جنگ کرنی ہوگی جس کی سبقت اسلام، قرابت رسولؐ اور فقیلت سے تم بھی واقف ہو۔ لیکن ہم نے دنیا اختیار کر لی۔"

(طبری سوم - باب ۱۰)

بہ کچھ عرصہ توقف کے بعد معاویہ نے عمرو کی طرف التفات کیا۔ اور عمرو نے اس شرط پر کہ مصر کی حکومت ہمیشہ کے لئے اسکے حملے کر دی جائے گی، معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

(طبری سوم - باب ۱۸)

حضرت علیؑ نے ان دونوں مکالموں کو خط و کتابت کے ذریعہ بہت سمجھایا بچھایا۔ تاکہ غمخیزی کی نوبت نہ آئے، آپ نے عمرو بن العاص کو لکھا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
عمرو بن العاص کے نام

المعتمد:

دنیا (انسان کو) ہر چیز سے چمڑا کر اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اور دنیا دائرہ میں اسی کے دے ہو جاتا ہے اس میں سے جتنا حاصل ہوتا جاتا ہے دنیا کی حرص بڑھتی جاتی ہے۔ اور اور حاصل شدہ حصہ غیر حاصل شدہ سے بے نیاز نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ انسان کو اپنی جمع کردہ اشیاء سے ایک دن جھل ہونا بھی ضروری ہے پس خوش نصیب وہی ہے جو دوسروں سے

نقصیت چل کرے۔ لہذا تم معاویہ کی غلط کاری میں ان کا ساتھ
دیکر اپنے اعمال رائیگاں نہ کرو کیونکہ انہوں نے حق کو چھوڑ
ناحق کو اختیار کر لیا ہے۔ والسلام

والا خیار لا اطلاق ص ۴۴، کتاب مکتوبات حضرت علی
عمر بن العاص پر حضرت علیؑ کے سمجھانے کا کچھ اثر نہ ہوا چنانچہ آپؑ نے اسے ایک انتہائی سخت

خط لکھا:-

بندہ خدا علیؑ امیر المؤمنین کی طرف سے نسل بریدہ ابن نسل بریدہ
عمر بن العاص ابن دائل کے نام جو چاہلیت اور اسلام دونوں میں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کا دشمن رہا۔

راہ ہدایت پر چلنے والے کے لئے سلامتی ہوا اما بعد! تم نے اپنی
مروت ایسے ناسق کے لئے ترک کر دی جس کا پردہ فاش ہو چکا
جو اپنی مجلس میں عزت دار پر عیب لگاتا ہے اور اپنی صحبت میں
برباد کر دے وقوف کہتا ہے۔ اب تمہارا دل اس کے لئے تابع
ہو گیا ہے جیسے ایک نسل مشہور ہے ”وافق شق طبقہ“ لہذا
اس نے تم سے تمہارا دین و امانت دینا و آخرت سب کچھ بین
لیا۔ اللہ تمہارے حال پر باخبر ہے۔ پس تم اس بھڑیے کی طرح
ہو جو رات کے اندھیرے میں اور دن کی روشنی میں شیر کے چھ لگا
اس کے بھڑے بچے کھٹے اور اس کے شکار کے بوجھ کی جستجو میں
رہتا ہے لیکن تقدیر سے نجات نہیں دانتہا ہی ملتا ہے جتنا

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسمؑ کا انتقال ہوا تو عمرؓ کے باپ عاص بن دائل نے
حضرت کو اتر نسل بریدہ) کہا جس پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ اَكْبَرُ اس میں عمرؓ کو
دشمن رسولؐ اور نسل بریدہ فرمایا گیا ہے
۲۔ ایک ضرب المثل ہے جو کسی کی کامل موافقت پر کہ جاتی ہے۔

تقدیر میں ہو اگر تم حق اختیار کرتے تو اپنی آرزو ضرور حاصل
کر لیتے، بے شک جس کا قاتل حق پر ہو وہ ضرور ہدایت پاتا ہے
اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تم پر اور جگر خوار ماں (سہنہ) کے بیٹے
(معاویہ) پر قابو دے دیا تو میں تم دونوں کو قریش کے ان ظالموں
سے ملا دوں گا جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے زمانہ میں
ہلاک فرمایا اور اگر تم میرے قبضہ میں نہ آتے اور میرے بعد
باقی رہے تو تمھیں اللہ بھیجے گا۔ ادا اس کا انتقام اور عذاب
کافی ہے۔
والسلام

مکتوبات حضرت علی مرتبہ حکیم فی اعد خان (اسلامی پبلیکیشنز
(لاہور، کراچی، ڈھاکہ)

معاویہ کے ساتھ بھی حضرت علیؑ کی طویل خط و کتابت ہوئی ان خطوط میں حضرت
علی مرتضیٰؑ نے معاویہ کو اسلام کے حوالہ سے نصیحتیں کیں اور انہیں ان کی حیثیت یاد دلانی۔
اپنے آپ کو قتل عثمان سے بری الزمہ ثابت کیا اور انہیں بتایا کہ تم قصاص خون کے مطالبہ
کے حقدار نہیں ہو یہ تو معیت نہ کرنے کا بہانہ ہے۔

غرض کہ حضرت علیؑ نے انہیں بہت سمجھایا تاکہ خونریزی نہ ہو۔ لیکن دم ہو کے ہی۔
ان خطوط میں سے دو خط پہلے نقل کئے جا چکے ہیں۔ اب ہم مزید دو خط نقل کرتے ہیں۔

معاویہ نے حضرت علیؑ کو ایک سخت خط لکھا اسکے جواب میں آپ نے یہ خط تحریر فرمایا:

اما بعد اے معاویہ! میں ہی تمہارے ماموں، نانا اور بھائی

کا قاتل ہوں، میں نے جس تلوار سے انہیں قتل کیا وہ اب بھی

میرے پاس موجود ہے، میں نے نہ اپنی تلوار کسی دوسری تلوار

سے بدلی، نہ اپنے رب کو کسی دوسرے کے رب سے اور نہ اپنے نبی کو

نہ۔ نانا عتبہ بن ربیع، ماموں ولید بن عتبہ، اور بھائی خطلہ ابن ابی سفیان ربیع

بیتوں جنگ بد میں حضرت علیؑ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارے گئے۔

کسی دوسری نئی سے بدلا۔ اب تم جو چاہو کر دیکھو (انشاء اللہ)
تم مجھے ایک بہادر سپاہی ہی یاد آئے۔ میں ہر گزراہ اور سرکش
سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ والسلام

(المقد الفریہ جلد ۲ ص ۲۴۳ یہ مکتوبات حضرت علیؓ)

حضرت جبریل ایک مینی صحابی تھے۔ حضرت علیؓ نے انہیں معاویہ کے پاس اپنا یہ خط دیکر

بھیجا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد!

اے معاویہ! اگرچہ تم شام میں تھے لیکن میری بیعت مدینہ میں
تم پر لازم آگئی تھی کیونکہ میرے ہاتھ پر انہیں لوگوں نے بیعت
کی تھی جنہوں نے ابوبکر اور عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔
اور یہ بیعت بھی اسی خلافت پر تھی جس پر یہ لوگ پہلے خلفاء
کی بیعت کر چکے تھے، اسکے بعد پھر نہ کسی حاضر کو کوئی
اختیار باقی رہا نہ کسی غائب کو حتیٰ استرداد اور حقیقت میں شوری
کا حق بھی مہاجر اور انصاری کا ہے، جب وہ کسی شخص پر اتفاق
کر لیں اور امام بنالیں تو اس کو خدا کی پسند اور رضا سمجھنا چاہیے۔
اس کے بعد اگر کوئی شخص ان کی جماعت سے نکل جاتا ہے
تو اول وہ اسے لٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر وہ پسپی
سے انکار کر دے تو مسلمانوں کے خلاف چلنے کے جرم میں اس سے
جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس کی پسندیدہ چیز اسے عطا
فرمائے گا۔ اور اسے دوزخ میں جو بہت بڑی جگہ ہے داخل
فرمائے گا۔

دیکھو معاویہ! طاع اور زبیر کے پہلے تو میرے ہاتھ پر بیعت کی

پھر ٹوڑ دی، ان کا یہ فعل ایک طرح کا ارتداد تھا۔ اس پر ہر طرح کی
کوشش کے بعد مجھے ان سے لڑنا پڑا۔ جس میں حق بات ہو کے
ہی اور اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نافذ ہو سکے رہا جسے وہ کسی طرح پسند نہیں
کرتے تھے۔ (مجھے نئے ہونے اور میری خلافت قائم رہی)

لہذا اب تمہیں بھی چاہیئے کہ عام مسلمانوں کی طرح تم بھی میری
بیعت میں آ جاؤ کیونکہ تم اور تمہارے ساتھیوں کے حق میں سب سے
بہتر بات عافیت ہی ہے یہ اور بات ہے کہ تم عثمان کے قتل کے
بالے میں بہت کچھ کہہ رہے ہو۔ تو دیکھو! پہلے تم بیعت کر دو، پھر
قوم کو لے کر مجھ سے فیصلہ کرنے کے لئے آؤ تو میں کتاب اللہ اور
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تمہارا ان کا
فیصلہ کر دوں گا۔ یہی وہ بات جس کا تم نے تیسرا کیلہ ہوا ہے (قصہ
حضرت عثمانؓ) تو یہ اس فریب کی طرح ہے جو سچے کو دودھ بھرتے
وقت دیا جاتا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں اگر تم خواہشات کے
تحت نہیں بلکہ عقل سے غور کرو گے تو عثمان کے خون کے معاملے میں
مجھے سب سے زیادہ بڑی پاؤں کے معاویہ دیکھو! تم طلقاء (فتح مکہ کے دن
ازراہ کر چھوڑے ہوئے افراد) میں سے ہو جن کو نہ خلافت جائز ہے اور
جو نہ امام بن سکتے ہیں اور نہ جھنڈی میں شریک ہو سکتے ہیں (حق ہے) میں
تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے پاس جبر کو بھیج رہا ہوں، یہ
صاحبِ ایمان اور صاحبِ جرین و سابقین میں سے ہیں لہذا اب بھی بیعت
کر لو اور (یاد رکھو) کہ خدا کے سوا کسی میں کوئی طاقت نہیں۔

الامامة والسياسة ص ۹۳ تذكرة خواص الامنة ص ۹۵ العقد الفرید

۲/۲۳۳ - اور مکتوبات حضرت علیؓ

حضرت جریرؓ (جھنڈی حضرت علیؓ نے یہ خدا سے کر معاویہ کے پاس بھیجا تھا) اس میں

معاویہ کے پاس پڑے رہے۔ اس پر حضرت علیؑ نے انھیں یہ خط تحریر کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم میرا یہ خط ملتے ہی معاویہ کو صاف آدور دو لوگ فیصلہ پر آمادہ

کرو اور کہہ دو کہ تباہ کن جنگ اختیار کرتے ہو یا انفعال کے ساتھ صلح؟

اس پر اگر وہ جنگ پسند کریں تو جنگ کا اعلان کرو واللہ تعالیٰ اشیاء

کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور صلح پسند کریں تو بیعت لے لو

اور میرے پاس چلے آؤ۔ والسلام

العقد المفید ۲/۲۳۲ اور مکتوبات حضرت علیؑ

یہ خط پہنچنے پر معاویہ نے جریر بنے کہا کہ میری رائے ہے کہ میں علیؑ کو لکھوں کہ وہ شام اور

مصر میرے حوالے کر دیں اور اپنی وفات کے بعد کسی دوسرے کی بیعت کا بائزیری گردن پر نہ ڈالیں

اس کے بدلے میں میں ان کی خلافت تسلیم کر لوں۔

جریر نے کہا۔ آپ جو چاہیں لکھیں، لہذا معاویہ نے حضرت علیؑ کو یہی لکھ دیا جب

یہ خط حضرت علیؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے جریر کو دوبارہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد

مصر و شام طلب کرنے سے معاویہ کی غرض صرف یہ ہے کہ

گردن میں میری بیعت رک کا قلاوہ نہ پہنا دے وہ من مانی تھارو اور اپنا

کمریں، اور ان کا یہ بھی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ ریت و لعل کر کے

مہیں تنگ کریں اور ڈالتے رہیں تا آنکہ اہل شام کی وفاداری

کو چاچ لیں۔ اس کے متعلق تو جب میں مدینہ میں تھا اسی وقت

میں نے ابن سقیہ نے مجھے توجہ دلائی تھی کہ شام پر معاویہ کو گور نہ رہنے

دوں اور میں نے انکار کر دیا تھا، خدا مجھے ایذہ وہ دن نہ دکھائے

کہ مجھے گراؤں کو اپنا مددگار بنانا پڑے لہذا اگر معاویہ تمہاری بیعت

کمر لیں تو خیر و نہ تم چلے آؤ۔
 والسلام
 (الامت والسیاست ص ۹۵ اور مکتوبات حضرت علیؑ)

جنگ صفین (۳۶ھ ۳۷ھ)

اس خط و کتابت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو امیر المؤمنین حضرت علیؑ علیہ السلام کے حکم سے
 ہادی تخلیہ میں اطراف و جوانب سے فوجیں جمع ہونا شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ ان کی
 تعداد اسی ہزار سے تجاوز کر گئی۔

حضرت علیؑ اور معاویہؓ کی فوجوں کی تعداد دو رخصین نے علیؑ المرتضیٰ ۱۰ ہزار اور بجاسی ہزار
 بتائی ہے (مسعودی) حضرت علیؑ نے مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے ۸ ہزار کا دستہ نفر ہادی
 کی قیادت میں اور پھر ہزار کا دستہ شریع بن ہانی کے ماتحت روانہ کیا۔ اس کی روانگی
 کے بعد لیکر آپؑ ۵ شوال ۳۶ھ کو معاویہؓ سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، مقام رقدہ
 پر پہنچ کر دریائے فرات کو کشتیوں کے پل کے ذریعہ عبور کیا۔ وہاں آپؑ کی ملاقات اپنے
 ہر اول دستوں سے ہوئی انہوں نے حضرت علیؑ کو بتایا کہ معاویہؓ اپنی فوجوں کے ساتھ فرات
 کی طرف بڑھ رہا ہے چونکہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے لہذا امیر المؤمنینؑ کے انتظار
 میں ٹھہر گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کا عندیہ قبول فرمایا۔ اور انہیں آگے جانے کا حکم دیا۔ جب یہ
 فضیلؓ روہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوالاعورؓ سلمیٰ شامی فوج کے ساتھ بڑا
 ڈلے ہوئے ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ آپؑ نے جناب مالکؓ شتر کو
 ان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ انہیں سمجھائی کہ جو شش کی جائے اور جنگ
 میں پہل نہ کی جائے۔ مالکؓ شتر نے وہاں پہنچ کر ایسا ہی کیا۔ لیکن ابوالاعورؓ رات کو ناچاک
 حملہ کر دیا۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ مالکؓ کی فوجوں کے جوابی حملے کی تاب نہ لاکر ابوالاعورؓ
 کھڑا ہوا۔ صبح ہوتے ہی پھر جنگ شروع ہو گئی۔ مالکؓ شتر نے ابوالاعورؓ کو پیغام بھیجا کہ اگر تجھ
 میں ذرا مردانگی ہے تو میرے مقابلے کیلئے نکل آ۔ لیکن ابوالاعورؓ مالکؓ سے مقابلے کی جرأت
 نہ کر سکا۔ شام ہوتے ہوتے وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھا لیا اور اگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسرے

دن حضرت علیؓ فرج کے ساتھ اپنے مقدمہ تجلیش کے پاس پہنچ گئے اور پھر سارا لشکر حضرت علیؓ کی سربراہی میں صفین کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے سے دو دن پہلے صفین پہنچ گیا۔ لیکن معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ دس پہلے ہی سے موجود تھا۔

معاویہ نے پہلے پہنچنے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت علیؓ کے لشکریوں نے پانی کی شکایت کی۔ آپؐ نے صفہ بن صوحان کی معرفت معاویہ سے کہلا بھیجا کہ تم سے اس وقت تک نہیں لڑتے جب تک تمہارے عذر نہیں سن لیتے مگر تمہارے لشکریوں نے پہلے ہی لڑائی پھیر دی پھر بھی ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ تم کو راہ حق کی دعوت دیں۔ اور جب تک حجت تمام نہ کر لیں لڑائی شروع نہ کریں۔ تم نے فرات پر قبضہ کر کے پانی روک دیا ہے۔ لوگوں کا پیاس سے بڑا حال ہے تم اپنے ہمراہیوں کو حکم دو کہ جب تک متنازعہ امور کا فیصلہ نہ ہو جہازے اس وقت تک ہمیں پانی لینے سے نہ رکھیں اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جس غرض سے ہم آئے ہیں اس کو بھڑک کر پانی پر لڑیں اور جو غالب ہو وہ پانی اپنے مصرف میں لائے تو ہم اس پر بھی تیار ہیں۔

معاویہ نے اپنے رفیقوں سے ملنے کی عمر بن العاصؓ نے پانی پر سے قبضہ اٹھانے کی رائے دی۔ ابن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بولے پانی سے قبضہ نہ اٹھایا جائے اور ان کو پانی نہ دیا جائے جس طرح ان لوگوں نے امیر المومنین عثمانؓ کو پانی نہیں دیا۔ اور یہاں سناشہد کیا۔ ویسے ہی ان لوگوں کو بھی پیاسا مارنا چاہیئے، صفہ اور ولید ابن ابی سرح میں سختی سے گفتگو ہونے لگی پھر سب دشمن تک نوبت آ گئی۔ بالآخر صفہ نے واپس آ کر اشتہ سے کل دقت بیان کیا اور امیر المومنین حضرت علیؓ کو اس سے مطلع کیا۔ اور معاویہ نے ابوالاعور سلمیٰ کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی فرج پانی نہ لینے پائے۔

حضرت علیؓ کی فرج سے اشعث بن قیسؓ کنہی نے پانی لانے کی اجازت چاہی امیر المومنینؓ نے اجازت دے دی، اشعث چند سواروں کو لے کر آگے بڑھے معاویہ نے ابوالاعور کی مدد پر یزید بن اسد قسری کو اور ان کے بعد عمرو بن العاصؓ کو روانہ کیا۔ حضرت علیؓ نے اشعث کی کمک پر شیب بن ربیع کو اور جحش مالک اشتر کو بھیجا۔ پہلے دونوں کی طرف سے تیر چلے پھر تیرے چلے

آخر میں تلواریں بکھڑائی علیؑ کے لشکر نے اس نیری سے جملے کئے کہ شامیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور اشتر اور ابن کے ہر اڑی گھاٹ پر قابض ہو گئے۔ ان لوگوں کا بھی قصد ہوا کہ معاویہ کے لشکر پر پانی بند کر دیں لیکن امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے انہیں اس ارادے سے باز رکھا۔

(ابن حنبلہ، وصحہ اول)

معاویہ عمرو بن العاص سے بولے۔ ”اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس نے ہمارے ساتھ پہلے ہی قدم پڑھ سلوک کیا ہے تو ہم اس کے ساتھ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے؟“ معاویہ کے اس سوال پر عمرو بن العاص نے کہا۔ ”اس شخص کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ یا تو ہم اس کی اطاعت پر مجبور ہو جائیں گے ورنہ اس کی تلوار ہم میں سے کسی فرد کی رگ گھونٹ پینچنے سے پہلے نہیں رے گی۔ یہی پانی کی بات تو وہ حد سے زیادہ حق پرست اور دین دار شخص ہے، لہذا ہم میں سے کسی کو پیاسا رہنے پر مجبور نہیں کرے گا۔“

(مروج الذهب دوم)

عمرو بن العاص کی اتنی بات بالکل درست تھی۔ حضرت علیؑ نے پوری فراخ دلی کے ساتھ اپنے بدترین دشمن کے لئے گھاٹ کھول دیا۔

یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ نے شیر بن عمرو بن محسن الانصاری، سعید بن مسیح المدائنی، اور شہید بن ربعی الیمنی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ انہیں شہید فرادے سمجھائیں اور جمعیت کے لئے آمادہ کریں لیکن ان لوگوں کی گفتگو کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

(طبری - ابن الاثیر)

اس سفارت کی ناکامی کے بعد جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ذی الحجہ ۳۵ھ کے پورے مہینے جنگ جاری رہی طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ روزانہ ایک سو تیرے شخص کو معاویہ کے مقابلے پر روانہ فرماتے اسی طرح معاویہ کی جانب سے بھی ایک سو تیرے میلان میں نکلتا، دونوں میں جنگ ہوتی اور کچھ دیر کے بعد دونوں واپس لوٹ جاتے۔ اس جنگ میں سوا بیس شریک ہوتے اور پیدل بھی اور دونوں لشکر کھل کر جنگ کرنا نہیں چاہتے تھے۔ کیونکہ اس میں زبردست تباہی کا سامنا ہوتا اور بڑی بربادی ہوتی۔

حضرت علیؑ، اشتر، بحر بن عدی، اکندی، شہید بن ربعی، خالد بن الولید، انصار کوفی

نیلان بن جھفتہ الیمی، سعید بن قیس، معقل بن قیس اور قیس بن سعد میں سے ایک ایک کو
امیر بن کر بھیجتے۔ اور اکثر و بیشتر اشتراک روا کیا جاتا۔

معاویہ کی جانب سے عبدالرحمن بن خالد ابوالاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ القہری، ابن ذی الکھلاع
الحمری، عبید اللہ بن عمر خطاب، شرحبیل بن السمط الحمدی، اور حذفہ بن مالک الہمدانی لشکر لیکر
بھجوتے، یہ جنگ ماہ محرم (۳۷ھ) کی حرمت میں روکنے لگی۔

ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو صبح ہوتے ہی شامی اور عراقی لشکر ایک دوسرے کے خلاف
صف آرا ہو گئے عراقی لشکر کی کمان اشتراک رہے تھے اور شامی لشکر کی کمان حبیب بن مسلمہ القہری
کو رہے تھے۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ ہوئی، یہ سلسلہ عروب آفتاب تک جاری رہا۔

دوسرے دن حضرت علیؑ نے سعد بن ابی وقاص کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص عرف
مرقال کو آگے بڑھایا۔ وہ حضرت علیؑ کے طرفداروں میں سے تھے۔ اور تیز رفتاری کی دہر سے مرقال
کے نام سے مشہور ہوئے جنگ یہ روک میں ان کی ایک آنکھ جاتی رہی تھی انہوں نے اس جنگ
میں بڑی استقامت کے ساتھ دار بجاعت دی تھی۔

ادھر سے معاویہ نے ابوالاعور سلمی کو جو معاویہ کے طرفداروں اور حضرت علیؑ کے مخالفین
میں سے تھا، آگے بڑھایا۔ اس روز بھی گھمسان کلن پڑا، اور دونوں فریق رات کو اپنے اپنے
ٹھکانوں پر لوٹ گئے۔

تیسرے دن حضرت علیؑ نے جناب عمار یا سمر کو کچھ بددی صحابہ اور دوسرے مہاجرین و
انصار کے ساتھ آگے بڑھایا۔ عمار یا سمر نے ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ عمر بن العاص تلب
نہ لاسکے اور اپنی فوج کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔

چوتھے دن حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے محمد حنفیہ کو ایک دستہ کے ساتھ میدان میں بھیجا،
ادھر سے معاویہ نے عبید اللہ بن عمر بن خطاب کو شامی فوج کے ساتھ آگے بڑھایا۔ اس روز

ملہ یہ ہی عبید اللہ بن عمر تھے کہ جنہوں نے عمر بن خطاب کی وفات کے بعد بغض و عناد کے عالم میں تین
قتل کر دیے تھے۔ انہیں شبہ تھا کہ یہ ان کے والد کے قتل میں شریک ہیں۔ جناب عثمان نے انہیں
معاف کر دیا تھا۔ لیکن حضرت علیؑ اور جناب امینہ عمار کو عثمان کے اس فیصلے سے (باقی دیکھیں)

بھی شام تک گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن عبید اللہ دویہ کو زخمی ہو کر میدان جنگ سے واپس چلے گئے۔

حضرت علیؓ نے لڑائی کے پانچویں دن پہلے عبداللہ بن عباسؓ کو آگے بھیجا تو اُدھر سے معاویہؓ نے ان کے مقابلے کے لئے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بڑھایا، عبداللہ بن عباسؓ نے دیر تک اس سے سخت جنگ کی اور آخر میں ولید کو قتل کر کے بولے 'اے صفوان اب اٹھ کر مجھ سے بات کر'۔ صفوان ولید کا لقب تھا اس روز کی شدید جنگ میں عبداللہ بن عباسؓ ہی کو غلبہ حاصل رہا۔ لڑائی کے چھٹے دن حضرت علیؓ نے سعید بن قیسؓ کو آگے بڑھایا وہ اس روز اپنی طرف سے سالہ کی کمان کر رہے تھے ان کے مقابلے کے لئے معاویہؓ نے ذی کلاع کو بھیجا، ان دونوں میں دویہ تک مقابلہ ہوتا رہا لیکن اسکے بعد دونوں زخموں سے چنبد ہو کر اپنے دستوں کے ساتھ واپس چلے گئے۔

لڑائی کے ساتویں روز حضرت علیؓ نے اپنے اطاعت گزاروں اور میدان جنگ میں سب زیادہ دادرِ شجاعت دیتے ہوئے دشمنوں کو کثیر تعداد میں قتل کرنے والوں میں سے اشتر کو آگے بھیجا تو اُدھر سے معاویہؓ نے ان کے مقابلے کے لئے حبیب بن مسلمہؓ کو بھیجا، ان دونوں میں اتنی شدید لڑائی ہوئی کہ موت کی باران کے قریب سے ہو کر گذر گئی البتہ شدید زخمی ہو نیکیے باوجود وہ دونوں لقمہ اجل ہونے سے بچ گئے۔

جب شام کو وہ دونوں ادا ان کے ساتھی اپنے اپنے لشکروں میں واپس ہوئے تو اس وقت تک اہل شام کثیر تعداد میں زخمی ہو چکے تھے بلکہ ان میں سے قریباً سبھی زخمی تھے۔

جنگ صفین کا آٹھواں دن بڑھکا تھا اس روز حضرت علیؓ بدری صحابہؓ اور دوسرے

فقہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے اختلاف تھا۔ انہوں نے سکا بڑا اظہار بھی کیا لیکن عثمانؓ پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے عبید اللہؓ سے مخاطب ہو کر کہا 'اچھا کوئی بات نہیں!! اگر کبھی مجھے حکومت ملی تو میں تم سے فقہاء و علم و زور و لشکر کا جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوتے تو عبید اللہؓ بن عمرؓ معاویہؓ کے پاس بھاگ گیا۔ ملہ ولید وہ شخص تھا کہ جو بنی عبدالمطلب کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس نے عثمانؓ کے درِ خلافت میں کوفہ کے روز کی حیثیت سے تشہ کی حالت میں خجری نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھادی اور کہا کہ اگر کہو تو دو رکعت اور پڑھاؤں۔

انصار و مہاجرین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑنے کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ میں شریف لائے
ابن عباس کی روایت کے مطابق اُس روز آپ کے سر پر سفید عمامہ تھا اور دونوں آنکھیں دو
روشن چراغ معلوم ہو رہی تھیں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کی کچان صفوں میں پہنچ کر انہیں مخاطب
فرمایا۔

”مسلمانوں! اپنی آوازیں برابر رکھو، اپنے کردار کی تکمیل
بزرگانِ ملت کی طرح کرو، ایک دوسرے سے درختوں
کی شاخوں کی طرح پیوست ہو، لڑائی سے قبل اپنی تلواریں
سنبھال لو، نیزوں اور تیروں کو درست حالت میں رکھو
اپنی طرف سے دلی میں صرف بھلائی کا خیال رکھو۔ اللہ تمہیں
دیکھ رہا ہے تم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
چچیرے بھائی کے ساتھ ہو، لہذا لڑو تو جہم کو لڑو میرا اتفاق
کا مظاہرہ کرو، اور ہر حالت میں قرآن سے اجتناب کرو تاکہ
آخر میں شرمندہ نہ بنو پاؤ۔ اور دوزخ میں نہ جاؤ جہنم کا
سامنا نہ ہو تمہارے دشمنوں کا تم غیفر ہے جس کا ہر فرد سزا پا
فولا میں عرق ہے انہیں بڑی سے بڑی ضرب لگاؤ کیونکہ ان کے
سروں پر شیطان سوار ہے اور زیادہ قدم مکروہ فریادیں کرتے ہیں
تم ان کے مقابلے کیلئے اس طرح آگے بڑھو کہ وہ ہمیشہ یاد
رکھیں تا آنکہ حق روشن ہو کر سامنے آجائے تم بہترین لوگ ہو
یہاں اپنے نیک عمل کو چھوڑ دینا۔“

مندرجہ بالا خطبہ کے بعد حضرت علیؑ یا کُل رسول اللہ کی طرح جنگ کے لئے آگے بڑھے۔
ان کے مقابلے کے لئے معاویہ بہت سے شاہیوں کو لے کر نیکے شام کے وقت جب فریقین
دوبیس ہزار تو فوج کوئی نہ تھا۔

جنگ کے نویں روز بھی جو جمعرات کا دن تھا حضرت علیؑ پھر میدان میں آئے تو ان کے

مقابلے کے لئے خود معاویہ اپنی صفوں سے آگے آئے اور سوچ ڈھلنے تک دونوں لشکروں میں جنگ ہوتی رہی معاویہ کا ایک گروہ جو چاہنہ راہ صخری جوانوں پر مشتمل تھا بن کا لباس سبز رنگ کا تھا حضرت علیؑ کے مقابلے میں یقیناً وہ اپنی موت کو دعوت دینے آئے تھے لیکن ان کے بہن پر عثمانؓ کے قصاص کا غرہ تھا۔ ان کے آگے آئے عبید اللہ بن عمر خطابؓ۔ اس روز کی جنگ میں لوگ کثیر تعداد میں قتل ہوئے۔

عمارِ یاسر کا جوش و خروش

آپ فرماتے تھے کہ میں ان لوگوں کا منہ کیا دیکھوں جن کے کردار ایسی جی کا یہ عالم ہے کہ وہ حق سے روگردانی کر کے باطل کے لئے جنگ کر رہے ہیں ہمیں شکست نہیں ہو سکتی جیت تک ہم پر کسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو لیکن یہ ناممکن ہے کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اور یہ لوگ باطل کی حمایت کر رہے ہیں۔

جب عمارِ یاسر میدانِ جنگ سے واپس آئے تو انہیں سخت پیاس لگے ہی تھی اس وقت کسی عورت نے انہیں دودھ سے لبریز پیالہ پیش کیا جسے دیکھ کر وہ بولے۔ اللہ اکبر! آج کا دن زندگی کا سب سے بہتر دن ہے مجھے جبرِ صادق نے اسی دن کی خبر دی تھی اور بالکل سچ فرمایا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا۔ اے لوگو! کیا آج زیرِ آسمان اللہ کی طرف سے بھی ہوئی خوشخبر تم محسوس کر رہے ہو۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہم اسکے دشمنوں سے لڑے تھے۔ آپ کی دُعا کے پورے آپ کے احکام کا صحیح مفہوم سمجھتے ہوئے آج بھی دشمنانِ دین سے اسی طرح لڑیں گے۔ یہ کہہ کر وہ میدانِ جنگ کی طرف لوٹ گئے۔ ان کے بہن پر یہ شعر لکھتے۔

ترجمہ :-

جس طرح ہم رسول اللہ کے زمانے میں
تم سے لڑتے تھے آج بھی ویسے ہی لڑیں گے
تاکہ آپ کے دوست دشمن میں تمیز ہو جائے
اور باطل کے مقابلے میں حق ظاہر ہو جائے
آپ پیروں کی بارش ہونے لگی لیکن آپ دشمن کی صفیں جیتے ہوئے گھستے چلے گئے۔

اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ ابو العاصیہ عالمی اور ابنِ جبرین سسکی نے موقع پا کر انہیں قتل کر دیا۔
جب عمار بن یاسر کے قاتلوں کو عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سامنے پیش کیا گیا۔
تو وہ بولے۔

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن رہا ہوں کہ میں
قریش کی وجہ سے عمار کو چاہتا ہوں، قریش میں جو اچھے اوصاف ہیں وہ عمار کے اوصاف کا پرتو
ہیں کیسی دن انہیں جنت کی دعوت دینگے، لیکن وہ (قریش) انہیں دوزخ میں پھینکنا
چاہتے ہیں۔“

عمار یاسر کے جنازے کی غماز حضرت علیؑ نے پڑھائی لیکن انہیں غسل نہیں دیا گیا۔
بلکہ ویسے ہی دفن کر دیا گیا۔ ان کی قبر صیقل میں ہے عمار یاسر کی موت پر حجاج بن عزیہ انصاری
نے ایک بڑا درناک و پراسرار مشہ بھی کہا ہے۔

حذیفہ بن یمان اور ان کے بیٹے

حذیفہ بن یمان رسول اللہؐ کے انتہائی مقرب صحابی اور رازدار تھے۔ جب حضرت
عثمان کو قتل کیا گیا اس وقت آپؐ کو ذہن میں بیمار پڑے تھے، انہیں عثمان کے قتل اور ابنِ ہریرہ
کی طرف سے حضرت علیؑ کی معیت کی خبر ملی تو انہوں نے چلا کر کہا ”مجھے مکان سے باہر لے چلو، لوگوں
کو بلاؤ کہ شکرانہ کی نماز ادا کریں۔ جب انہیں مسجد میں لے جایا گیا تو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثناء کے بعد آلِ رسولؐ پر درود بھیجا اور پھر فرمایا:
”لوگو! دوسرے لوگوں نے علیؑ کی معیت کو ٹھکڑا دیا ہے تم پر بھی لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کر کے
ان کی معیت کے جہان کی مدد بھی کرو۔ علیؑ آؤں تا آخر حق پر ہیں وہ تمہارے نبیؐ کے بعد اب تک
ہر شخص سے افضل ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔“

۱۰۔ ہادی عقبہ میں رسول اللہؐ پر منافقوں کے خفیہ اور ناکام حملہ کے بعد عمر بن خطابؓ انہیں سے پوچھا کرتے
تھے کہ کیا رسول اللہؐ بھی منافقوں میں شمار کرتے تھے۔ آپ صبح جواب دینے کے بجائے ہمیشہ ہال حبابا
کرتے تھے رسول اللہؐ نے انہیں منافقوں کے نام بتا دیئے تھے اور ہدایت کر دی تھی کہ کسی کو نہ بتائیں۔

اس کے بعد انھوں نے اپنے ہاتھ پر داہنا ہاتھ رکھ کر کہا "اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے حضرت علیؑ کی بیعت کر لی ہے، پھر بولے "یا اللہ! ترا شکر ہے کہ تو نے مجھے آج تک زندہ رکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے صد و صفویٰ سے کہا "اب تم مجھے اٹھا کر گھر لے چلو اور دیکھو تم علیؑ کا ہمیشہ ساتھ دینا کیونکہ انھیں متعدد لڑائیاں پیش آئیں گی جن میں شہید ہو کر قتل ہوں گے تم ان کا ساتھ دینے سے کبھی نہ چوگنا کیونکہ وہی درحقیقت حق پر ہیں اور جوہر ان کے مخالف ہیں وہ باطل کی پیروی کر رہے ہیں۔

ان گفتگو کے سات دن کے بعد اور بعض کے مطابق چالیس دن بعد حضرت کو فہ میں وفات پائی۔

ہذلیفہ کے ان دونوں فرزندوں نے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جنگ صفین میں حضرت علیؑ کا ساتھ دیا۔ افسر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

عبید اللہ بن عمر بن خطاب کا قتل

عبید اللہ میدان جنگ میں جہانے کے لئے اٹھے تو ان کی بیویاں ان کے جسم پر ہتھیار بجانے لگیں لیکن ان کی ایک بیوی شیبانیہ بنت ہاشمی ان کے خیمے میں نہیں آئیں۔ یہ دیکھ کر وہ خود ان کے خیمے میں گئے اور ان سے بولے تم یہاں کیا کر رہی ہو جب کہ میں میدان جنگ میں جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔ شیبانیہ نے کہا مجھے تیرا خیال اس کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے زمانہ اسلام یا اس سے قبل زمانہ جاہلیت میں کتنی لڑائیوں میں حصہ لیا ہے؟ میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ آپ اس لڑائی میں صرف اس لئے شریک ہو رہے ہیں کہ جو شخص حق پر ہے وہ ویسے ہی قتل ہو مگر ان کے قصاص میں آپ کو قتل کر دیتا۔

عبید اللہ طیش میں سمجھ رہے تھے اس کے خیمے سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کا رخ میدان جنگ کی طرف موڑ دیا جب وہ میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے ان پر آواز دے کر پھر دست بردست لڑائی میں انہیں قتل کر دیا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ انہیں اشرے قتل کیا۔ اور کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ حضرت

علیؑ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ حضرت علیؑ انہیں قتل ہرزان کے قصص میں قتل کرنا چاہتے تھے چنانچہ کج جب ان پر آپ کی نظر پڑی تو آپ نے ان کے سر پر ایسی بھری تو مار ماری کہ وہ ان خود کا شتی ہوئی ان کے بالائی جسم سے گدگد کران کے پیٹ تک جا پہنچی۔ اور اس طرح آپ نے انہیں قتل کر کے کہا "میں آج قتل ہرزان سے سبکدوش ہوا ہوں۔"

لیلیٰ الہریہ :

نواں دن گذرنے کے ساتھ ساتھ جناب عمارؓ یا عمرؓ اور حضرت علیؑ کے لشکر کے علمدار ہاشم بن عقبہ شہید ہو گئے تو حضرت علیؑ نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوان مردوں سے کہا کہ تم میرے لئے بمنزلہ زہ اور زہرے کے ہو، اٹھو اور ان باغیوں کو کفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار ہندو آزما شمشیر کھٹکھٹے ہوئے۔ لشکر کا علم حسین بن منذر نے اٹھایا اور دشمن کی صفیں گھس کر اس طرح تلواریں بلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے۔ اور ہر طرف خون کا سیلاب بہنے لگا۔ مگر ان شمشیر زبوں کے حملے کسی طرح نہ کسے نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ گھٹنے لگا اور شام کے بھانک سائے پھیلنے لگے۔ اور دہشت انگیز اور بلا فیض رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں "لیلیٰ الہریہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ اور گھوڑوں کی باپوں کی آواز اور شایموں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے۔ نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھیں صرف تلواروں سے دست بدست لڑائی ہوتی رہی اور کشتیوں کے پشتے لگتے رہے۔ صبح ہوتے ہوئے مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے سب سے متجاوز ہو گئی۔

جنگ کے دسویں روز ایک دن اور تمام رات کی لڑائی کے بعد بھی فوجوں کے ہی دم خرم تھے، اشتر بن ستور مینہ پیاور عبداللہ بن عباسؓ میسرہ پر تھے۔ حضرت علیؑ لشکرِ شام کی صفوں کو حیرتے ہوئے معاویہ کے خیمے تک جا پہنچے اور انہیں آواز دے کر کہا "معاویہ! ہزاروں مسلمانوں کا خون کیوں کرا رہے ہو؟ نیابتِ رسولؐ کا مسئلہ میرا اور تمہارا قصیدہ ہے۔ بہتر ہے

کہ تم باہر آ کر میرا مقابلہ کرو تاکہ فیصلہ ہو جائے۔

حضرت علیؑ کی یہ باتیں عمرو بن العاص نے بھی سُنیں جو اس وقت معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے معاویہ سے کہا ”علیؑ ٹھیک تو کچھ کہتے ہیں آپ حاکمان کا مقابلہ کیوں نہیں کرتے؟“

معاویہ بولے ”تمہارا قصہ میں سمجھتا ہوں پہلے تم نے مجھ سے مصر کی گورنری مانگی، جو تمہیں مل گئی ہے۔ اب کیا چاہتے ہو؟ یہی ناکہ میرے قتل ہونے کے بعد تم میرے جملہ مقبوضات پر قابض ہو جاؤ گے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اب تک میدان جنگ میں علیؑ کا مقابلہ کر کے کوئی زندہ واپس نہیں لوٹا یا بفرص محال اگر زندہ رہا تو سچاقت اسیری۔

دوسرے دھڑلے اشتر مواروں کی طرف گئے اور انہیں اہل شام پر حملہ کر کے ترغیب دی۔ ایک گروہ کثیر جان دینے اور لینے پر تیار ہو گیا، چنانچہ اشتر ان کو لئے ہوئے واپس اپنی جگہ پر گئے اور غرہ بکیر مار کر ایک زبردست جگہ کیا جس سے شکر شام کے پاؤں اکٹھے اشتر مع اپنی کتاب کی فوج کے اٹھے ہوئے شامیوں کی لشکر گاہ تک پہنچ گئے۔ لوران کے علمبردار کو مار ڈالا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے اشتر کو فتح یاب ہوتے دیکھ کر تہنیتیں دے کر مدد بھیجنا شروع کیا۔

عمرو بن العاص اشتر کے حملے سے مضطرب ہوئے اپنے ہمراہیوں کے کشت و خون سے ڈر کر معاویہ سے کہا ”کیا دیکھتے ہو تمہارے ہاتھ میدان نہ کئے گا، لوگوں کو حکم دو کہ قرآن کو سینوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں ہٰذَا اَکْبَابُ اللّٰہِ بَنِیَا وَبَنِیْکُمْ (ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن ہے) اگر وہ اس کو وہ لوگ منظور کریں گے تو میری دست لڑائی بند ہو جائے گی۔ کشت و خون سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے خلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے، امیر المومنین کے ہمراہی بولے ہم کتاب اللہ کے فیصلے کو منظور کرتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے لکھا ”اے اللہ کے بندو! اپنے حق کے حصول کے لئے بڑھو اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں تامل نہ کرو کیونکہ معاویہؓ ابن ابی سعیدؓ ابن ابی سرح اور حاکم نہ دیندہ ہیں نہ عامل بالقرآن اور نہ صاحبانِ ایمان یہم ان کی حالت سے بخوبی واقف

اِس یہ ہلکے ساتھ لڑکپن سے بڑے ہوئے ہیں۔ لڑکپن میں یہ لوگ نہایت شریر لڑکوں میں سے تھے اور سن شعور پر پہنچ کر بھی بے حد شریر آدمیوں میں سے ہوئے انہوں نے لوگ اس کو کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو براہِ مکرو فریبِ میان میں لائے ہیں لڑکوں نے کہا ”یہ ناممکن ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور اس کو منظور نہ کریں۔“

امیر المؤمنین علیؑ نے ارشاد کیا۔ ”ہم ان لڑکوں سے اس لئے اڑتے ہیں کہ کتاب اللہ پر عمل کریں۔ کیونکہ انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔“

مسعر بن مذکرمی اور زید بن حصین الطائیؓ مع ان لڑکوں کے جو بعد میں فرقہ خاکی میں داخل ہو گئے تھے بولے ”اے علیؑ! کتاب اللہ کو قبول و منظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دینگے اور تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ابنِ عقیل کے ساتھ ہم نے کیا تھا۔“

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا ”اگر تم میرے مطیع ہو تو برابر لڑتے ہو اگر باغی ہو اچلتے ہو تو جو تھاری کجھ میں آئے کرو۔“ مسعر وغیرہ نے جواب دیا ”آپ اشترؓ کو بلائیے اور اس کو لڑائی سے روک دیجئے۔“ امیر المؤمنینؑ نے زید بن ہانیؓ کو اشترؓ کے بلانے کے لئے بھیجا۔ اشترؓ نے کہلا بھیجا یہ وقت میری طلبی کا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں موقعِ جنگ سے ہٹایا جاؤں، مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح و نصرت عنایت فرمائے گا۔“

زید نے جو یہ پیغام پہنچایا مسعر کے ہمراہیوں نے شور و غل مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے تم ہی نے اشترؓ کو جنگ کا حکم دیا ہے بہتر ہے کہ اس کو جلد واپس بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کر دینگے۔“

حضرت علیؑ نے زید کو بھڑک کر کہا۔ ”جہاں تک جلد ممکن ہو میرے پاس آ جلتے، کیونکہ خدا کا دروازہ کھلا چاہتا ہے۔“ اشترؓ نے دریافت کیا ”کیا قرآن کے اٹھانے سے۔؟“ زید نے جواب دیا ”ہاں۔“ اشترؓ بولے ”مجھ اس کا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لڑکوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور اتحاد و اتفاق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میں کس طرح جنگ چھوڑ کر واپس چلوں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح حاصل ہو چاہتی ہے۔“ زید نے کہا ”کیا تم یہ دوست رکھتے ہو کہ تم فتحِ حساب ہو اور امیر المؤمنینؑ دشمنوں کے حملے

ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں۔ اشتہار سننے ہی مسعر کے پاس چلے آئے اور ان سے منطاب ہو کر لوئے۔ ”اے اہل عراق بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ان لوگوں پر غالب کیا۔ اس وقت تم اہل شام کے فریب میں آ گئے۔ تم لوگ ٹھیکہ دوچار گھنٹے کی مہلت دو مجھے اپنی کامیابی کا یقین کامل ہے۔ ان لوگوں نے مہلت بندی اشتہار دوبارہ مہلت طلب کی اس پر ان لوگوں نے جھلک کر کہا ”اے اشتہار کیا تو ہم کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کو بلا رہے ہو؟“ افسوس تم کو ان لوگوں نے فریب دیا اور تم ان کے دام میں آ گئے۔ اس فقرے سے لوگوں میں شورش پیدا ہو گئی ایک دوسرے کو سخت دست کھنکے رفتہ رفتہ سب شتم کی نوبت آئی عجبت تھا کہ باہم جنگ چڑھ جاتی لیکن امیر المؤمنین کے دانٹے سے شور و غل فرو ہو گیا۔

حکیم کی تجویز

۱۲ اکی بند ہو چکی تھی چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا، اتنے میں اشعث بن قیس نے بڑھ کر عرض کیا ”امیر المؤمنین! لوگ اس امر پر راضی ہو گئے جس کی طرف بلائے گئے ریعنی قرآن کو انہوں نے حکم مان لیا، اگر آپ اجازت دیجئے تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور ان سے ان کے دل کی منشاء معلوم کروں“ آپ نے اجازت دی، اشعث معاویہ کے پاس پہنچا۔ اور دریافت کیا، ”تم نے کس غرض سے قرآن اٹھائے؟“ معاویہ نے جواب دیا ”مناکرہم اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ تم اپنی طرف سے ایک شخص کو منتخب کرو۔ اور ہم اپنی طرف سے اور ان دونوں آدمیوں سے حلف لیا جائے کہ وہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں گے اس کے بعد وہ جو بھی فیصلہ کریں اس پر ہم اذیم راضی ہو جائیں اشعث معاویہ کے پاس سے اٹھ کر امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور معاویہ کا پیغام پہنچایا۔ حاضرین نے کہا ہم اس امر پر راضی ہیں اور اس فیصلہ کو قبول کرتے ہیں۔

حکیم کا انتخاب

اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو منتخب کیا اشعث اور ان لوگوں نے جو لوگوں

خارجی ہو گئے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا۔ امیر المؤمنین نے ارشاد فرمایا۔ ”میں اس نیا سے ماضی نہیں ہوں۔ اشعث بن یزید بن الحصین، سمر بن ذک ثیق، الکلمہ بکر بولے، ہم تو انہیں منتخب کرتے ہیں کسی دوسرے کو اپنی طرف سے حکم نہ بنائیں گے، امیر المؤمنین نے جواب دیا۔ میں اس کو لائق نہیں سمجھتا، اس نے میری رفاقت ترک کر دی، لوگوں کو میرے ساتھ جل میں جلنے سے روکا۔ مجھ سے متنفر ہو کر بھاگا۔ پھر کبھی میں نے ایک ماہ بعد اسے اس دی میں اس کو ہرگز حکم نہ بنائوں گا۔ البتہ ابن عباس کو اپنی طرف سے منتخب کر سکتا ہوں۔ اشعث اور اس کے ہمراہی کہنے لگے۔ ”ابن عباس تمہارے عزیز ہیں ہم ان کو حکم نہ بنائیں گے، ہم ایسے شخص کو حکم مقرر کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق تمہارے اور معاویہ کے ساتھ یکساں ہو۔ امیر المؤمنین بولے اچھا! اشعث تو میرا عزیز نہیں ہے۔ اشعث نے کہا کیا اشعث کے سوار دسے زمین پر مار دو کئی شخص نہیں ملتا۔ امیر المؤمنین نے جواب دیا ”پھر کیا سوائے ابو موسیٰ کے اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے۔ اشعث اور ان کے بڑے بڑے کہنے لگے۔ ”نہیں۔ اسے رسول اللہ صلعم کی صحبت نصیب ہوئی اور اشعث اس سے غرور ہے۔“

حضرت علی اس مباحثہ سے تنگ آ گئے مجبور ہو کر ارشاد فرمایا۔ اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کر دو۔ ان فرض حاضرین نے ابو موسیٰ کو بلوایا۔ لوگوں نے ان سے کہا ”فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ ابو موسیٰ بولے الحمد للہ۔ پھر کہا کیا تم حکم مقرر کیے گئے اس پر ابو موسیٰ نے اتنا للہ و اتنا لیدر احبوں پڑھا اور شکر کی طرف آئے حنف بن قیس نے امیر المؤمنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بھی ابو موسیٰ کے ساتھ حکم بنائیے۔ لیکن لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

عہد نامہ تحکیم

معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص عہد نامہ لکھنے کے لئے امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابیطالب کے پاس آئے، کا تب نے لسم اللہ کھا ہذا اھا لقا علی بن ابی طالب میں اطرمین۔ علی و بن العاص نے فوراً قلم پکڑ لیا کہنے لگا یہ ہمارے امیر نہیں ہیں، تمہارے ہوں تو ہوں۔

اشعق نے کہا اس لفظ کو محو نہ کرو مجھے اس کے محو کرنے سے بد فانی کا خیال ہوتا ہے
 اشعق نے کہا اسے ضرور محو کرو۔ امیر المؤمنین علیؑ نے کہا صلح حدیبیہ میں بھی ایسا
 ہی واقعہ پیش آیا تھا کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ
 نہیں لکھنے دیئے تھے۔ کیوں عمرو بن العاصؓ ان میں واقعہ میں تم بھی ایسا ہی چاہتے ہو؟
 عمرو بن العاصؓ بولا ”سبحان اللہ! آپ ہمیں کفار سے کشیدہ دیتے
 ہیں، حالانکہ ہم لوگ مومن ہیں۔ امیر المؤمنین علیؑ نے جواب دیا اے ابن نابغہ تو کب تک باسعتین
 کا دلی اور مومنین کا دشمن نہ تھا عمرو بن العاصؓ نے (جل کر) کہا خدا کرے آج کے بعد پھر کھٹاری مورت
 دیکھنے میں نہ آئے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا ”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مجلس تجھ
 سے اور تجھ ایسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے عمرو بن العاصؓ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اور کاتب نے
 لکھنا شروع کیا۔

یہ وہ تحریر ہے جس کو علیؑ ابن ابیطالبؓ علیہ السلام اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم بطور
 اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علیؑ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی طرف سے جو ان کے ہمراہ تھے حکم مقرر کیا۔ اور
 معاویہ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ
 اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرا لیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سولے
 اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہو گا۔ اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہماری درمیان میں ہے
 ہم زندہ کیونکے اس کو جس کو اس نے زندہ کیا اور ماری گئے اس کو جس نے اس کو مارا ہے پس
 جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور وہ حکم عبد اللہ بن قیس اور عمرو بن العاصؓ
 اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں۔

(تاریخ ابن خلدون، رسول اور خلفاء رسول)

یہ وثیقہ تیرہ صفر ۳۵ کو لکھا گیا اور برائے قرار پائی کہ امیر المؤمنین مقام دوسرا الجند
 یا اذرح میں عکین کے پاس وقت فیصلہ ماہ رمضان میں موجود رہیں۔ اس وثیقہ پر اہل عراق
 اور اہل شام کے سربراہ اور وہ لوگوں نے دستخط کئے لیکن مالک اشتر نے دستخط کرنے سے
 انکار کر دیا۔ اشعق مصر، ہمدان و دینوں میں تند و تیز گفتگو کرنے لگی۔

دستخط کنندگان کے نام

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی طرف سے اشعث بن قیس، سعید بن قیس، ہمدانی بن سہمی العجلی،
عبد بن نخل العجلی، حجر بن عدی، اکندی، عبد اللہ بن الطفیل، عامر، عقیقہ بن زیاد، غزوی
یزید بن نجیح، منبہ، مالک بن کعب، ہمدانی۔ اور معاویہ کی طرف سے ابوالاعور، حبیب بن مسلمہ، زمل بن
عمرو غزوی، حمزہ بن مالک، ہمدانی، عبد الرحمن بن خالد غزوی، سیح بن یزید انصاری، عتبہ بن ابی
سفیان، اور یزید بن الحر عسبی (ابن حلدون)

اعلان تحکیم کے بعد ساری قوم بھڑک اٹھی، بھائی بھائی سے ناراض نظر آتا تھا، یہ
معلوم ہوا تو حضرت علیؑ نے کج کا حکم دیا، پھر حکم کا بک زیادہ اثر عراقی شکر میں تھا، انھوں نے
ایک دوسرے کے خلاف نیرے اور تلواریں نکال لی تھیں اور اس معاملے میں اختلاف رائے کی وجہ
ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

مراجعت

یہ حالات تھے کہ حضرت علیؑ کو فہ اور معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ دمشق واپس پہنچے۔
جب حضرت علیؑ کو ذہ پہنچے تو تقریباً باہر اس افراد جن میں کچھ قاری وغیرہ بھی شامل تھے۔ ان سے
الگ ہو کر حصار چلے گئے۔ جو کوہ کے قریب ایک بے پناہ تھی، ان کی سربراہی شیب بن ربیع
معمی کر رہے تھے۔ اور وہاں پہنچ کر انہیں نماز عبد اللہ بن کواہ لشکر کی نے پڑھائی تھی۔

(مروج الذهب دوم)

حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو سمجھانے بھانے کے لئے عبد اللہ بن عباس کو روانہ کیا۔
اور ہر اہل کردی کہ جب تک میں خود نہ پہنچ جاؤں ان سے کوئی بحث و مباحثہ نہ کرنا، لیکن
ابن عباس ان سے مسلسل اعتراضات سن کر ضبط نہ کر سکے اور ایک طویل بحث میں الجھ گئے۔
ابھی یہ بحث جاری تھی کہ حضرت علیؑ وہاں پہنچ گئے۔ اور ان کی تقریر سے ان لوگوں کی حق پرستی
تسلی ہوئی اور وہ کوہ واپس آ گئے۔

حکیمین کا اجتماع

مقررہ مہیاد میں حکیمین اذرح (مضافات دومنہ الجندل) میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قیام پذیر ہوئے دونوں کے ہمراہ چار چار سوا افراد تھے، امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور معاویہ دونوں یہاں موجود نہیں تھے۔ حضرت علیؑ نے شریع بن ہانی اور عبداللہ بن عباس کو ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ اس حق بوڑھے کی کچھ مدد کر سکیں ان کے علاوہ کچھ اور سرکردہ لوگ بھی وہاں پہنچ گئے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، معمر بن شعبہ، عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام، عبدالرحمن بن عید، یزید بن ابی مرثدہ، الزہری اور ابوہریرہ بن خدیفہ۔ بعض کا خیال ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی ان کے ساتھ موجود تھے۔

حکیمین کی گفتگو

عمر بن العاص نے کہا کہ اے ابو موسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمان ظالمًا ہشید کئے گئے ہیں، اور معاویہ اس کے یک جہد ولی اور وارث ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا: ”ہاں! پھر عمر بن العاص نے یہ ”بس کون امر تم کو ان کی خلافت سے روکتا ہے؟ حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہیں جیسا کہ تم بتاتے ہو، اگرچہ یہ سابق الاسلام نہیں ہیں لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا مادہ بہت زیادہ ہے اور وہ ام المؤمنین ام حبیبہؓ (زوجہ رسولؐ) کے بھائی ہیں اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہو سکتی ہے اور رسول اللہؐ کے کاتب ہیں اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں عمر نے گفتگو کے دوران کہا: ”اگر تم میری رائے سے موافقت کر دے اور معاویہ کو امارت کی کرسی پر متمکن کر دے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کر دے فوراً دی جلائے گی۔“

ابو موسیٰ نے کہا: ”اے عمر و! اللہ سے ڈر۔ اور یہ جان رکھ کہ امارت و خلافت سیاست ملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آل ابرہہ بن الصباح اس کے زیادہ مستحق تھے، بلکہ دین داری تقویٰ و ایمان داری کے لئے اسے امیر مطلقہ مقرر کیا جاتا ہے اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جلائے تو بھی علی بن ابیطالب اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ

چونکہ معاویہ خون عثمان کے طالب ہیں اس وجہ سے ان کو امارت دی جائے تو میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ ہمارے سالقین اسلام کو چھوڑ کر امارت معاویہ کو دی جائے اور تمہارا بارگاہیہ کر اگر امیر معاویہ کو ہنادے تو حکومت تم کو دی جائے گی تو اس کی نسبت میں کہتا ہوں کہ ولید اگر معاویہ کو اپنی کل حکومت و سلطنت دینے کو کہیں تو بھی میں ہرگز ان کو خلیفہ نہ بناؤں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لینا۔ ہزار ہوں کا کہ عبد اللہ بن عمر کو حکم نہاد۔

عمر بن العاص: تم کو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے میں کیا غصہ ہے؟ تم اس کی حالت صلاحیت و فضیلت سے بخوبی واقف ہو۔

ابو موسیٰ: تمہارا لڑکے کا نرنر نیک اور سچا تھا لیکن تم نے اس کو بھی تو اس فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ابو موسیٰ نے کہا: ”اے ابن العاص! عرب کے بعد جہاں و قتال اپنی قسمت کا فیصلہ تھا کہ ہاتھ میں دیا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو بھرنے میں نہ ڈالو۔“

عمر بن العاص: تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو تمہارا مقصد کیا ہے؟
ابو موسیٰ: میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ میں دونوں شخصوں کو ہم لوگ معزول کر دوں اور اس کام کو عام مسلمانوں کے سپرد کر دوں۔ جس کو وہ چاہیں مشورہ کر کے امیر مقرر کر دیں۔
عمر بن العاص بیٹن کر اچھل پڑے بہت خوشی سے اس لئے کو پسند کیا۔ دونوں آدمی ایک ساتھ باہر آئے ایک جم غفیر فیصلہ سننے کو موجود تھا۔ عمر بن العاص نے ابو موسیٰ سے کہا چونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں سب ہو گا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اولاً اپنے اتفاق کیا ہے۔ ابو موسیٰ پکار کر دینا کے دائرے سے واقف نہ تھے۔ ساگھی کے ساتھ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”ہم لوگ ایسا امر پر متفق ہوئے ہیں عجیب نہیں اللہ جل شانہ، اس کے ذریعہ سے امت مرحومہ میں صلح کرادے۔ ابو موسیٰ اس قدر کہنے پاتے تھے کہ ابن عباس نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”ولید مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تمہیں دھوکہ دیا جائے گا اگر فی الواقع تم لوگوں نے کسی امر پر اتفاق کر لیا ہے تو اسی کو (یعنی عمر بن العاص کو) پہلے تقریر کرنے دو۔“ ابو موسیٰ نے کچھ توجہ نہ کی۔

ابن عباس غاموش ہو گئے پھر ابو موسیٰ بولے ”اے لوگو! ہم نے بہت کچھ غور و خوض کیا لیکن سوائے اس کے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم اور عمرو بن العاص دونوں علی اور معاویہ کو معزول کریں اور مسلمانوں کو اختیار دیں کہ جس کو وہ چاہیں متفق ہو کر خلیفہ بنائیں چنانچہ میں نے علی اور معاویہ کو معزول کر دیا پس تم جس کو چاہو خلیفہ بناؤ اس تقریر سے ختم ہوتے ہی عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا ”حاضرین جلسہ تم کو اب رہنا ابو موسیٰ کی نظر اشارہ کر کے کہ اس شخص نے اپنے رفیق (علی) کو معزول کر دیا ہے اور بیشک میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے معزول کیا ہے اور معاویہ کو معزول نہیں کرتا اور اسی کو امیر تسلیم کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمان بن عفان مظلوم کا دلہا ہے اور وہ اس کا قائم مقام ہونیکا مستحق ہے۔

ابن عباس اور سعد ابو موسیٰ کو ملامت کرنے لگے۔ ابو موسیٰ نے معذرت کی۔ میں کیا کروں مجھے عمرو بن العاص نے دھوکہ دیا اقرار کر کے مکر گیا پھر عمرو بن العاص سے مطالب ہو کر کہا ”اللہ تجھے ہدایت دے تو نے مجھ سے اقرار کر کے بد عہدی کی، تیری مثال قبینہ اس کے کی ہے۔ جو ایک بار کسی چیز کو یکڑ لیتا ہے پھر دوبارہ اس کو چھوڑ دیتا ہے۔“ عمرو بن العاص نے جواباً کہا تو مثل گدھے کہے ہو بار بار بادی کرتا ہے۔ شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص پر تلوار چلائی۔ عمرو بن العاص نے تنگی بہ تنگی جواب دیا۔ لوگ درمیان میں بیٹ گئے۔ قصہ طویل نہ کھینچنے پایا۔ دفع ہو گیا۔

ابو موسیٰ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو بن العاص مع اہل شام، شام کی طرف واپس ہوئے۔ معاویہ سے کل ماجر ا بیان کر کے خلافت سپرد کر دی ابن عباس اور شریح امیر المومنین علی کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا۔ امیر المومنین بدعا کرنے لگے۔

اللهم العن معاویۃ وعمرؤا وجبیباً وعبدالرحمن ابن ملجم والضحاک بن قیس۔ والولید وابا الاعمی (تاریخ ابن خلدون رسول اور خلفاء رسول)

ابن کثیر دمشقی کے مطابق:

جب حکمین نے مذاقات کی تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت پر آپس میں مناظرہ کیا اور

امیر کا اناڑہ کا اندازہ لگانے میں غور و فکر کیا۔ پھر ان دونوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے شور سے ہو۔ تاکہ وہ ان میں سے بہتر آدمی یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور آدمی پر متفق ہو جائیں۔ ابو موسیٰ نے عبداللہ ابن عمر کو امارت نبینے کا مشورہ دیا تو عمرو نے انہیں کہا ”میرے بیٹے عبداللہ کو امیر بنا دو۔ وہ علم و عمل اور زہد میں ان سے ملتا جلتا ہے تو ابو موسیٰ نے کہا آپ نے اپنے بیٹے کو بھی فتنوں میں شامل کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ماستباز شخص ہیں۔

عمرو بن العاص ابو موسیٰ اشعری کے سامنے کسی بات پر سبقت نہ کرتے تھے بلکہ تمام امور میں ادب و تعظیم کی وجہ سے انہیں مقدم کرتے تھے۔ آپ نے ان سے کہا اے ابو موسیٰ کھڑے ہو کر لوگوں کو وہ بات بتائیے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔ پس ابو موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا اے لوگو! ہم نے امت کے معاملے میں غور و فکر کیا ہے اور جن امر پر میں نے اور عمرو نے اتفاق کیا ہے، ہم نے اس امت کی بہتری اور اس کی پرانگیزی کو مدد کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی امر نہیں دیکھا اور وہ یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو معزول کرتے ہیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس امر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اور میں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو معزول کر دیا ہے پھر وہ ایک طرف بٹھ گئے اور حضرت عمروؓ آئے ان کی جگہ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا، اس شخص نے جو بات کہی ہے تم نے سن لی ہے اس نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے اور میں نے بھی اسے ان کی طرح معزول کر دیا ہے اور اپنے آقا حضرت معاویہؓ کو قائم کرتا ہوں، بلاشبہ وہ حضرت عثمان کے مددگار اور ان کے خون کے بدلے کے طالب ہیں۔ اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کی جگہ کھڑے ہونیکے حقدار ہیں۔ حضرت عمروؓ نے دیکھا کہ اگر لوگوں کو اس حالت میں بلا امام چھوڑ دیا گیا تو وہ اس سے بھی زیادہ طویل و عریض اختلافات میں پڑ جائیں گے پس انہوں نے اس مصلحت کو دیکھ کر حضرت امیر معاویہؓ کو قائم کر دیا۔ اجتہاد صحیح اور غلط بھی ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ نے ان کے ساتھ درشتی سے گفتگو کی۔ اور حضرت عمروؓ نے بھی ان کو ایسی

طرح جواب دیا۔

ابن جریر کا بیان ہے کہ شریع بن ہانی — حضرت علیؑ کی فوج کے پیشرو نے حضرت عمرو بن العاصؓ پر حملہ کر کے انہیں کوڑا مارا، اور حضرت عمروؓ کے بیٹے نے (اس کے پاس جا کر اسے کوڑا مارا، اور لوگ اپنے اپنے شہروں کو جاتے کھڑے ہوئے ہر طرف کھڑے ہوئے اور حضرت عمروؓ اور ان کے اصحاب حضرت معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور انہیں سلام خلافت کہا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت علیؓ سے شرمندہ ہو کر مکہ کی طرف چلے گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور شریع بن ہانیؓ نے واپس آ کر حضرت علیؓ کو ابو موسیٰؓ اور عمرو بن العاصؓ کی کارروائی کی اطلاع دی۔

(تاریخ ابن کثیر ج ۲، ۳۲۷ کے واقعات)

جب حضرت علیؓ کو حکیم کے حشر اور اس سلسلہ میں معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی سازشوں اور رشہ دوانیوں کی اطلاع ملی تو آپؐ اپنے اصحاب کو جمع کر کے ان حالات پر روشنی ڈالی۔ جن کی وجہ سے حکیم کی تجویز ناکام رہی پھر فرمایا کہ میں نے حکیم کی تجویز کسی لئے قبول نہیں کی تھی کہ میں اسکے بیٹے سے واقف تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! گاہ کہ حکیم نے قرآن کے حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع کی۔ اور دونوں نے فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا۔ اور دونوں ناہم راست سے علیؓ رہے پس اس حکم اور فیصلہ سے اللہ اور اس کا رسولؐ اور صلوات برہی ہیں لہذا تم لوگ شام پر حملہ کرنے کی تیاری کرو۔ (مروج الذهب ج ۲، ۲۰۷)

حضرت علیؓ کی اس تقریر کے بعد آپؐ کے شیعوں نے آپؐ کی ہر بات صدق دل سے قبول کر لی لیکن کچھ لوگوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ اور خوارج میں شامل ہو گئے۔ انہیں میں سے بعض لوگ بعد میں معتزلہ کہلائے (الف)

خوارج کی بربریت

خوارج نے حضرت علیؓ سے مکمل علیحدگی اختیار کر لینے کے بعد عبداللہ بن وہبؓ کی ہمت کی اور مدائن کا رخ کیا۔ پھر نہروان چلے گئے۔ لہرے سے بھی پانچ سو غارچی پہنواں میں عبداللہ بن وہبؓ کی مدد سے چلے۔

خبر پہنچی آپ نے تحقیق کے لئے حضرت بن مرہ البعیدی کو روانہ کیا، خوارج نے انہیں بھی قتل کر دیا۔ تو حضرت علیؑ کی فوج نے کہا کہ ہم خوارج کو چھوڑ کر اہل شام کی طرف بڑھیں اور بے مال و اسباب اور اہل دعیال کی طرف سے کیسے بے خوف دیے فکرمیو جائیں، ہم چاہتے ہیں کہ اہل شام سے پہلے ان سے لڑیں، چنانچہ امیر المومنین کو ان کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا اور آپ اہل شام کو چھوڑ کر خوارج سے لڑنے کے لئے چل کھڑے ہوئے آپنے خوارج کے لشکر کے قریب پہنچ کر کھلا بیٹھا کہ ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم قصاص لیکر اوتھم کو چھوڑ کر اہل مغرب (شام) پر حملہ آور ہوں گے اوتھم سے اس وقت تک جنگت کریں گے جب تک شام کی جنگ سے آپس نہ آجائیں، شاید اس دوران اللہ تعالیٰ تم کو راہ راست دکھائے۔ خوارج نے جواب دیا ”ہم سب نے مل کر ان کو مارا ہے اور ہم سب تمہارے اور ان کے خون کو مباح سمجھتے ہیں اسکے بعد قیس بن سعد بن عبادہ اور ابوالیوب انصاری جیسے بزرگ صحابی نے ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ پھر خود حضرت علیؑ نے بھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی اور سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے انکی رائے کو غلط ظاہر کیا۔ ان سے کہا کہ حکمین نے خدا در رسول کے حکم کے خلاف کیا ہے لہذا ہم نے اسے منظور نہیں کیا حکم نبی کے لئے تو خود تم ہی زور دیتا تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا، اب تم لوگ ہمارے ساتھ جہاد رشتی سے اظہر خوارج نے کہا بے شک، ہم لوگوں نے حکم مقرر کرنے میں غلطی کی اور خدا در رسول کے خلاف کام کیا۔ اور کافر ہوئے لیکن تو یہی کہے پھر لہمان ہو گئے۔ اگر تم بھی تو بے کرد تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر اس سے انکار کرو گے تو تمہاری مخالفت کرنی گے۔ حضرت علیؑ نے انہیں سمجھانیکے لئے پہلے بھی ایک خط لکھا تھا لیکن انہوں نے ایمان کے نام پر فتنہ و فساد جاری رکھا، چنانچہ اب میدان جنگ میں حجت تمام کرنے کے بعد حملہ کی آخری تیاری کی۔

جنگ نہروان

حضرت علیؑ کے ہمنہ پر حجر بن عدی، مبشر بن ریشہ بن لہجی، سواروں پر عقیل بن قیس، پیادوں پر ابوالیوب انصاری، اور اہل مدینہ پر ابوقحادہ تھے، ان کی تعداد سات سو اٹھ سو تھی قیس بن سعد بن عبادہ بھی اسی جماعت میں تھے (ابن حنبلہ و ابن جریر)

خوارج کے میمنہ پر زید بن حصین الطائی، میسرہ پر شرع بن اوفی الغنی، سواروں پر

حمزہ بن سعد بن سنان اسدی، پیادوں پر ہرقوس بن زہیر تھے (ابن خلدون)

حضرت علیؑ نے ابوالوہب الفزاری کو حکم دیا کہ وہ خوارج کے لئے امان کا جھنڈا بلند کریں اور ان سے کہیں کہ جو اس جھنڈے کے پاس آجائے گا وہ امن میں ہوگا۔ اور جو کوفہ میں ان کی طرف دایں پلایا جائیگا، وہ بھی امن میں رہے گا۔ ہمیں صرف ان لوگوں سے سروکار ہے جنہوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے چاہنے والی دایں چلے گئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب سے کہا جب تک وہ اہتمام کریں تم بھی اُس کے بہو خوارج لاؤ گے۔ اللہ اور جنت کی طرف روانہ دوں ہو جاؤ کہتے ہوئے آئے اور حضرت علیؑ کے سواروں پر حملہ کر دیا۔ جوابی حملے میں حضرت علیؑ اور ان کی فوج نے خوارج کو لے کر قتل کیا۔ (تاریخ ابن کثیر، ششم)

ابن خلدون جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے۔

”امیر المؤمنینؑ نے ان پر حملہ کیا، ان کی جماعت منتشر ہو گئی، میمنہ اور میسرہ کی ترتیب جاتی رہی، وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ترانداؤں نے تیرباری شروع کی۔ سواروں نے انہیں دونوں بازوؤں میں میمنہ اور میسرہ سے پھیر کر بھاگنے نہ دیا۔ پیادوں نے تلواریں نیام سے پکھن لیں اور ایک ساعت میں سب کو ڈھیر کر دیا۔ اس طرح لڑ گیا ان سے کہہ دیا کہ تم لوگ رجاؤ۔ اور وہ مر گئے۔ عبد اللہ بن زہب، زید بن حصین، ہرقوس بن زہیر، عبد اللہ بن شجرہ اور شرع بن اوفی جیسے نامی گرامی سردار مارے گئے۔ مال و اسباب سامان جنگ اور خوشی لوٹ لے گئے اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے البتہ خوارج کے غلاموں اور عورتوں کو واپس کر دیا گیا۔ امیر المؤمنین کے ہمراہیوں میں سے سات آدمی کام آئے۔ (ابن خلدون)

خوارج کے لشکر کا سامان جمع کیا گیا تو حضرت علیؑ کے حکم سے ان کا اسلحہ اور جلاؤر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن ان کا دوسرا سامان ان کے اہل عیال کو بھجوا دیا گیا

(مروج الذهب دوم)

ان کے چار روزہ فوجیوں کو علاوہ کے لئے ان کے قبائل کے سپرد کر دیا۔ اور ان کا جو سہیتا رہا اور سامان ملا اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ کتاب الخوارج کے مطابق جنگ نہروان میں حضرت علیؑ

کو خواب سے بزمال حاصل ہوا تھا، آپ نے اس کا محسوس نہیں کیا۔ سارے کا سارا سامان ان کے
 ماکوں کو واپس کر دیا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۳۷ صفحہ ۳۷۷ کے واقعات)

شام پر حملہ سے اہل شکر کی معذرت

نہروان میں فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے شام پر حملہ کی تیاری شروع کی۔
 لیکن سرداران لشکر نے جواب دیا کہ ہمارے ترکش خالی ہو چکے ہیں، تلواریں گندہ ہو گئی ہیں نیز
 کے پھل نکل گئے ہیں ہمیں اپنے گھروں کو جانے دیجئے تاکہ کچھ آرام کر لیں اور اپنے ہتھیار درست کر لیں۔
 اس کے بعد تم آپ کے دشمنوں سے لڑنے چلیں گے۔ حضرت علیؑ انسان کا یہ معذرت قبول نہیں کیا اور انہیں
 کوفہ کے باہر سخیہ کے مقام پر لائے اور پڑاؤ کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ کوئی شہر میں داخل نہ ہو۔ لیکن
 لوگ خاموشی سے تھوڑے تھوڑے ہو کر کھسکے گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی۔
 یہ تعداد شام پر حملہ کرنے کے لئے ناکافی تھی۔

برہنہ لوگ تھے کہ جو پڑے خوش اور جذبہ کے ساتھ شام پر حملے کے لئے تیار ہوئے تھے
 پھر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ انہوں نے نہروان جانا مناسب سمجھا۔ وہاں جنگ کی اور فتح یاب
 ہوئے۔ اس جنگ کے ختم ہونے میں دیر نہیں لگی تھی، مقابلہ زیادہ سے زیادہ چار ہزار سے تھا۔
 پھر یہ معذرت کیا کہ ترکش خالی ہو گئے اور تلواریں گندہ ہو گئیں۔ پھر پانچ سو صغین میں سلسل
 دس دن گھمسان کی جنگ لڑی گئی تھی اور مقابلہ پڑھ ہزار آدمی تھے، لیکن نہ ترکش خالی ہوئے
 اور نہ تلواریں گندہ ہوئیں۔

بات دراصل یہ تھی کہ ان کے دل شکستہ ہو گئے تھے، اس صورتحال کا تجربہ ڈاکٹر طاہرین
 کیا خوب کیا ہے۔

بیتین ہزار آدمی جن کا صفایا ہو گیا، یہ زیادہ تر عراقی تھے۔ اور کچھ تھوڑے سے بھرہ کے
 اور ان میں سے ہر ایک کا تعلق ان دونوں شہروں کے کسی خاندان سے تھا۔ حضرت علیؑ کی جس
 فوج نے انہیں قتل کیا تھا وہ انہیں کے قبیلہ کے لوگ تھے مثلاً عدی بن حاتم حضرت علیؑ کے
 ساتھ نہروان میں تھے اور ان کا لڑکا زید ان خاریجوں کے ساتھ تھا جو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح کتنے

بی چچا ناد بھائی تھے جو اس دن باہم ایک دوسرے کے قاتل بنے..... پھر بھی وہ سبکے
 سب بہر حال انسان تھے۔ ان کے دلوں میں بے دخلی کی وہ سب کیفیتیں تھیں جو ایک انسان
 کے دل میں بیٹے بھائی یا دوست کے قتل ہوجانے سے پیدا ہوتی ہیں..... پس وہ ہر جہاں تھے
 کے بہادر شاعر کی طرح محسوس کرتے ہیں جو کہتا ہے ۵

ان کو مار کر اپنی پیاس تو بجھا سکا لیکن
 یہ تو میں نے اپنی ہی ہڈیاں کاٹ لیں

نہروان کے مرکزہ میں خود کو ذوالوں نے کو ذوالوں کو قتل کیا۔ لہرے والوں نے
 خود لہرے والوں کی جان لیا ہے۔ ایسی حالت میں حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر دلوں پر
 رنج و ملال چھپا جائے۔ (علیؑ - تاریخ دیباست کی روشنی میں)

گوفہ والیسی

حضرت علیؑ کی فوج نخلیہ سے کھسک گئی تو آپؐ بچے کھچے لوگوں کے ہمراہ کوفہ آ گئے اور پھر
 نئے سرے سے لوگوں کو اہل شام سے لڑنے کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی اور ان کے بیٹوں
 اور سرداروں کو طلب کیا لیکن کچھ حاصل ہوا۔ بہت کم لوگوں نے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی اور یہی
 حضرت علیؑ کے نخلیہ شیعہ تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر امیر المومنین علیؑ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔
 آپؑ نے ایک زوردار خطبہ دیا، انہیں غرہ دلائی، انہیں ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔ انہیں
 نصیحتیں کیں۔ لیکن وہ بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے۔

مصر کی صورت حال

حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو دہاں کا حاکم مقرر کیا۔ قیس
 نے دہاں حضرت علیؑ کی بیعت لی۔ ایک گروہ بیعت سے رکارہ اُس کا کہتا تھا کہ وہ فی الحال
 حالات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے وہ انہیں خراج ادا کرتے
 رہیں گے۔ چنانچہ قیس نے ان سے درگزر کیا۔ اور بیعت پر زور نہیں دیا۔ حضرت علیؑ کو ساری

مذہب کی کچھ بھی۔ ادھر معاویہ نے قیس کو خط لکھا جس میں انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ قیس نے بھی گول مول جواب دیا تاکہ وہ معاویہ اور عمر بن العاص کے شر سے محفوظ رہیں۔ معاویہ جیسے چالاک آدمی اس طرح مطمئن ہونے والے کہاں کھتے انہوں نے قیس سے مطالبہ کیا کہ وہ واضح طور سے بتائے کہ وہ دوست ہے یا دشمن؟

معاویہ نے قیس کو لکھا کہ میں نے تمہارا خط پڑھا اس میں کوئی امر واضح نہیں ہے میں تم کو مصالحت کے لئے بلاتا ہوں، تم اس سے دُور نہ بھاگو، میں تمہیں لڑائی سے بچاتا ہوں میرا جیسا شخص مکر و فریب میں نہیں آسکتا، اور کسی حیلہ میں گرفتار ہو سکتا ہے، اس وقت میرے پاس پیادوں اور سواروں کی کثیر تعداد موجود ہے (ابن حنبلہ)

معاویہ کے پیچھے بڑھ کر قیس کو یقین ہو گیا کہ اب گول مول باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ چنانچہ انہیں نے معاویہ کو بہت سخت خط لکھا اور اپنے خیالات صاف صاف لکھ دیے۔

”مجھے تعجب ہے کہ تو مجھے قریب دینا چاہتا ہے اور تو مجھ سے یہ امت رکھتا ہے کہ میں اس شخص کی اطاعت سے بالکل نکل جاؤں گا جو امارت کے لئے بہترین آدمیوں میں سے ہے اور زیادہ سچ کہنے والے اور راہ حق کا پڑا ہادی ہے اور از روئے تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور تو مجھ کو اپنی اطاعت میں دھن ہونے کا حکم دیتا ہے و اطاعت جو اس امر میں لوگوں سے بعید ہے۔ اور تو بہت بڑا مکر اور بہت بڑا گمراہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے از روئے قرب و تعلق بہت بعید ہے گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا لڑکا ایک طاغوت اور طواغیت اطمین سے ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں یہی املاؤں پر کو پیادوں اور سواروں سے سب سے دالہ ہوں پس دیکھو اگر میں نے تجھے ایسا معصوف نہ کر دیا کہ تجھے جان کے لئے نہ بچ جائیں تو یہ تمہارا تو بڑا خوش نصیب ہے

(ابن حنبلہ و تاریخ کامل)

اس خط کے بعد معاویہ مایوس ہو گئے، اور اب انکی محنت عملی یہ تھی کہ وہ اہل شام پر یہ ظاہر ہونے دیں کہ قیس علی کے مطیع ہیں

اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قیس ہمارے ساتھی ہیں ان کے خطوط اور قاصد ہمارے پاس آتے ہیں وقتاً فوقتاً اہم امور میں اپنی رائے لکھ بھیجتے ہیں (ابن خلدون)
اس پر وہ بیگنہ سے معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ اہل کوفہ اور حضرت علیؑ قیس سے بظن ہو جائیں اور اس شک میں پڑ جائیں کہ قیس درپردہ معاویہ سے ملے ہوئے ہیں۔ طبری نے قیس کے ایک جلی خط کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ جو معاویہ کی سازش سے قیس کی طرف سے لکھا گیا تھا۔

غرضیکہ قیس معاویہ کی سازش کا شکار ہو گئے اور حضرت علیؑ کو انھیں محض نمر پٹا ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو بھیجا گیا۔ محمد نے مصر پہنچنے کے بعد ان لوگوں سے جنگ کی جھڑپوں نے حضرت علیؑ کی بیعت اب تک نہیں کی تھی محمد بن ابی بکر نے ان کے خلاف دومرتبہ لشکر کشی کی اور انوں مرتبہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ صوبہ کے حالات تیزی سے بگڑنے لگے تو صفین کی جنگ کے بعد حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو لکھا کہ وہ جزیرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر مصر جائیں اور محمد بن ابی بکر کی جگہ لے لیں بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک اشتر کو محمد کی شہادت کے بعد روانہ کیا گیا تھا۔ لیکن عموماً پہلی روایت پر ہی اعتماد کیا جاتا ہے۔

مالک اشتر کی شہادت

معاویہ نے یہ خبر سنی تو انہیں مصر کے قبضہ سے ناامید ہو گئی کیونکہ اشتر کی سیاسی چالوں سے معاویہ کو واقفیت تھی، اتفاق کی بات کہ اشتر کو بچا اور قیام کرتے ہوئے جو قلم کے افسر مال کے پاس پہنچے ان کا انتقال ہو گیا کہا جاتا ہے کہ معاویہ کی سازش سے حاکم خراج قلم نے اشتر کو نہر دیا تھا، طبع یہ دلائی گئی تھی کہ خراج معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ دور از قیاس اور خلاف واقع روایت ہے

(ابن خلدون)

مالکِ اشتر کی شہادت کے بارے میں ابنِ کثیر کی روایت

حیبِ اشتر مصر کی طرف گیا اور قلازم تک پہنچا تو خاندسار نے اس کا استقبال کیا جو ٹیکس آفیسر تھا اس نے سامنے کھانا پیش کیا اور اسے شہد کا مشروب پلایا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی اور حیبِ معاویہ عمرو اور اہلِ شام کو یہ اطلاع ملی تو انھوں نے کہا ”بلاشبہ شہد میں بھی اللہ کے شکر ہیں اور ابنِ جریر نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے اسے حکم دیا کہ وہ اشتر کو قتل کرنے کے لئے کوئی حیلہ کرے اور یہ کام کرنے پر اس سے کچھ باتوں کا وعدہ کیا تو اس نے یہ کام کر دیا۔ یہ بیان محلِ نظر ہے اور بالفرض اگر یہ صحیح بھی ہو تو معاویہ اشتر کے قتل کو جائز سمجھتے تھے کیونکہ وہ عثمان کے قاتلین میں سے تھا۔

تاریخ ابنِ کثیر حصہ ہفتم ۳۸ھ کے واقعات

ڈاکٹر طہ اسین (مصری) کا بیان

اشتر ابھی قلازم تک پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا، بہت سے مورخوں کا بیان ہے کہ قلازم کے انفسر خراج کو امیر معاویہ نے بہکایا اور کہا کہ اگر تم اشتر کی موت کی تدبیر کرو تو زندگی بھر تم سے خراج معاف، چنانچہ ان شخص نے شہد کے ثمرت میں رہ کر اشتر کو دیا جس سے وہ اسی دن یا دوسرے دن انتقال کر گئے۔ عمرو بن العاص اور معاویہ دونوں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ شہد بھی اللہ کی ایک فوج ہے

(علیؑ) تاریخ و سیاست کی روشنی میں

معاویہ کا مصر پر قبضہ

مسئلہ تحکیم کے خاتمہ کے بعد اہلِ شام نے معاویہ کو سلامِ خلافت کہا (ابنِ کثیر) یعنی معاویہ کو اہلِ شام نے اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اس جہلی خلافت کے حصول کے بعد معاویہ نے اپنے امراء عمرو بن عاص، ثمر جلیل بن السمط، عبدالرحمن بن خالد بن ولید، حجاج بن قیس، لسبر بن ارطاة

ابوالدور سلمیٰ، حمزہ بن سنان ہمدانی کو جمع کیا۔ اور ان سے مصر کے بارے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ
 طے یہ پایا کہ مصر پر قابض ہوا جائے۔ اور کایاہی کی صورت میں حکومت عمرو بن العاص کو دیدی
 جائے۔

معاویہ نے مصر میں فوج بھیجنے سے پہلے، مصر کے دوسرے داروں سلمہ بن مخلد انصاری
 اور معاویہ بن خدیج السکوئی کو خط لکھے اور لکھا کہ جلد ہی ان کی طرف ایک فوج بھیجی جا رہی ہے
 (یہ دونوں ان لوگوں کے سردار تھے کہ جنہوں نے ابھی تک حضرت علیؑ کی بیعت نہیں کی تھی۔ محمد
 بن ابی بکر ان پر لشکر کشی کر چکے تھے اور ناکام ہے تھیں ان کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔

مسلم اور معاویہ بن حذیفہ کی طرف سے اطمینان بخش جواب ملنے کے بعد معاویہ نے عمرو
 بن العاص کو چھ ہزار کا لشکر ساتھ کر کے مصر کی طرف روانہ کیا، اپنے مصر پہنچ کر علیؑ کے مخالف
 گروہ کی قیادت سنبھال لی اور مصر کے گورنر محمد بن ابی بکر کو اپنی طرف سے ایک خط لکھا

اور ساتھ ہی ایک خط معاویہ کا بھی کہ جو انہوں نے محمد کے نام لکھا تھا، انہیں ملانے
 کر دیا۔ محمد بن ابی بکر نے یہ دونوں خط حضرت علیؑ کی خدمت میں بھیج دیئے اور مدد کی درخواست
 کی اور عمرو بن العاص اور معاویہ بن ابی سفیان کو جواباً جو خط لکھے ان میں سخت کلامی سے کام
 لیا۔

حضرت علیؑ کو محمد بن ابی بکر کا خط ملا تو اپنے انہیں صبر کی تلقین کی اور حکم دیا کہ وعدہ
 کے خلاف بھڑک کر طاقت کا مظاہرہ نہ کریں نیز یہ کہ وہ جلد ہی ان کی مدد کے لئے مال، اور
 فوج روانہ کریں گے۔

حضرت علیؑ نے لوگوں کو جمع کر کے انتہائی پر تاثر خطبہ دیا۔ اور انہیں مصر میں اپنے
 بھائیوں کی مدد پر آمادہ کر سکی بھڑک کر کوشش کی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلیں ہوا۔ دوسرے
 دن پھر اپنے سربراہ و رہہ لوگوں کو طلب کیا اور انہیں غیرت دلائی، چنانچہ مالک بن کعب
 کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ دو ہزار آدمی مصر جانے کے لئے تیار ہو گئے وہ انہیں بکھر
 چلے ابھی اپنے پانچ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا حضرت علیؑ کے پاس محمد بن ابی بکر کی شکست کی
 خبر آئی، چنانچہ حضرت علیؑ نے کعب کو راستہ سے واپس بلا لیا اور مصر پر عمرو بن العاص کا قبضہ ہوا

مصر کے بعد بصرہ کی باری

معاویہ نے مصر کے بعد بصرہ پر نگاہ دوڑائی تو انہوں نے وہاں کا ماحول بھی اپنے حق میں پایا، وہاں کی صورتحال یہ تھی کہ بصرہ کے عامل عبداللہ ابن عباس ہاں سے جا چکے تھے اور ان کی جگہ زیاد بن ابیہ بطور نائب وہاں موجود تھا یہ اس وقت کی بات ہے کہ عبداللہ اپنے چچا زاد بھائی اور امیر المؤمنین سے روٹھ کر چلے گئے تھے کیونکہ علی نے ابن الاسود کی شکایت پر ان سے باز پرس کی تھی، معاویہ بصرہ کے بیت المال میں خورد برد کا تھا، علی کسی حالت میں بھی یہ جوارا نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کے مال میں خیانت کی جائے، چاہے خیانت کرنے والا ان کا کوئی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

عبداللہ ابن عباس کی بصرہ سے غیر حاضری اور وہاں کے مخصوص حالات نے معاویہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہاں بنی ریشہ دوایاں شروع کر دیں — بصرہ میں جنگِ جمل سے زخم ابھی ہرے تھے، عثمانی بڑی تعداد میں وہاں موجود تھے، بنی تمیم میں علی کی مخالفت تھی، بنی ازد خیر جاندار سے تھے اور بنی رجب علی کو دوست رکھتے تھے۔ یہی مین قبیلے سربراہ رہتے۔ معاویہ نے ایک سخت گیر اموی عبداللہ بن عامر الحفزی کو بصرہ بھیجا۔ اور ولایت کی کردہ بنی تمیم میں قیام کرے۔ اور بنی ازد سے راہ و رسم بڑھانے کی کوشش کرے۔ اور بنی رجب سے بچتا رہے کہ وہ علی کے طرفدار ہیں عبداللہ بن عامر بنی تمیم میں پہنچ کر انہیں بھونانے میں کامیاب ہو گیا، بس احنف بن قیس کو قابو میں نہ کر سکا، یہ شخص اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ جنگِ جمل میں بھی غیر جانبدار رہا تھا۔

زیاد بن ابیہ اس صورتحال سے خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے علی کے طرفدار قبیلے بنو رجبہ میں پناہ لینے کی کوشش کی۔ لیکن اموی ریحانہ کھنے والے بنی سدرہاں کو تذبذب کا شکار نہ کچھ کر لیا نہ بنو ازد سے مدد کی درخواست کی۔ وہ اس شرم پر تیار ہو گئے کہ زیاد بیت المال اور عامر بن عامر کے کران کی امان میں آجائے، پناہ بخدا ایسی ہی ہو ان کا بیت المال اور بنو رجبہ سمیت قسرات سے بھراؤ کے قبیلہ میں چلا گیا۔ بنو ازد کی پناہ میں آجائے کہ بعد زیاد نے امیر المؤمنین حضرت علی کو

تمام ہر خیال کچھ بھیجی حضرت علیؑ نے بدمعاش کو سمجھانے بھانے کے لئے ایک مٹی میں عین بن عصبہ کو بھیجا، لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے اور مٹیوں کے ہاتھوں قتل ہر گئے۔ زیاد نے قصاص لینا چاہا لیکن بنی ازد تیار نہیں ہوئے۔ اور کہا کہ ہمارے ذمہ صرف تمہاری اور بیت المال کی حفاظت ہے۔

حضرت علیؑ کو اپنے قاصد کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ نے ایک دوسرے مٹی جاریہ بن قدامہ کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ بصرے روانہ کیا۔ وہاں پہنچ کر جاریہ نے مٹیوں سے بات چیت شروع کی جس کے نتیجے میں کچھ لوگ اسکے ہمنوا گئے چنانچہ جاریہ نے بصرے کے حامیوں اور اپنے ساتھ لائی ہوئی فوج کے ساتھ عبداللہ ابن عامر پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ زیاد دارالامارت میں واپس آگیا۔

ابن الحفری کے خاتمہ سے معاویہ کی چال نکام ہو گئی اور بصرے پر قابض ہونے کی آرزو خاک میں مل گئی لیکن اتنا شہر وہو کہ وہ بصرے میں انتشار پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور انہیں عراق میں حضرت علیؑ کی حکومت کی کمزوری کا احساس ہو گیا چنانچہ انہوں نے حضرت علیؑ کی حکومت کو مزید کمزور کرنے اور انہیں زچ کرنے کی نئی راہ نکالی اور یہ راہ مسواکن اور بے رحمی کی تھی جسے آجکل کی اصطلاح میں دہشت گردی کہتے ہیں۔

۹ معاویہ کی دہشت گردی کا سال عین المتمر پر حملہ

معاویہ نے نعمان بن بشیر کو دھڑاکا لشکر کا دیرین المتمر بھیجا، وہاں حضرت علیؑ کی جانب سے کدے بن مالک امیر تھے۔ یہاں حضرت علیؑ کا اسلحہ خانہ تھا

بلکہ یہ کتب و بی شخص تھے کہ جنہوں نے اہل کوفہ کی بے شری کی حد کو پہنچنے والی خاموشی کو توڑ دینے ہوئے حضرت علیؑ کی آواز پر لبیک کہا اور محمد بن ابی بکر کی مدد کیلئے مصر روانہ ہوئے لیکن راستہ ہی میں بھٹے کہ محمد کی شہادت کی خبر علیؑ کو پہنچی تو انہیں واپس بلا لیا گیا۔

کعب نے مثالی بغاوت کا سنا سنا کر دیکھا۔ ان کے پاس کل ایک ہزار افراد کی فوج تھی، آپ نے ان سے کہا تم میں سے جو جانا چاہے چلا جائے چنانچہ آپ کے پاس ہزار سوا دی باقی بچے، لیکن وہ جاننا نہ تھے، انہوں نے شہر کی دیوار کو پس پشت رکھ کر دو ہزار کی فوج سے مقابلہ شروع کیا، یہ مقابلہ جاری تھا کہ غنم بن سلیم نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو پیچاس ہزار سواروں کے ساتھ کعب کی مدد کیلئے بھیج دیا۔ انہوں نے آنے ہی اپنی دنیا میں توڑ دیں اور لڑائی میں شریک نہ ہو گئے۔ جس وقت یہ لوگ آئے تھے تو شام ہو چکی تھی۔ شامی سمجھتا بھی ادر کرار ہوا کہ لہذا جھاگ کھڑے ہوئے، کعب نے کچھ دور ان کا پیچھا کیا۔ اور ان کے تین آدمیوں کو قتل کر دیا۔

ابنار و مدائن

ابن ہریرہ نے سفیان ابن عوف کو چلے ہزار کا لشکر دیکر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ ”اولاً ہیئت پر حملہ کر کے اسے اپنے مقبوضات میں شامل کر لو اور وہاں جو کچھ سامان ملے لوٹ لو۔ پھر آگے بڑھ کر ابنار و مدائن پر قبضہ کرو۔“ (طبری، سوم)

سفیان ہیئت آیا، اسے یہاں کوئی مزاحمت نہیں ملی اور قبضہ ہو گیا، پھر ابنار پہنچ گیا۔ یہاں حضرت علیؑ کا اسلحہ خانہ تھا، حفاظت کے لئے پانچ سوا دی ہیئت تھے۔ حملہ ہوا تو کل ایک سو رہ گئے، لیکن انہوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن اسلحہ خانہ کا ابتر ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ تیس آدمی بھی۔

سفیان نے اسلحہ خانہ اور لوگوں کا مال اسباب لوٹ لیا۔ اور معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔

معاویہ

معاویہ نے عبداللہ بن مسعود الفزازی کو شہرہ سواروں کے ساتھ تیمار حملے کا حکم دیا۔ فزازی کے ساتھ اس کی قوم کے اور بھی بہت سے لوگ تھے اسے حکم دیا گیا کہ راستہ میں جن جن دیہات سے اس کا گذر ہو وہ زکوٰۃ وصول کرتا جلتے کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دے، پھر مکہ مودینہ

پانچ مردوں بھی زکوٰۃ وصول کرے اور زکوٰۃ نہ لینے والوں کا وہی حشر ہوئے،
 یہ خیر امیر المؤمنین کو پہنچی تو انہوں نے مسیب بن نجیدہ انفرادی کو روانہ کیا، اس نے عمر
 ایک ہزار کا لشکر تھا، مسیب نے تین پانچ کر عبد اللہ کو جالیا اور سخت جنگ کی، عبد اللہ کو
 شکست ہوئی اور وہ ایک قلعہ میں پلا گیا مسیب نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، تین دن گزرنے
 کے بعد مسیب نے قلعہ کے دروازے کو آگ لگا دی۔ شامی عسکریں نے جب یہ دیکھا کہ کہ ان کی موت قریب
 تو انہوں نے قلعہ کی دیوار پر سے پکا کر کہا کہ اے مسیب یہیری ہی تو ہے چنانچہ اسے غیرت آئی
 اور اس نے آگ بجھانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اپنے آدمیوں کو دھوکے سے ایک مکان میں جمع کیا،
 جب اتہ ہوئی تو عبد اللہ انفرادی کو وہاں سے نکل جانے کا موقع فراہم کر دیا۔ اس طرح اس
 قوم پرستی کے جذبے سے مغلوب ہو کر امیر المؤمنین سے غداری کی۔

تعلیہ واقفہ پر حملہ

معاویہ نے ضحاک بن قیس کو لشکر دیکر روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ واقفہ کے نشیبی
 علاقے سے گزرو اور اس علاقہ میں جتنے بھی ایسے دیہاتی نظرائیں جو علی کے مطیع ہوں انہیں بوجھ
 صلی کے ساتھ تین ہزار کا لشکر تھا یہ جدھر سے گذرنا لوگوں کے مال چھین لیتا اور جو اعراسی
 سے حامی ہوتے انہیں قتل کر دیتا۔“ (طبری)

امیر المؤمنین کو اطلاع ملی تو اپنے حجر بن عدی کو چاہنہرا کا لشکر دیکر قلعہ کے مقابلے کیلئے
 روانہ کیا حجر نے اسے قہر کے مقام پر جالیا اور جنگ کی جب رات ہوئی تو ضحاک اپنے پیچھے انیس
 مقتولین کے لاشے چھوڑ کر فرار ہو گیا، حجر کے دو ساتھی شہید ہوئے اور وہ امیر المؤمنین کے پاس
 لوٹ گئے۔

امارت حج اور معاویہ کا منہ ابڑہ

اس سال کے آخر تک معاویہ کی یہ جرات ہو گئی کہ اس نے حج کے موقع پر اپنا امیر مقرر
 کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ عام مسلمانوں کو یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ اب تلہ شام کی

گوری کا نہیں ہے بلکہ خلافت کا ہے انہوں نے یزید بن شجرہ کو امیر مقرر کیا اور حضرت علیؑ سے مقابلے میں اپنی خلافت کا گھنٹہ گھلا اعلان کر دیا۔

حضرت علیؑ کی طرف سے مکہ کے گورنر قثم بن عباس کو امارت حج کے فرائض انجام دینا تھے، یزید کے آجائے سے صورتحال سنگین ہو گئی لیکن مسلمانوں نے مشہور صحابی ابو سعید خدریؓ کو درمیان میں ڈالا تو یہ طے پایا کہ دونوں میں کوئی بھی یہ فرائض انجام نہ دے بلکہ کوئی تیسرا آدمی منتخب کیا جائے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائے چنانچہ عثمان بن طلحہ کی امامت پر لوگ راضی ہو گئے اور حج کا موسم بخیر و خوبی گزر گیا۔

حضرت علیؑ نے معقل بن قیس کو ایک غنقری نوجوان یزید بن شجرہ کی خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ حج کے بعد واپس جا چکا تھا اس کی جماعت کے کچھ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے انھیں معقل نے گرفتار کر لیا۔ اور کوڑے لے گیا۔

بسر بن ارطاة کی دہشت گردی

عراقی علاقوں پر کامیاب دہشت گردی کے تجربات نے معاویہ کو حوصلہ دیا کہ وہ اس دہشت گردی کو انتہا تک پہنچائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک انتہائی سفاک سردار بسر بن ارطاة کو تین ہزار جنگجو دے کر مدینہ روانہ کیا، جب یہ سفاک دہشت گرد پہنچا تو (طبری کے مطابق) وہاں کے گورنر مشہور صحابی ابوالآئب انصاریؓ خوفزدہ ہو کر مدین سے نکل گئے اور امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بسر بن ارطاة کو مدینہ میں کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس نے مسجد نبویؐ کے منبر پر بڑھ کر ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر لٹکا لٹکایا لیکن کسی نے دم نہ مارا۔ وہ بری طرح سے دہشت زدہ ہو گئے تھے ان سب سے معاویہ کی بیعت کی توجہاں بخشی ہوئی پھر اس نے نبو مسلمہؓ کے پاس کہا ابھی کہ تمہارے لئے میرے پاس کوئی امان نہیں ہے اور نہ میں تم سے اس وقت تک بیعت لوں گا جب تک تم جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کو حاضر نہ کرو۔

جابر بن عبد اللہ انصاریؓ جو کہ بہت ہی مشہور صحابی تھے وہ قتل کے خوف سے اس درجہ غمیر

ہوتے کہ انہوں نے بسر بن لوطاء کے پاس آکر معاویہ کی سعیت کر لی۔ حالانکہ انہوں نے جناب ام المومنین ام سلمہ سے اس بات کا اظہار کیا کہ یہ گمراہی کی سعیت ہے، طبری کا بیان ہے کہ بسر نے مدینہ میں کئی مکانات گروائے اور اسکے بعد مکہ کا رخ کیا۔ پھر وہاں سے یمن گیا۔ وہاں امیر المومنین کی جانب سے عبید اللہ بن عباس کو نذر تھے جب انھیں بسر کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے کوثر آگئے۔ اور اپنی جگہ عبداللہ بن عبدالمدان الحارثی کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ یمن پہنچ کر بسر نے عبداللہ بن عبدالمدان اور اسکے لڑکے کو قتل کر دیا۔

عبید اللہ ابن عباسؓ کے معصوم بچوں کا قتل

طبری کے مطابق ”راہ میں بسر کو عبید اللہ بن عباس کے گھر والے ملے جن میں عبید اللہ کے دو بچے بھی تھے اس نے دونوں بچوں کو زنج کر دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے یہ دونوں بچے ہو کہ ان کے ایک شخص کے پاس ملے جب اس نے ان دونوں کو قتل کرنا چاہا تو کنائی نے کہا ”ان بچوں کا کیا قصور؟ جان دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر نہیں واقعاً قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے بچے قتل کر دے۔ بسر نے جواب دیا ”ہاں میں ایسا ہی کر دوں گا چنانچہ اس نے پہلے کنائی کو قتل کیا پھر ان بچوں کو قتل کیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نے کنائی کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور یہ دو بچے جو بسر نے قتل کئے ان میں سے ایک کا نام عبدالرحمن اور دوسرے کا نام قثم تھا۔ بسر نے یمن میں شیدان علیؓ میں سے ایک بڑی جماعت کو قتل کیا۔ (طبری سوم)

حضرت علیؓ کو جب بسر کے حملے کی اطلاع ملی تو انہوں نے جابر بن قدام اور دہیب بن مسعود کو دہنزار کا لشکر دے کر روانہ کیا، جابر اپنا لشکر لیکر بحران پہنچا اور پورے شہر کو جلا کر خاک کر دیا اور حضرت عثمانؓ کے حامیوں میں بہت سے لوگوں کو بچ کر قتل کر دیا بسر اور اس کے ساتھی شام بھاگ گئے۔

(اليفشا)

معاویہ سے فیصلہ کن جنگ کا ارادہ

حضرت علیؓ ابن ابیطالبؓ معاویہ کی دہشت گردیوں سے اور اپنے حامیوں کی نافرمانیوں

سے بہت رنجیدہ اور خضبات کھٹے چنانچہ آپ نے ہر صورت میں معاویہ سے فیصلہ کن جنگ کا پختہ عزم کر لیا، آپ کے عوام کا اندازہ درج ذیل خطبہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے اس خطبہ کو بلاذری سے ڈاکٹر طلحہ حسین نے نقل کیا ہے۔

لوگو! اس بیعت کی دعوت تھیں مجھ کو دی اور میں نے تمہاری بات نہیں مانی پھر تم نے خلافت کیلئے میری بیعت کی، حالانکہ میں نے خلافت طلب نہیں کی تھی۔ اس کے بعد حملہ کرنے والے مجھ پر ٹوٹ پڑے، اللہ ان کی زیادتی کے لئے کافی ہوا، اور وہ منہ کے بل گرنے خذلے ان کو ہلاک کیا۔ اور انہیں پرہیزی گروش آئی، اب ایک جماعت باقی رہ گئی ہے جو اسلام میں نہ تھے نہ شمشادہ پیدا کرتی ہے، حق کو چھوڑ کر من مانے کام کرتی ہے جس کا دعویٰ کرتی ہے اسکی اہل نہیں۔ جب آگے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ حیدر آگے بڑھو تو وہ بڑھتے ہیں جب آگے آتے ہیں تو حق اتنا نہیں پہنچتے جتنا باطل۔ جس طرح حق کی تردید کرتے ہیں باطل کی نہیں کرتے، پس اب میں تمہاری باتوں سے کتا چکا ہوں، اب مجھے بتاؤ اگر تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم کو میرے ساتھ دشمن کے مقابلے کے لئے چلنا ہے تو میں سہی چاہتا ہوں اور یہی میری مرضی ہے اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو مجھے اپنا ارادہ بتا دو۔ تاکہ میں فیصلہ کر دوں سچا اگر تم سب میرے ساتھ دشمن سے جنگ کے لئے اس وقت تک نکلے کہ خدا فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے تو میں تمہارے لئے بدعا کروں گا اور پھر دشمن کی طرف چل پڑوں گا۔ چاہے میرے ساتھ دس آدمی ہوں، کیا شام کے آوارہ ناتجھ گمراہ کی اسدا کرنے اور باطل کے لئے مقہور ہونے میں تم سے زیادہ برداشت اور قوت کے مالک ہیں حالانکہ حق و عداوت تمہارے ساتھ ہے، تمہیں کیا ہو گیا، اوجھلا اعلیٰ کیسا ہے؟ اگر تم اسے گئے تو قیامت تک تم صی قوم اٹھائی نہیں جاسکتی۔“

رعلیٰ۔ تاریخ و سیاست کی روشنی میں

حضرت علیؑ کی اس فیصلہ کن تقریر کے اثرات ڈاکٹر طحیسن کی زبانی ملاحظہ ہوں۔
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرداروں اور افسروں کو حضرت علیؑ سے بڑی شرم محسوس ہوئی۔
 اور ڈسکے ماتے کہ کہیں وہ اپنے ارادے پر عمل نہ کر سکیں اور اکیلے یا تھوڑے سے لوگوں کے
 ساتھ شامیوں سے جنگ کیلئے نکل کھڑے ہوں اور ان کے دامن پر بے غیرتی اور بے شرمی
 کے داغ لگ جائیں۔ اور داغ کیسے، اور پھر اپنے دین، اپنی جان اور اپنے تمام معاملات
 کے لئے مصائب ہو جائیں، چنانچہ ان میں سے جو بولنا جانتے تھے حضرت علیؑ کے پاس آئے
 آپ کی خبر خواہی کے لئے اپنا غلو ص پیش کیا۔ اور اچھی اچھی باتیں کیں اور ایک دوسرے کو ملتا
 کرنے ہوئے اٹھ کر چلے گئے اور اس کوشش میں لگ گئے کہ حضرت علیؑ سے جو وعدہ کیا،
 وہ پورا کر دیں۔

ہر سردار نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ اور نصیحتیں کر کے آمادہ کیا، اس طرح حضرت علیؑ کیلئے
 ایک معقول فوج تیار ہوئی جس نے مرتے کا عہد کیا، اس کے بعد حضرت علیؑ نے معقل بن قیس
 کو مضافات میں بھرتی کے لئے بھیجا تاکہ کوثر کی تیار فوج کے ساتھ اسکا افتادہ کر دیا جائے، اسی طرح
 اپنے عراق سے آئے مشرقی علاقہ کے گورنروں کو لکھا کہ وہ اس بڑائی میں آپ کے ساتھ ہوں
 (علیؑ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں)

حضرت علیؑ کی شہادت

ادھر امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ معاویہ سے آخری معرکہ کی تیاری
 کر رہے تھے اور ادھر خارجی حضرت علیؑ معاویہ اور عمرو بن العاصؑ کو قتل کر نیکا منصوبہ بنا رہے
 تھے۔ اس منصوبہ کے تحت عبدالرحمن ابن ملجم حضرت علیؑ کے قتل پر برک بن عبداللہ معاویہ کے
 قتل پر اور عمرو بن بکر کتبی عمرو بن العاصؑ کے قتل پر مامور ہوئے تاہم تاریخ ۱۷ رمضان سنہ ۴۰
 مقرر کی گئی۔ اور تینوں اپنی اپنی منزل کے لئے روانہ ہو گئے۔ عمرو بن العاصؑ کا قاتل مصر پہنچا
 اور حینہ تاریخ ۱۷ رمضان کو اپنے اہلکے کی تکمیل کی۔ لیکن بعد میں یہ راز کھلا کہ جس شخص
 کو اس نے قتل کیا وہ دراصل دوسرا شخص تھا کہ جو عمرو بن العاصؑ کی جگہ نماز پڑھانے آیا تھا۔

معاویہ کا قاتل بھی دُشمن پہنچ کر معاویہ پر حملہ آور ہوا۔ لیکن دارا دھچکا پڑا، سرین پر ایک ہلکا سا زخم آیا۔ تیسرا قاتل عبدالرحمن ابن ملجم امیر المومنین کو قتل کرنے کے لئے کوڑہ پہنچا۔ وہاں اس کی ملاقات ایک انتہائی حسین و جمیل عورت (مسعودی کے مطابق بچا زاد بہن) سے ہوئی جس کا نام قطام تھا۔ یہ اسے دیکھتے ہی دل دھجھان سے فرغیتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام دے دیا۔ قطام نے نکاح کے لئے تین شرطیں رکھیں، آخری شرط حضرت علیؑ کے قتل کی تھی، ابن ملجم تو بھلا ہی اس ارادے سے تھا، چنانچہ وہ زہر میں بھیجی ہوئی تلوار لے کر اپنے ایک مددگار شہید کے ساتھ کوڑی مسجد میں جا پہنچا۔ اور وہ دونوں اس دروازے پر بیٹھ گئے جادھر سے حضرت علیؑ نماز کے لئے آتے تھے، جب حضرت علیؑ نماز کے لئے نکلے تو شہید نے حضرت علیؑ پر دار کیا جو خالی گیا اور دروازے یا دیوار پر پڑا۔ ابن ملجم نے پیشانی پر دار کیا۔ زخم بہت گہرا لگا۔ ابن ملجم بچہ آگیا، کم و بیش مٹی تفصیل محروف و مخفی یعنی طبریؒ، مسعودیؒ، ابن کثیرؒ، ابن خلدون وغیرہ نے بیان کی ہے، لیکن شیعوں لایات کے مطابق حضرت علیؑ کو ابن ملجم نے اس وقت زخمی کیا جب آپ حالت سحرے میں تھے۔ یہ روایت دراصل بھی درست نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت علیؑ کو مسجد میں آتے ہوئے تلوار ماری گئی۔ عبدالرحمن ابن ملجم ایک معمولی سا گنہگار آدمی تھا، ہمارا ہمارے شمشیر زن کی حیثیت سے اسکی کوئی شہرت نہ تھی۔ چنانچہ اس کی یہ جرأت کہ حضرت علیؑ کے سامنے آنے کی جرأت کے ساتھ کاری زخم لگائے اور پھر یہ بات بھی اس کے علم میں تھی کہ علیؑ ایسے جری اور ماہر شمشیر زن ہیں کہ ان کے مقابلے پر جو بھی آیا موت اس کا مقدر بن گئی۔ اگر علیؑ اس وقت نہ ہتے تھے تو بھی ان کے لئے ایک معمولی حملہ آور سے تلوار چھین لینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور پھر ابن ملجم کو یہ بھی معلوم تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں علیؑ نماز میں مشغول ہو جائیں گے۔ اور اس حالت میں ان پر حملہ نہایت آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں شیعوں و آیات عام مسلمانوں کے لئے بھی زیادہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔

بعض روایات اور شواہد کی بنا پر کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ اکیس گری سازش تھی جسے معاویہ نے تیار کیا تھا، اسے معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت علیؑ بھڑپور اور فیصل گن جنگ کے لئے پہنچنے والے ہیں۔

حضرت علیؑ کے زخمی ہونے کی تاریخ مؤرخین نے بالعموم ۱۷ رمضان بتائی ہے۔ لیکن وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسی دن اور بعض نے ایک دو دن بعد کا ذکر کیا ہے۔ لیکن شیعہ دنیا رمضان کی انیسویں شب کو شبِ ضربت اور ۲ رمضان قرار دیتی ہے کیونکہ شیعہ حضرات باقاعدہ تین دن کا سوگ مناتے ہیں لہذا اس سلسلے میں انہی تحقیق زیادہ قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ کے زخمی ہونے کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ اگر آپ وفات پا جائیں تو آپ کے فرزند حسنؑ کی بیعت کر لی جائے تو آپ نے فرمایا نہ تو میں ہتھی منہ کرتا ہوں اور نہ ہی حکم دیتا ہوں۔ لیکن شیعہ روایات کے مطابق حضرت علیؑ نے حضرت امام حسنؑ کو اسرارِ امامت تعلیم کئے اور انہیں اپنے بعدِ امت کا امام بنایا۔

حضرت حسن علیہ السلام کی بیعت

حضرت علیؑ علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے قیس بن سعد بن عبادہ نے حضرت امیر حسن علیہ السلام کی بیعت کی، اور پھر عام بیعت ہوئی، طبری و دیگر مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب اہل عراق نے حضرت حسنؑ سے خلافت کی بیعت کی تو حسنؑ اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ اپنی یہ شرط بار بار دہراتے رہے کہ جس سے میں جنگ کروں اس سے جنگ کرنا اور جس سے میں صلح کروں اس سے صلح کرنا۔ صلح کا لفظ بار بار سننے کی وجہ سے لوگ شک میں پڑ گئے، اور آپس میں کہنے لگے یہ اپنا آدمی نہیں یہ تو صلح کا آدمی ہے۔

حضرت حسنؑ ابن علیؑ اور معاویہ بن ابی سفیان

بیعت کے بعد جناب امام حسنؑ کو فدہ ہی میں مقیم رہے تقریباً دو ماہ گزر جانے کے بعد بھی آپؑ نے معاویہ سے جنگ کرنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علیؑ اپنی شہادت سے قبل جنگ کی مکمل تیاریاں کر چکے تھے۔ لشکر تیار تھے، قیس بن سعد جو لشکر کے سردار تھے

مزہر مبردہ کر سکے، قیس اور عبید اللہ بن عباس نے امام حسنؑ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے زور ڈالا، ادھر عبداللہ بن عباس نے بھی امام حسنؑ کے نام خط لکھا کہ وہ اپنے والد کی راہ پر چلنے کے لئے آمادہ ہو جائیں، چنانچہ آپؑ لڑائی کے لئے آمادہ ہو گئے اور قیس بن سعد کو بارہ ہزار کے ہراول دستہ کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ عبید اللہ ابن عباس کو کر دیا۔ پھر حضرت حسنؑ ایک بڑی فوج کے ساتھ نکلے اور مدائن پہنچ کر قیام کیا۔

مروخین لکھتے ہیں کہ کسی شخص نے پکار کر کہا کہ، "قیس بن سعد قتل ہو گئے۔ اس خبر سے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور وہ آپؑ ہی میں اُلجھ پڑے اور لوٹ مار کرنے لگے، یہاں تک امام حسنؑ کے خیمے میں گھس گئے اور ان کا سامان لوٹ لیا، آپؑ فرش پر بیٹھے تھے وہ بھی گھسیٹ لیا، ایک شخص نے آپؑ کی ران پر نیزہ بھی مارا قبیلہ رمیجہ اور سہدان کے لوگ آپؑ کو بچا کر قنبرا میں لے گئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسنؑ جنگ کے لئے بادلِ غواستہ تیار ہوئے تھے، آپؑ کو اپنی فوج پر بھروسہ نہ تھا اور فوج میں بعض کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ حضرت حسنؑ صلے کی طرف مائل ہیں یہ بددلی کا ہی ماحول تھا کہ جس کی بنا پر قیس بن سعد کے قتل کی جھوٹی خبر سے لوگ خوفزدہ

ہو گئے اور اس صورت حال کو سنبھالنے کے لئے حضرت حسنؑ کچھ نہ کر سکے۔

صلح حسن علیہ السلام

حضرت امام حسنؑ زخم اچھا ہونے تک مدائن ہی میں ٹھہرے رہے، یہاں سے آئے معاویہ سے خط و کتابت کی خلافت سے دستبردار ہونے کیلئے چند شرائط پیش کیں اور کہا کہ ان کا قبول کرنا تمہارے لئے لازم ہوگا۔ مورخ طبری کے مطابق یہ خط معاویہ کو اس وقت پہنچا کہ خود آپؑ ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر لگا دی اور امام حسنؑ کو لکھ بھیجا کہ اس کاغذ پر جو شرطیں تمہارا جی چاہے لکھ لو مجھے سب منظور ہیں۔ امام حسنؑ کو جب یہ کاغذ پہنچا تو انہوں نے اس سے پہلے جو شرطیں معاویہ کو لکھی تھیں اس سے زیادہ شرائط اس کاغذ پر لکھیں اور اس معاہدے کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب اس (اور معاویہ) میں ملاقات ہوئی تو حسنؑ نے معاویہ سے انہیں شرائط کو پورا کرنے کا سوال کیا جو معاویہ کی طرف سے بھیجے گئے مہر لگے سادہ کاغذ پر لکھے تھے معاویہ نے اس کو منظور کر نیسے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارے پہلے خط میں جو شرائط تھیں وہ میں نے خط ملتے ہی منظور کر لی تھیں۔ حضرت حسنؑ نے جواب دیا کہ جب تمہارا خط پہنچا تو میں نے اس پر شرائط کی ہیں جن کے وفا کرنے کا تم نے عہد کیا، غرض اس باب میں دونوں کو اختلاف ہو گیا۔ پھر تو معاویہ نے حسنؑ کی کسی شرط کو بھی پورا نہیں کیا۔“

(تاریخ طبری سوم)

مورخ ابن الاثیر کا بیان

جب امام حسنؑ کا خط معاویہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے رکھ لیا، اس سے قبل وہ عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن ابن سمرہ ابن حبیب بن عبد شمس کو امام حسنؑ کے نام خط دیکر روانہ کر چکے تھے جو بالکل سادہ تھا اور جس کے نیچے مہر لگی ہوئی تھی، معاویہ نے ان کو لکھا کہ اس کاغذ کے نیچے مہر لگی ہوئی ہے آپ اپنی شرائط درج کر دیجئے وہ شرائط مجھے قبول ہیں

جب امام حسنؑ کے پاس وہ خط پہنچا تو انہوں نے معاویہ سے اس قبل کی پیش کردہ شرائط سے دُور گئی شرطیں اور اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا، ان فرض جب امام حسنؑ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا اور ان سے ہر شرطہ خط کی مندرجہ شرائط کا ایفا چاہا تو معاویہ نے ہکا کر دیا۔

امام حسنؑ نے امیر معاویہ سے جو امور طلب کئے تھے وہ یہ تھے کہ کوفہ کے بیت المال کی تمام رقم حین کی مقدار سچاس لاکھ تھی اور فارس کے دارالحجرو کا خراج انہیں دیا جائے اور یہ کہ حضرت علیؑ کو سبب شتم نہ کیا جائے معاویہ نے سبب شتم سے باز رہنے کو منظور نہ کیا۔ پھر حضرت حسنؑ نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کو ایسے وقت میں سبب شتم نہ کیا جائے کہ وہ حسنؑ، سنیوں اس کو انہوں نے منظور کر لیا، لیکن بعد میں یہ شرط بھی پوری نہ کی۔ باقی رہا دارالحجرو کا خراج اسے اہل بصرہ نے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ ہمارے مالی غنیمت میں سے ہے اور وہ ہم کسی کو نہ دینگے۔ انہوں نے اس میں معاویہ ہی کے حکم سے رسوا ڈپٹی لگا رکھی۔

(تاریخ کامل، ابن اثیر، خلافت بنو امیہ حصہ اول)

(۴۴ھ کے واقعات)

دیگر شرائط کے علاوہ سبب شتم والی شرط کا تذکرہ ابن کثیر دمشقی نے بھی کیا ہے۔ اور یہ کہ علیؑ پر سبب شتم نہ کیا جائے جب کہ وہ (حضرت حسنؑ) اسے سُن رہے ہوں۔ جب امیر معاویہ نے یہ شرط مان لی تو حضرت حسنؑ امارت سے دستبردار ہو گئے۔“

(تاریخ ابن کثیر، حصہ ششم ۴۴ھ کے واقعات)

صلح کے بعد امام حسنؑ نے قیس بن سعد کو حکم بھیجا کہ معاویہ کی اطاعت کر لو۔ قیس نے اس حکم سے لوگوں کو مطلع کیا اور انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو امامت کی اتباع کریں اور چاہیں تو حق کی خاطر امام کے بغیر دشمن کا مقابلہ کریں لوگوں نے اسی میں عافیت دیکھی کہ جنگ سے دست کش ہو جائیں چنانچہ لڑائی بند ہو گئی، اب معاویہ کو کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی اور وہ کوفہ میں داخل ہو گئے اور اہل کوفہ سے بیعت لی۔ معاویہ نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کو بھی بیعت کیلئے مجبور کیا تو انہوں نے چند شرائط پیش کیں جنہیں معاویہ نے منظور کر لیا۔ اور قیس نے بھی بیعت کر لی۔

صلح کے بعد حضرت امام حسنؑ کا خطبہ :

امام حسنؑ زخم اچھل ہونے تک مدائن میں رہے صلح کے بعد آپ کو ذلّ شریف لائے کوفہ میں ایک اجتماع کے دوران عمرو بن العاص نے معاویہ کو رائے دی کہ وہ حسن سے تقریر کرنے کو کہیں۔ مورخ طبری لکھتا ہے کہ کوفہ میں مجمع ہوا تو عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حسنؑ سے کہیں کہ اسبھیں تقریر کریں۔ معاویہ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی پوچھا آخر تم کیا چاہتے ہو۔ عمرو نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر کرنے میں عاجز ہیں۔ اس بات پر عمرو نے اتنا اصرار کیا کہ آخر معاویہ کو ماننا پڑا۔ معاویہ نے مجلس میں آکر تقریر کی پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اس نے حسنؑ کو پکار کر کہا، اُبھیے اس مجلس میں تقریر کیجیے۔ انہوں نے بلا تامل تشہد پڑھا، اس کے بعد کہا

— ایتنا لناس خدا نے ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے آخری شخص کے ذریعہ تم کو کشت و خون سے بچایا۔ اور سنو اس حکومت کی ایک مدت دو عباد رہے اور دینا دست بردست بچھڑا کرتی ہے اور حق تعالیٰ اپنے نبی سے فرمایا چکا ہے، کیا معلوم شاید کہ وہ تمہاری آزمائش ہو اور چند دن آسائش۔“ ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا ”بیٹھ جاتیے۔“ (طبری)

اسی تقریر کو ابن کثیر اور ابن خلدون نے بھی نقل کیا ہے، لیکن ڈاکٹر طرا حسینؒ نے حضرت امام حسنؑ کے حین خطبہ کو لکھا ہے اس میں کچھ اور بھی ارشاد ہوا ہے۔

”لوگو! اس سے بڑا دانشمند متقی ہے اور اس سے بڑا اہل حق بدکار ہے، یہ معاملہ جو میں نے معاویہ کے سپرد کیا ہے یا تو مجھ سے زیادہ کا حقدار تھا۔ اور اس کو پہنچ گیا۔ یا یہ کہ وہ میرا ہی حق تھا لیکن محمدؐ کی امت کی بہتری اور اس کو خونیازی سے بچانے کے لئے اپنا حق بھڑو دیا، پس حمد کے لائق وہ خدا ہے جس نے تمہارے اگلوں کو ہامی دینے سے معزز کیا اور تمہارے پچھلوں کو خونیازی سے بچالیا۔“ (دعوتِ سیاست اور تاریخ کی روشنی میں)

عمر بن العاص سمجھتے تھے حضرت امام حسنؑ خلافت سے دست برداری کے بعد اپنے
 عمام کا سامنا کرنے میں اپنے آپ کو عاجز پائیں گے۔ اور زبان کچھ کہنے نہ پڑے لڑکھڑائی
 شاید وہ بہ بھول گئے تھے کہ امام حسنؑ کس کی اولاد ہیں اور پھر یہ کہ حسنؑ کھلم کھلا خلافت
 سے دست بردار ہوئے تھے انہوں نے معاویہ سے کوئی فقیہ جوڑ توڑ نہیں کئے تھے۔ یہی وجہ
 تھی کہ خلافت سے دست برداری کے باوجود معاویہ کی موجودگی میں عمام کے سلسلے نہایت
 بیباکی سے جو کچھ کہنا چاہتے تھے چند فقروں میں کہہ دیا۔

خلافت سے دست برداری کے بعد حضرت امام حسنؑ اپنے کعبہ کے ہمراہ خدمِ حرم
 کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئے، اہل کوفہ کچھ دُور تک آپ کو اوداع کہنے کے لئے آئے۔
 بعض روایات کے مطابق آپ کی روانگی کے وقت اہل کوفہ رو رہے تھے
 زمانہ دست برداری کے بارے میں ابن الاثیر لکھتے ہیں۔

”امام حسنؑ کی خلافت کا زمانہ ان لوگوں کے قول کے مطابق جن کا بیان ہے
 لکھا انہوں نے ربیع الاول ۴۰ھ میں امرِ خلافت سنبھال لیا تھا سارے پانچ مہینے کا ہوا ہے
 اور ان لوگوں کے مطابق جو ربیع الآخر ۴۰ھ کا ذکر کرتے ہیں چھ مہینے کچھ دن، اور جنہی
 راتے جمادی الاول ۴۰ھ کو ہے سات مہینے ۶ دن کی ہوتی ہے۔“
 (تاریخ کامل ۴۱ھ کے واقعات)

تو تاریخ ابن کثیر کے بیان سے مزید وضاحت ہوتی ہے وہ کہتا ہے۔
 ”ابو الحسن علی بن المدینی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے ربیع الاول
 ۴۰ھ کو امارت حضرت معاویہ کے سنبھال لی اور دوسروں نے ربیع الآخر ۴۰ھ میں امارت
 اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؑ نے جمادی الاول کے آغاز میں اسیا کیا۔ (وللہ اعلم)
 (تاریخ ابن کثیر ۴۱ھ کے واقعات)

معاویہ بحیثیت خلیفہ غاصب

۳۴ھ میں معاویہ کو مجبوراً پورے عالم اسلام کا خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔ اور اس سال کو سن عام الحماۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

مؤرخ ابن الاثیر لکھتا ہے کہ جب معاویہ کے لئے امر خلافت مستحکم ہو گیا تو سعد بن ابی وقاص ان کے پاس آئے اور کہا ”السلام علیک اے بادشاہ“ معاویہ نے بڑے اور کہا ”اے ابواسحق اگر تم امیر المؤمنین کہتے تو اعتبار کیا حبیب تھا۔“ انہوں نے جواب دیا ”کیا یہ بات آپ خوش ہو کر کہہ رہے ہیں؟ خدا کی قسم جس طرح آپ نے خلافت حاصل کی ہے میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔“

(تاریخ کامل، ۴۱ حصے واقعات)

معاویہ اور خواج

معاویہ کو خلیفہ بننے ہی خارجیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ خارجیوں کو جب بھی موقع ملتا۔ اپنے کسی سردار کی معیت میں معاویہ کے خلاف جنگ کرنے نکل کھڑے ہوتے۔ وہ اپنے مقصد میں جنوں کی حد تک فحش تھے۔ انہیں اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ ان کی تعداد کتنی کم ہے۔ وہ محض چند سوا افراد کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ان کی تعداد سو سے بھی کم ہوئی لیکن وہ لڑتے مرنے کو تیار ہو گئے کہ تو اپنے خیال عام میں جہاد کے لئے نکلتے تھے اور بخت میں جہانے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

معاویہ کو خارجیوں کا معاملہ سب سے پہلے امام حسن کی کوفہ سے روانگی کے بعد پیش آیا۔
 خلیفہ فرہ ابن نوفل آج بھی کو اپنا سر وار بنا کر معاویہ کے خلاف جنگ کے لئے نکلے اور کوفہ کے
 قریب نخلیہ میں قیام کیا۔ معاویہ نے خط لکھ کر حضرت حسنؑ کو خارجیوں کے مقابلے کیلئے واپس
 بلایا۔ معاویہ کا قاصد حضرت امام حسنؑ کو قادیسیہ کے قریب ملا اور معاویہ کا پیغام پہنچایا۔
 لیکن حضرت امام حسنؑ نے کہا بھئی کہ اگر میں اہل قبلہ کے ساتھ جنگ کو پسند کرتا تو سب سے
 پہلے خود میں سے کرتا۔ چنانچہ معاویہ نے شامیوں کی ایک جماعت کو ان کے مقابلے کے لئے
 روانہ کیا۔ اس مقابلہ میں شامیوں کو شکست ہوئی۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ کو دھمکایا اور
 کہا: ”خدا کی قسم جب تک تم خوارج کو نہ روک دو گے میں تم کو کسی طرح کی امان نہ دوں گا۔
 اہل کوفہ معاویہ کی دھمکیوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے اس موقع پر انہیں یقیناً سختی و صداقت کے
 پیکر خلیفہ کی یاد آئی ہوگی کہ حسن کی سٹرافٹ کی زبان یہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔

غرضیکہ اہل کوفہ معاویہ کے ڈرانے دھمکانے کی وجہ سے خارجیوں کے مقابلے
 کے لئے نکل کھڑے ہوئے خارجیوں نے انہیں بہت سمجھایا کہ معاویہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا دشمن
 ہے، لہذا تم بیچ میں نہ آؤ۔ ہمیں معاویہ سے لڑنے دو لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہم
 تم سے ضرور لڑیں گے اور ان کے سردار فرزدہ کو بیکر مکر لے گئے۔ اس کے بعد خارجیوں نے قبلہ
 طے کے ایک شخص عبداللہ ابن ابی حوسہ کو اپنا سر وار بنایا۔ اور کوفہ والوں سے شدید جنگ
 بس کے نتیجے میں ان کی بڑی تعداد قتل کر دی گئی اور ان کا امیر بھی مارا گیا۔

ابن ابی الحوسہ کے بعد تمام خوارج نے حوثرہ ابن وداع کو اپنا سر وار بنالیا۔ حوثرہ
 نخلیہ پہنچا تو اس کے پاس ڈیڑھ سو آدمیوں کی مختصر جماعت تھی ابن ابی الحوسہ کی شکست خوردہ
 فوج جو کہ مختصر سی تعداد میں تھی اس سے آکر مل گئی، منہ ہی جنون نے ان کے دلوں کو کتنا سخت
 کر دیا تھا، اس کا اندازہ درج ذیل روایات سے لگایا جاسکتا ہے۔
 حوثرہ نے حوثرہ کے باپ کو بلا کر کہا تم باہر جا کر اپنے بیٹے سے ملو شاید وہ تم سے ملکر
 قتیق القلب ہو جائے۔ چنانچہ ابو حوثرہ باہر آیا۔ اور بیٹے سے گفتگو کی۔ اور متیں دیکر کہا،
 کیا میں تمہارے پاس تمہارے بیٹے کو لے کر نہ آؤں؟ ممکن ہے تم اسے دیکھ کر اس کی جدائی کو

نا پسند کر دے۔“ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے زیادہ ایک کافر کے ہاتھ سے نیرے کی ایسی ضرب کا مشتاق ہوں کہ جس میں سموڑی دیر نہ پڑتا ہوں۔“ یہ سن کر اس کا باپ چلا گیا اور معاویہ سے اس کا قول بیان کر دیا۔ معاویہ نے عبداللہ بن عوف الاحمر کو دو ہزار آدمی دے کر اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ خوب زور شور سے لڑائی ہوئی۔ حوثرہ ابن عوف کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ خارجیوں میں سے صرف پچاس آدمی زندہ باقی بچے۔

(تاریخ کامل امم کے واقعات)
اسی امم میں کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو بھی خارجیوں کے خلاف مہم بھیجنا پڑی۔ فردہ ابن نوفل شیبہ ابن سجرہ معین خارجی، ابو مریم اور ابوالیسی نے مختلف اوقات میں معاویہ کے خلاف خروج کیا۔ اور مغیرہ کے فوجی دستوں نے انہیں قتل کیا۔

گورنروں کا نقص

معاویہ نے امر خلافت اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد کوفہ، بصرہ، مصر اور مکہ و مدینہ میں اپنے گورنر مقرر کئے۔

بصرہ

بصرہ میں پسر بن ارطاة کو روانہ کیا۔ مورخ ابن الاثیر لکھتا ہے:
جب لبس بصرہ پہنچا تو اس نے منبر پر خطبہ پڑھا جس میں ختم علی پر سب شتم کیا۔ پھر کہا کہ میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو شخص سمجھتا ہے کہ میں صادق ہوں وہ مجھے سچا کہہ دے اور جو مجھے جھوٹا جانتا ہے جھوٹا کہہ دے۔

ابو بکرہ نے کہا ”ہم تو یہی جانتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے۔“ لبس نے حکم دیا کہ اس کا ذرا گلا گھونٹ دیا جائے۔ مگر ابو لوؤ البغی نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو دونوں سے دیاں ڈال دیا اور اس طرح اس کا گلا گھونٹنے سے روک دیا۔

(تاریخ طبری حصہ سوم ۹ ص ۱۰۳ کے واقعات)

امم کے آخر میں معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس کے علاوہ

خراسان اور سبستان بھی اسی کے ماتحت کر دیئے۔ اسی سال عبداللہ بن عامر نے اپنی طرف سے قیس ابن الہشیم کو خراسان پر مامور کیا۔

عبداللہ بن عامر کی ایسی ہی کہ جو عثمان کے زلنے میں تھی جبکہ وہ ان کی طرف سے وہاں کا گورنر تھا، وہ صرف اپنے مفادات کو مقدم رکھتا تھا، چنانچہ جتنی دولت وہ سمیٹ سکتا تھا میٹتا رہا۔ اس نے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا، جس کے نتیجے میں عام فتنے و فحش اس قدر پھیل گیا۔ مورخ حال اس قدر خراب ہو گئی کہ نصف کے لوگوں نے کھسرا کو معاویہ سے شکایت کی۔ اور وہ معزول کر دیا گیا معاویہ نے وہاں دوسرا حاکم مقرر کیا اور پھر چند ماہ بعد نیا دار بن گیا۔

کوفہ

معاویہ نے کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ کو حاکم بنایا۔ ان کے حاکم بننے کی کہانی یہ ہے کہ معاویہ نے عمرو بن العاص کے صاحبزائے عبداللہ کو کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ عمرو بن العاص تو پہلے ہی مصر کے گورنر تھے، مغیرہ بن شعبہ معاویہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے عبداللہ کو کوفہ کا اور ان کے باپ کو مصر کا عامل مقرر کیا ہے تو کیا آپ میرے دو لڑکے جبروں کے بیچ میں رہیں گے۔ اس پر معاویہ نے عبداللہ کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ اور مغیرہ کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا۔ جب عمرو بن العاص کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بھی معاویہ کے پاس لپکے اور ان سے کہا کہ آپ نے مغیرہ کو محکمہ خراج پر مامور کیا ہے۔ وہ مال اٹھا دیں گے اور آپ کو اتنی استطاعت نہ ہوگی کہ پھر ان سے وصول کر سکیں بہتر یہ ہے کہ آپ خراج پر ایسے شخص کو مامور کر دیں جو آپ سے ڈرے اور سبوتا رہے۔ اس پر معاویہ نے مغیرہ کو خراج سے معزول کر کے امامتِ نماز اور جنگ پر برقرار رکھا۔ (ابن الاثیر، طبری)

تقرری سے قبل مغیرہ کو نصیحت

ہشام بن عمر نے ابو مخنف سے اور انہوں نے مجاہد بن سعید، مقصب بن

زہیرؓ فضیل بن حدیج اور سین بن عقبہ مرادیؓ سے روایت کیا ہے کہ ابو مخنف کہتے ہیں کہ ماہ جمادی الاول ۴۱ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ کو گورنر بنایا تو انہیں بلا کر پہلے اللہ کی حمد و ثناء کی پھر کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ میں تمہیں بہت سی باتوں کی نصیحت کروں، لیکن چونکہ مجھے اعتماد ہے کہ تم مجھے راہی رکھنے، میری سلطنت کو کامیاب بنانے اور میری رعایا کی اصلاح کرنے پر پوری نظر رکھتے ہو اس لئے میں ان تمام باتوں کو چھوڑتا ہوں البتہ ایک نصیحت کرنا میں ترک نہیں کر سکتا وہ یہ کہ علیؓ کی مذمت کرنے اور انہیں گالی دینے سے پرہیز نہ کرنا۔ عثمانؓ پر رحمت بھیجتے رہنا اور ان کے لئے استغفار کرتے رہنا، علیؓ کے اصحاب پر عیب لگانا، اسفین دُور رکھنا اور ان کی بات نہ سننا۔ عثمانؓ کے اصحاب کی خوب تشریف کرنا انہیں قریب رکھنا امدان کی باتیں سننا کرنا (تاریخ طبری ج ۲، ۵۱ھ کے واقعات)

جب مغیرہ کوفہ کے والی ہوئے تو انہوں نے اپنی طرف سے کثیر ابن شہاب کو روکے پر مامور کیا۔ کثیر اکثر رے کے مہر سے حضرت علیؓ کو سب شتم کرتے تھے۔

(خلافت بنی امیہ)

شیعان کوفہ کے ساتھ مغیرہ کی عجمی پالیسی ظالمانہ نہ تھی، لیکن یہ علم بھی کچھ کم نہ تھا کہ شیعوں کی موجودگی میں حضرت علیؓ کو برا بھلا کہا جاتا اور وہ بھی اس میں شریک ہوتا۔

ڈاکٹر طرہ حسین لکھتے ہیں:

”مغیرہ کی نرم اور روادار پالیسی سے شیعوں نے فائدہ اٹھایا، انہوں نے اپنی تنظیم کی اور کھل کر بنی امیہ کی مخالفت کی۔ کوفہ میں مغیرہ دس سال تک معاویہ کے گورنر رہے، اس عرصہ میں شیعوں کو ان کی کوئی بات غیر معمولی طور پر ناگوار نہیں ہوئی۔ سوائے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے کے جس پر وہ جدید حکومت کے ماتحت مجبور تھے۔ اس حرکت پر شیعہ بھی چشم پوشی کرتے اور کبھی اظہارِ ناراضگی نہ کرتے۔“

(علیؓ - تاریخ اور سیاسی زندگی)

ہندوستان کے معروف سنی عالم دین مولانا شاہ حسین الدین احمد صاحب ندوی اپنی کتاب تاریخ اسلام جلد دوم میں لکھتے ہیں :

امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں برسرِ منبر حضرت علیؓ پر سبقت شتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام حال اس رسم کو یاد کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے۔ حجر بن عدیؓ ان کی جماعت کو قدرۃً اس سے تکلیف پہنچتی تھی۔“

ہیشک مغیرہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے، ان کی خوبیوں میں سے سب سے بڑی خوبی ان کی ہیکاری تھی۔ اور اپنے وقت کے مسکارتین آدمی تھے۔ ان کے بارے میں عبداللہ ابن عباسؓ کی رائے :

”مغیرہ کو اگر کسی شہر میں رکھا جاتا، جس کے تمام دروازوں سے مکروہ و فحش کے بغیر نکلنا محال ہوتا تو وہ اس میں سے بھی نکل آتے۔“

تاریخ طبری، چہارم۔ معاویہ کے متفرق حالات

مدینہ

معاویہ نے مدینہ میں مردان بن الحکم کو والی مدینہ مقرر کیا۔ اور مردان نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کو تاحی مقرر کیا۔ اور معاویہ نے مکہ پر خالد بن عاص بن ہشام کی تقرری کی۔

ربیع الاول ۴۹ھ میں مردان حکم کو معاویہ نے معزول کر دیا۔ اور ان کی

لکھ۔ مردان کا ہایکم مانا ہوا دشمن رسول تھا اس کے بارے میں بالاتفاق لکھا گیا ہے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفضوں حال اور طرزِ گفتار کی نقلیں اتار کر تاحیاء اور لوگوں کے گھروں میں جھانکتا تھا۔ ایک دن آنحضرتؐ نے اسے اپنے حجرہ مبارک میں بھانکتے ہوئے دیکھا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

جگہ سعید بن عاص کو امیر بنایا۔ سعید نے مروان کی طرف سے مقرر کئے گئے قاضی عبداللہ بن حارث بن نوفل کو معزول کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمن کو مدینہ کا قاضی بنایا، حوا کے کی طرف سے مروان کی حکومت کی مدت آٹھ برس دو مہینے ہے (طبری)

معاویہ نے اس دشمن رسولؐ کو مدینہ کا حاکم بنایا تو اسے آنادی مل گئی کہ وہ منیر رسولؐ کو رسول اللہ کے گھرانے کی توہین کے لئے استعمال کرے۔ مولانا تودودی انتہائی دکھ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

ایک نہایت مکروہ بدعت جو حضرت معاویہ کے عہد میں شروع ہوئی کہ وہ خود اودان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوجھ کر کہتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبویؐ میں برسر منبر عن روضۃ نبویؐ کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اودان کے قریب ترین رشتہ دار یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شرعیت تو دنیا، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور سے جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین اور اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا۔ اور خطبہ جمعہ میں سب علیؓ کی جگہ یہ آیت پڑھنا شروع کر دی۔

اِنَّ اللّٰهَ يامرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَاْتِىْ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغِىِّ لَعَنَ اللّٰهُ تَذَكُّرًا ۝۹۰ النحل
عثمان اور قاتلان کی بالائزہ کا حسامت

بہت کبیر خاطر پہنچتا ہے اسے مدینہ سے نکال دیا۔ اور طائف چلنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ مروان بھی تھا۔ آخرت کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر نے بھی ان دونوں باپ بیٹوں کو مدینہ کی اجازت نہیں دی۔ لیکن عثمان خلیفہ ہوئے تو دونوں کو خوش آمدید کیا اور مروان کو مسلمانوں کے مالے (بیت المال) میں سے ایک لاکھ دہم دھرم عطا فرمائے۔

صحیح بخاری کے مطابق

”ایک شخص حضرت سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں امیر مدینہ کے منبر پر کھڑے ہو کر حضرت علیؑ کو برا کہتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ انہیں ”ابو تراب“ کہتا ہے۔ حضرت سہل ہنس پڑے اور فرمایا ”ہذا کی قسم ان کا یہ نام تو خود نبی صلی اللہ نے رکھا ہے اور آپ کے نزدیک ان کا اس سے پیارا نام کوئی نہ تھا۔“ (صحیح بخاری کتاب المناقب - باب مناقب علیؑ)

یہ بات سچے شدہ ہے کہ یہ ”فلاں حاکم مدینہ“ سے مولد مروان بن حکم ہے۔

مروان کی آلِ رسول سے ادب نبی ہاشم سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے لہذا

وہ حضرت علیؑ کو بیاد سے ابو تراب تو ہرگز نہیں کہتا تھا۔ اور یہ بات بھی تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہے کہ حضرت علیؑ کے دشمن ان کی تفسیر کے لئے اس کینیت کا استعمال کرتے تھے۔ اور اب بھی ہم یہی بات بعض نا اہلوں کی تحریروں میں دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت علیؑ کی اس کینیت کا سہارا لے کر عیب تلاش کرتے ہیں۔

مروانؓ حضرت علیؑ کی کینیت ہی کو تفسیر کے لئے استعمال نہیں کرتا تھا۔ بلکہ ان کی شان میں نازیبا کلمات بھی کہا کرتا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مروان اپنے گورنری کے زمانہ میں ہر جمعہ کو برسر منبر حضرت علیؑ کی شان میں گستاخانہ باتیں کیا کرتا تھا۔

حیرت ہے کہ یہ دلیل بندی حامیانِ نبو امیہ مروان کی حمایت میں بھی در قلم صرف کرتے ہیں

جب کہ اس کا صحابی ہونا (خود ان کی تعریف صحابیت کے مطابق) بھی پورے طور سے ثابت

نہیں، کیونکہ مورخین کو اس امر میں اختلاف ہے کہ حکم کی شہر بدری کے وقت مروان بیوا

ہو چکا تھا یا نہیں اور اس نے رسولؐ کی زیارت کی تھی یا نہیں۔ حالانکہ مروان تو اس پایہ کا

حرام زادہ تھا کہ اس کی حرام زدگیاں ناقابلِ معافی ہیں، اور تاریخ میں ان کا تذکرہ اتنی

شدت سے کیا گیا ہے کہ نہ تو کوئی ان کا کی گنجائش اور نہ اس کی ضرورت۔ شاہ عبدالعزیز کہ

بن کا شمار دیوبندوں کے اکابر میں ہوتا ہے۔ ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

”اہل بیتؑ کی محبت فرائضِ ایمان سے ہے نہ لوازمِ سنت۔ اور محبتِ اہلبیتؑ

ہے کہ مروان علیہ اللعنة کو برا کہنا چاہیے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسینؑ اور اہلبیتؑ کے ساتھ اور کامل عداوت رکھنا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیے۔“

(فتاویٰ حسینیہ)

ہمارا اصل موضوع مروان بن الحکم نہیں ہے ورنہ اس کے جرائم تو بہت ہیں یہاں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ معاویہ کی طرف سے کیسے کیسے حاکم مسلمانوں پر مسلط کئے گئے خاص طور سے دیارِ رسولؐ کے لئے جہاں اہلبیتؑ اور محترم صحابہ کرام قیام پذیر تھے، معاویہ کی نظرِ انتخاب ایک جنسیت دشمن رسولؐ و آلِ رسولؐ پر پڑی اور یہی نفسِ آلِ رسولؐ کی توہین میں معاویہ کے تمام گورنروں سے آگے بڑھ گیا۔

ایک ستم یہ بھی ہے کہ حامیانِ ہوامیہ معاویہ کی صفائی میں کہتے ہیں کہ ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ معاویہ نے اپنے گورنروں کو علی پر سب و تم کر نیکا حکم دیا تھا وہ ان کا ذاتی فعل ہو سکتا ہے۔ مگر ان تمام روایات کو جھٹلا بھی دیا جائے کہ جس سے معاویہ کا حکم ثابت ہے تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اس ظلمِ عظیم کو دیکھا کیوں نہیں جب کہ صلحِ حسن کی رد سے وہ اسکے پابند تھے۔

زیاد ابن ابیہ

زیاد ابن ابیہ انتہائی ذہین اور قابل شخص تھا۔ حضرت علیؑ کے زمانہ میں بصرہ اور پھر مین کا عامل رہا۔ حضرت حسنؑ جب حکومت سے دست بردار ہوئے تو اس وقت یہ بھی وہیں تھا، جب معاویہ نے پوری مملکتِ اسلامیہ پر قبضہ جمالیا تو انھیں زیاد کی فکر ہوئی کہ وہ ناہر عامل تھا کہ جس نے معاویہ سے اطاعت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ معاویہ اس جیسے زیرک عامل سے خوفزدہ تھے کہ کہیں وہ مرکز سے دوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اعلانِ بغاوت نہ کرتے اور ایک مرتبہ پھر انھیں خازنِ جنگی کا سامنا کرنا پڑے۔

زیاد کے سلسلہ میں معاویہ کی پریشانی دیکھ کر مغیرہ نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

یہ معاویہ کے پاس گئے اور کہا کہ اگر اجازت دیجئے تو زیادہ کے پاس جا کر بات چیت کروں۔ معاویہ مغیرہ کی مسکایوں سے واقف تھے، چنانچہ انہوں نے اجازت دیدی۔ یہ زیادہ کے پاس پہنچے اور اسے شیشہ میں آتا مے میں کامیاب ہو گئے۔ اور معاویہ سے اسکی صلح کرادی زیادہ معاویہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس مغیرہ کو معاویہ کی مزید خوشنودی حاصل ہو گئی اور انہوں نے زیادہ کے اس احسان کا بدلہ بھی چکھل دیا کہ جو زیادہ نے انکی جان بچا کر کیا تھا لہ

معاویہ کا زیادہ کو اپنے نسب میں دھسل کرنا

زیادہ ایک رومی النسل غلام کے یہاں پیدا ہوا تھا۔ اور اسی کی دلریت سے بچپنا جاتا تھا لیکن معاویہ نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے اسے ابوسفیان کا نطفہ قرار دیکر اپنا بھائی بنالیا۔ معاویہ کے اس فعل کو فقہاء اور مؤرخین نے مکروہ اور خلاف شرع فعل قرار دیا۔ لیکن حامیان بنو امیہ اور نواصب اپنے مزاج کے مطابق معاویہ کی پیشانی پر لگے ہرے اس داغ کو ٹھانی کی کوشش میں مصروف ہیں ہم ان مباحث کا خلاصہ پیش کرینگے۔ لیکن ضروری ہے کہ پہلے زیادہ، اس کے خاندان اور استثنائی کے بارے میں تفصیل بتا دی جائے۔

مؤرخ ابن الاثیر لکھتا ہے:

عارضت بن کلدہ طبیب کی ایک سمیہ نام کی لونڈی تھی اس نے اس کا نکاح اپنے ایک غلام عبیدہ سے کر دیا جو رومی النسل تھا۔ اس کے یہاں سمیہ سے زیادہ تولد ہوا۔ ابوسفیان ابن حرب زمانہ جاہلیت میں طائف گیا تھا اور ابو مریم سلوی ایک شراب فروش کے ہاں یہاں ہوا تھا، وہاں ابوسفیان کے پاس سمیہ پیش کی گئی اور اس زیادہ کا حمل ٹھہر گیا اور ہجرت کے پہلے سال سمیہ نے اسے جنا۔ جب وہ بڑا ہو گیا اور نشو و نما پا چکا تو ابو موسیٰ الاشعری نے جبکہ وہ دانی بمصر تھے اسے اپنا کاتب مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب نے سبھی اس کو حکمرانی کا اہل تجربہ۔ اس نے وہ خدمت کا حق انجام دی۔ جب زیادہ عمر کے پاس واپس آیا اور ان سے ملا تو اس وقت ان کے پاس مہاجر و انصار

بیٹھے ہوئے تھے زیادہ ان کے سامنے ایک ایسی تقریر کی کہ انہوں نے کبھی ایسی تقریر نہ سنی تھی۔ عمرو بن العاص نے کہا ”سبحان اللہ کیا عجیب لڑکا ہے اگر اس کا باپ قریش ہوتا تو وہ سارے عرب کو اپنے ”ڈنڈے سے ہانک سکتا تھا۔“

ابوسفیان ہوا اس وقت موجود تھا کہنے لگا ”سچ! میں اس کے باپ کو جانتا ہوں۔“ حضرت علیؑ نے کہا ”اے ابوسفیان بس اب خاموش رہو تمہیں معلوم ہے۔“ عمرؓ نے تمہاری یہ بات سن لی تو وہ بہت جلد تم کو سنا دینے لگا۔ جب حضرت علیؑ نے ہوتے تو انہوں نے زیادہ کوفہ میں کا عامل مقرر کیا۔ اور زیادہ نے وہاں قرار واقعی انتظام کیا اور قلعوں کو محفوظ کیا۔ جب امیر معاویہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو ان کو ناگوار گذرا اور انہیں نے زیادہ کو ایک تہدیدی خط لکھا اور اس کو ابوسفیان کا بیٹا ہونے پر توجہ دلائی۔ جب زیادہ نے ان کا خط پڑھا تو اس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں کہا کہ تعجب اور پورا تعجب ہے اس جگر خوار کے بچے پر اس نفاق و شقاق کے بانی پر کہ وہ مجھے ڈراتا ہے کہ مجھ پر حملہ کرے گا، حالانکہ میرے (اور اس کے) دینیان رسول خدا کے برادرِ عم و نادرِ عجمت مہاجرین اور انصار کے ساتھ موجود ہیں خدا کی قسم اگر وہ مجھ کو اس سے جنگ آزمائی کا موقع دیں تو وہ دیکھ لے گا کہ میں سرخِ سخت اور تلوار کا دھنی ہوں۔ جب یہ کیفیت حضرت علیؑ تک پہنچی تو انہوں نے زیادہ کو دکھا کہ میں جس امر کی ولایت تم کو دینا چاہتا تھا وہ تو ہے ہی چکا اور سمجھتا ہوں کہ تم اس کے ضرور اہل ہو۔ ابوسفیان سے بے سوجھ بھگے جو ایک باطل اور جھوٹی خواہش ظاہر ہو گئی تھی وہ ان کے لئے میراث بننے کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ان کا نسب صحیح ہو سکتا ہے لیکن معاویہؓ انسان پر ہر جانے سے حملہ کرتا ہے۔ اس سے

بچے رہنا۔ اور ڈرتے رہنا۔ والسلام

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہؓ اور زیادہؓ میں مصالحت کی صورتیں پیدا ہوئیں تو دونوں کا استلحاق پر اتفاق ہو گیا، چنانچہ لوگوں کو جمع کیا گیا۔ زیادہ کے متعلق شہاد دینے والے بھی حاضر ہوئے۔ ان میں ابوہریرہؓ بھی تھا، اس نے شہادت دی کہ اسی کے مکان پر ابوسفیان کی اور سیمہ کی ملاقات ہوئی تھی اور اس نے تمام نقشہ من و عن

بیان کر دیا۔ اس پر زیاد نے کہا کہ ”اے ابو مریم۔ بس اب ٹھہر جاؤ تمکو گناہات دینے کے لئے بلایا تھا۔ گالیاں دینے کے لئے نہیں۔ انخرمن معاویہ نے ہمارا کو اپنے نسب میں ملا لیا۔

امیر معاویہ کا یہ استلحاق پہلا معاملہ ہے جس سے احکام شریعت کی اعلیٰ مرتبہ نفی کی گئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ الولد للفراش وللعاهر الحجر (مادر و ترجمہ: بیخ برلی نفیس کہی بھی کراچی)

ابو مریم زیادہ دیر یوسفیان کا نطفہ ثابت کرنے کے لئے کچھ زیادہ ہی حقیقت بانی بہتر آیا تھا۔ چنانچہ زیاد مشتعل ہو کر چیخ مڑا۔ ابن الاثیر کے اردو ترجمہ میں صرف اتنا ہے کہ اس نے تمام قصہ سن دین بیان کر دیا۔ وہ قصہ کیا تھا اسے ہم تاریخ الوافدہ سے نقل کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں ابو یوسفیان طائف گئے تو ابو مریم شراب فروش کے یہاں تھے ابو مریم شے بکنے لگے کہیں اس وقت عورت کی خواہش میں بے چین ہوں۔ ابو مریم نے کہا کہ اگر تم سمیٹہ کو پسند کرو تو میں اس کو بلا دوں۔ ابو یوسفیان نے ہیجان آمیز خواہش میں کہہ کر اسی کو بلا دو۔ باوجودیکہ وہ دراز پستان اور قبیح البطن ہے۔ ابو مریم نے سمیٹہ کو بلا دیا۔ ابو یوسفیان اس سے ہم بستر ہوئے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سمیٹہ حاملہ ہو گئی اور بعد القضاے مدت حمل زیاد پیدا ہوئے، پس جب معاویہ نے زیادہ کو اپنے سلسلہ نسب میں شامل کرنا چاہا تو لوگوں کو اس بات میں گمراہی دینے کے لئے طلب کیا، مغلان گواہوں کے ابو مریم شکر نے دش نے بھی گمراہی دی جو سمیٹہ کو طائف میں ابو یوسفیان کے لئے بلا کر لایا تھا۔ اور اس نے بیان کیا کہ میں نے عظیم خود سمیٹہ کی اندام نہانی سے ابو یوسفیان کا مادہ حیوانی ٹپکتے ہوئے دیکھا

(تاریخ الوافدہ)

استلحاقِ زیاد کے بارے میں مولانا مودودی کی رائے

سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک سلسلہ قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیادہ تر
 کی ایک لونڈی سمیٹہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت
 میں حضرت معاد بنی کے والد جناب البرسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔
 اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت البرسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ
 کیا تھا کہ زیادہ ابھی کے لطف سے ہے جو ان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجہ کا مدبر، منتظم، فوجی لیڈر
 اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں وہ آپؑ کی
 زبردست حامی تھا۔ اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں ان کے بعد حضرت
 معاد بنی نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر
 شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیادہ ابھی کا والد الحرام ہے، پھر اسی بنیاد پر
 اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل حسناتی حیثیت سے جہیدا
 کچھ مکروہ ہے وہ تو ظلم سر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل
 تھا کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زلت سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف
 حکم موجود ہے کہ ”پچھو اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ اور زانی کے لئے کنکر پھریں۔“
 اُمّ المؤمنین اُمّ حبیبہ نسائی و حسبہ اس کو اپنا بھائی تسلیم کر نیسے انکار کر دیا اور
 یہ ردہ سر نہ کیا۔ (خلافت و ملوکیت بعنوان قیون کی بالائری کا فاعلم)

شاہ عبدالعزیز کی رائے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو کہ بہت بلند پایہ فاضل و مہتمم دین شمار کئے جاتے ہیں، او
 شیعہ دشمنی میں مشہور ہیں انہیں جبراً کہتے تھے اثناعشریہ فارسی زبان میں لکھی یہ کتاب
 ردّ شیعیت میں لکھی جانے والی کتابوں میں اہم ترین کتاب ہے جسے لوگوں کا خیال ہے کہ
 کتاب دراصل ملا نصر اللہ کابلی کی ہے جسے شاہ عبدالعزیز نے ہندوستان میں اپنے نام
 شائع کرایا۔ ہم اس کتاب کے اردو ترجمہ سے استلحاق زیادہ کے بلے میں شاہ صاحب
 کی رائے نقل کرتے ہیں۔

یہ عامل مردود حرامی زیاد ہے جو ملک فارس دیشیراز کا صوبہ دار تھا اور وہ بے حیا اپنے گھری ہوئے پر فخر کرتا تھا، پکار پکار کر کہتا تھا اور اپنی ماں سمیہ نامی چھو کری پر زنا کی گواہی دیتا تھا۔ اس کا نقشہ یوں ہے کہ ابوسفیان (معاویہ کے باپ) نے اسلام لانے سے پہلے سمیہ نامی ایک چھو کری سے جو عمارت ثقی طیب مشہور کی کنیر تھی، تعلق کر لیا دن رات اس کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور اس سے خواہش نفسانی پوری کرتے تھے۔ اسی شمار میں سمیہ نے بچہ جنا جس کا نام زیاد دہوا، لیکن وہ چھو کری مارش کی ملکیت میں تھی اور اس کے غلام کے نکاح میں تھی اس لئے لڑکے کا نسب بچپن میں عبدالحامد مشہور ہوا، یہاں تک کہ بڑا ہوا اور شرافت و بلاغت کے آثار ظاہر ہوئے اور اس کی خوش تقریری اور خوش بیانی زبان مدخلت ہوئی۔ ایک روز عمرو بن العاص نے کہا (جو قریش کے سچیدہ بزرگوں میں سے تھے)، اگر گویہ لو کا ترش سے ہوتا تو سب کو اپنی لاکھن سے ہانکتا۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کہا ”خدا کی قسم جس کا وہ لطف ہے اسے میں خوب جانتا ہوں۔ حضرت امیر (علی) بھی اس وقت موجود تھے۔ آپ نے پوچھا ”وہ کون ہے“ ابوسفیان نے جواب دیا میں ”آپ نے جواب دیا“ بس کمر اسے بوسین۔“

زیاد نے بھی یہ نقشہ سن رکھا تھا اور انتہائی بے حیائی سے لوگوں سے کہتا تھا کہ میں دراصل لطف ابوسفیان ہوں۔ جب حضرت علیؑ نے اس کو فارس کا والی بنایا، اور شہروں کا نظم و نسق اور فساد کے فرو کرنے میں بہترین اور نمایاں تدبیریں اس سے ظہوریں آئیں تو معاویہ نے اس سے پوشیدہ خط و کتابت شروع کی اور چاہا کہ اس کو اپنا رفیق بنائے اور اپنے نسب میں اس کو شامل کر لینے کا لالچ دے اور یوں اس کو حضرت امیرؑ کی نفرت سے جدا کرے کیونکہ اس قسم کے خوش تدبیر جتنے والے سردار کا حریف توڑ لینا بہت عنایت ہے۔ اس سے پختہ وعدہ کیا کہ اگر تدبیرے پاس آگیا تو تجھ کو اپنا بھائی کہیں گا اور اولاد ابوسفیان میں سے بتاؤں گا۔ کیونکہ آخر لڑ ابوسفیان کا ہی لطف ہے اور اپنی شرافت و بزرگی سمجھ اور زیرگی کو اپنے دعوے کی صداقت میں سچا گواہ رکھتا ہے۔

میں ایڑی چوٹی کا زونہ لگاتے ہیں کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے دراصل زنا نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو ایام جاہلیت میں رائج زکاحوں میں سے ایک نکاح تھا۔ اور زیادہ اسی نکاح کی پیادار تھا۔ اب امیر معاویہ نے کیا کہا کہ اسے ابوسفیان کا لطفہ ثابت کر کے اپنا بھائی بنالیا۔ اس سلسلہ میں جسٹس تقی عثمانی (دیوبندی) کی دلچسپ تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

جسٹس تقی عثمانی

”زیادہ چونکہ حضرت ابوسفیان کے مسلمان ہونے سے پہلے پیدا ہو چکا تھا اس لئے یہ مستحاق یقیناً اسلام سے پہلے واقع ہوا تھا، البتہ اس کا اظہار لوگوں پر نہیں ہوا تھا۔ عیب حضرت معاویہ کے سامنے دس گواہوں نے (جن میں بعض حلیل القدر صحابہؓ بھی شامل تھے) اس بات کی گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے اپنے ساتھ زیاد کے نسب کا اقرار کیا تھا، تب حضرت معاویہ نے ان کے لئے اس نسب کا اعلان کیا،... ہماری تجویز سے باہر کہ حضرت معاویہ نے زیاد کا جو استلحاق دس گواہوں کی گواہی پر مجمع عام میں کیا۔ اس میں شریعت کے کون سے مسلمہ قاعدے کی خلاف ورزی ہوئی۔ (معاویہ اور تاریخی حقائق، تقی عثمانی)

سیاہ کو سفید کر نیکی اس سے اچھی مثال (اور کیا بزرگی!) اور یہ کارنامیاں شریعت کورٹ کے جسٹس جناب تقی عثمانی صاحب نے انجام دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابوسفیان نے سمیٹے سے زنا نہیں کیا تھا بلکہ وہ ایام جاہلیت کے زکاحوں میں سے ایک نکاح تھا۔ ان کے اس خیال کی بنیاد ابن خلدون کی یہ روایت ہے۔

سمیٹہ جو زیاد کی ماں ہے عات بن کلد طمیب کی لڑکی تھی اسی کے ہاں اسے حضرت ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ پھر اس نے اس کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی۔ اداسکتے یہاں زیاد پیدا ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ ابوسفیان اپنے کسی کام سے طائف

جب حضرت امیر کی شہادت کے بعد سیدنا دولانا حسن مجتبیٰ نے ملک و سلطنت کا معاملہ معاویہ کے سپرد کیا کر دیا تو معاویہ نے زیاد کو اپنی طرف مائل کرنے میں مدد سے زائد کوشش کی کیونکہ وہ بہت مدبر، شجاع اور زیر کسب وارتھا اس نوحہ سے کہ اس کی رفاقت میں حضرت علیؑ کی طرح بڑی بڑی بہمت طے کرائے تو اس وقت معاویہ نے ابو سفیان کو اسی کلمہ سے تمسک کیا جو ان کی زبان سے عمر بن العاص اور حضرت امیرؓ کے زور و مکتلا تھا اور اس کو اپنا بھائی قرار دیا اور کلمہ میں زیاد بن ابی سفیان اس کا لقب تحریر کیا۔ تمام مملکت میں اعلان کروا دیا کہ اس کو زیاد بن ابی سفیان کہا کریں۔ اب ابن ابی نضیر

لفظ نا سھتق کی شرارت دیکھئے کہ معاویہ کی رفاقت میں پہلا فعل جو اس سے سرزد ہوا، حضرت امیر کی عداوت تھی۔ (تحفہ اشعار عشریہ)

ڈاکٹر طحسین کہتے ہیں کہ اس نئے رشتہ کی راہ میں امیر معاویہ اور زیاد دونوں کو بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں، امیر معاویہ کو اس کے تسلیم کرانے میں اپنی قوم بنی امیہ کے ساتھ اور خصوصاً قریش کے ساتھ عموماً بڑی سختی کا برتاؤ کرنا پڑا۔ میرا یہ خیال ہے کہ لوگوں نے امیر معاویہ کی گرفت سے ڈر کر یا پھر ان سے مالی منفعت کے لالچ میں اس کو منظور کر لیا۔ بہت سوں نے تو بظاہر قبول کیا لیکن دل سے ان کا یہی ہے اور بہتوں نے غیر جانبداری برتی۔ اس طرح کہ زیاد کو ابو سفیان کی طرف منسوب نہیں کیا۔ صرف اس کا نام لکھ دیا، یا پھر اس کو سمیٹہ کی طرف منسوب کر دیا۔

رعلیؒ - تاریخ و سیاست کی روشنی میں

نستی علماء دین اور مورخین نے بالعموم معاویہ کے اس فعل کو مذموم اور خلاف شرع جاننا ہے۔ بعض نے تو کھل کر مذمت آمیز لہجہ اختیار کرتے ہوئے معاویہ کے اس فعل کو محض ان کی سیاسی اغراض کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ ان بیچاروں کے مسلک کی مجبوری ہے کہ بڑی سے بڑی بُرائی ثابت ہو جانے کے بعد کبھی ان نام نہاد صحابہ کا احترام کرتے ہیں اور ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرور لکھتے ہیں۔ لیکن بعض نا صبی دیوبندی اور وہابی حسبِ عادت یہاں کبھی معاویہ کی صفائی پیش کرنے

کئے تھے وہاں انہوں نے سمیۃ سے اس طرح نکاح کیا جس طرح کے نکاح جاہلیت میں رائج تھے اور اس سے مباشرت کی۔ اسی مباشرت سے زیادہ پیدا ہوا۔ اور سمیۃ نے زیادہ کو ابوسفیان سے منسوب کیا۔ خود ابوسفیان نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا۔ مگر فقیر طور پر۔۔۔

ابن خلدون دمشق کا رہنے والا تھا، اس کی طبیعت کا میلان فطری طور سے بنی امیہ کی طرف تھا اور لقی عثمانی صاحبِ توہمات کے ایسے حامی ہیں کہ اگر کوئی مردان بن حکم کو بڑے الفاظ سے یاد کرے تو بڑا مان جلتے ہیں چنانچہ انہوں نے مومی مورخ کی روایت کا سہارا لے کر معادیہ کے مکروہ ترین اور خلافِ شرع فعل کو صرف جائز ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے ایک ایسا عظیم کارنامہ سمجھا کہ جس کی وجہ سے اُن کے (لقی عثمانی) کے دل میں معادیہ کا احترام اور بڑھ گیا۔

ایامِ جاہلیت کے نکاح اور سمیۃ اور ابوسفیان کا تعلق

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت میں رائج نکاحوں میں سے کسی قسم کے نکاح کا اطلاق سمیۃ اور ابوسفیان کے درمیان قائم ہونے والے تعلق پر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بخاری شریف کے مطابق ایامِ جاہلیت میں چار طرح کے نکاح رائج تھے۔

مردہ بن زبیر حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں چار طرح کے نکاح ہوتے تھے۔ ایک تو یہ کہ جو آجکل لوگ کرتے ہیں، نکاح اس طریقہ پر بھی ہوتا تھا کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ جب تو ایام سے پاک ہو جائے تو فلاں مرد کے پاس چلی جانا اور اس سے فائدہ حاصل کر لینا۔ پھر شوہر اس عہدیت سے جُدا ہو جاتا۔ اور اس کے قریب نہ جاتا تھا جب تک کہ اس مرد کا حلِ ظاہر نہ ہو جاتا، جب اس کا حلِ ظاہر ہو جاتا تو اس کا شوہر جب جی چاہتا اس کے پاس چلا جاتا۔ یہ سب کچھ اسی لئے

کیا جانا کہ سچا بھی نسل کا پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استبضاع کہتے تھے، قسم نکاح کی قسم یہ تھی کہ چند آدمی (دس سے کم) جمع ہو کر ایک عورت سے صحبت کرتے تھے، جب اسے حمل قرار پا جاتا اور اس کا بچہ ہو جاتا اور اسے کئی دن ہو جاتے تو وہ سب کو بلواتی، ان میں سے کسی کو یہ طاقت نہ ہوتی کہ آنے سے انکار کرے، جب سب جمع ہو جاتے تو دھمکتی تم سب کو اپنا حال معلوم ہے، جو کچھ تھا اور میرے ہاں جو کچھ پیدا ہوا ہے، اسے فلاں یہ تیرا بیٹا ہے۔ جو تیرا دل چاہے اس کا نام رکھ۔ چنانچہ وہ بچہ اس کا ہو جاتا۔ اور اسے انکار کر نیکی مجال نہیں ہوتی۔

جو تھے قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے آدمی ایک عورت سے صحبت کر جابا کرتے تھے اور وہ کسی آنے والے کو منع نہ کرتی۔ دراصل یہ لونڈیاں تھیں انہوں نے نشانی کے طور پر اپنے دروازوں پر بھنڈے نصب کر رکھے تھے کہ جو چاہے ان سے صحبت کرے جب ان میں سے کسی کو پیٹ رہ جاتا تو وہ سب جمع ہو کر علم فساد کے جاننے والے کو بلاتے وہ جس کے مشاہدہ دیکھتا اس سے کہہ دیتا کہ یہ تیرا بیٹا ہے، وہ اس کا بیٹا ہو جاتا۔ اور وہ بچہ اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا اور وہ مرنا سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

بعد جب آنحضرتؐ پیٹے بنی مبعوث ہوئے تو یہ سب قسم کی زمانہ جاہلیت کی شادیاں باطل کر دی گئیں صرف آجکل کی شادی کا مروج طریقہ جائز رکھا گیا۔

د صحیح بخاری۔ کتاب النکاح

ایام جاہلیت کی ان زمانہ کاریوں کو جسے نکاح کا نام دیا گیا صرف ایک بات مشترک ہے اور وہ ہے نسب کا تحفظ۔ یہی بات ان نام نہاد نکاحوں کو زنا سے جدا کرتی ہے۔ یہ نسب کی نسبت اعلانیہ ہوتی اور جس شخص سے نسبت دی جاتی وہ بلا اعلان اسے قبول کرتا۔ اور اسی اولاد کو اپنے خاندان میں شامل کر لیتا جسے معاشرہ بھی شرف قبولیت بخشتا۔ بچہ اپنے اسی باپ کے نام سے پکارا جاتا۔ اب دیکھئے کہ زیادہ معاملہ میں کیا ہوا۔ اس کا معاملہ بالکل مختلف نظر آتے گا۔ جب عیہ کے ہاں زیادہ پیدا ہوا تو اہل بیت میں داخل کرنے کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ اور

پھر جب فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اسلام میں داخل ہوا تو پھر بھی اس نے اس مسئلہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش نہیں کیا۔ حالانکہ اگر واقعی زیادہ اسی کا لفظ تھا تو یہ اس کا اخلاقی اور انسانی فرس مقابلہ کہ وہ اس کی حیثیت کو قانونی شکل دینے کی کوشش کرتا۔ تاکہ حقدار کو اس کا حق پہنچتا۔ لیکن ابوسفیان نے ایسا نہیں کیا صرف ایک روایت ملتی ہے کہ اس نے ایک مرتبہ حضرت عمر کے دور میں حضرت علی کی موجودگی میں اس بات کا اقرار کیا کہ زیادہ اس کا بیٹا ہے، جس پر حضرت علی نے اسے ڈانٹ دیا اور پھر حضرت عثمان کا دور آیا، لیکن ابوسفیان خاموش رہا۔ اور اسی دور میں یہ راز لے کر اپنے دینا۔ نھت ہو گیا۔ ابوسفیان زیادہ کی پیدائش کے بعد ۳ برس زندہ رہا۔ اس تمام عرصہ زیادہ ایک غلام زادہ کی حیثیت اختیار کئے رہا۔ اور عبید کی ولایت سے پہچانا جاتا رہا۔ ابوسفیان کے مرہانے کے بعد معاویہ کو اپنے حرامی بیٹائی کی فکر ہوئی اور وہ بھی نو برس بعد، یعنی ۳۷ برس میں۔

میدھی اور سچی بات یہی ہے کہ جسے بالعموم علماء دین و مؤرخین نے تسلیم کیا ہے کہ زیادہ کو ابوسفیان کے نسب میں داخل کرنا معلوم کی بیان ضرورت تھی لہذا انہوں نے اس دنت کے معاشرتی معیار کے مطابق بے حیائی کے تمام رویے ڈھونڈتے ہوئے بھری مجلس میں اپنے باپ کی زنا کاری پر شہادتیں دلوائیں اور زیادہ نے اپنی ماں کے لئے وہ کچھ سنا جسے کوئی بیٹا سن نہیں سکتا۔

اب ان حقائق کو سمجھنے کے بعد تقی شامی صاحب کی تحریر دوبارہ پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے کہ لوگ محبت اور صلوات کے جذبات کے تحت حقائق کو کس طرح مسخ کرتے ہیں۔

ہم پر تو اس واقعہ کی تفصیلات پڑھنے کے بعد حضرت معاویہ کے جذبہ احترام اثر کا غیر معمولی تاثر قائم ہوا جس شخص کو ساری دنیا اولاد الحرام اور غیر ثابت نسب کہتی اور کھتی آتی تھی آج اسے اپنا بھائی بنالیا جائے۔ ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ جیسے حلیل القدر صحابی، سردار اور سردار زائے کے لئے یہ بات کس قدر شاق ہوگی؟ لیکن

جب دس گواہوں کے بعد ایسے شخص کو اپنا بھائی قرار دینا حق اللہین یا ماہ ہے تو وہ اپنے تمام جذبات کو ختم کرے پکارا ٹھہرا کر :

”میں نے حق کو پہچان لیا۔ اس لئے اس کے حقدار کو پہنچا دیا۔“

دعاویہ تاریخی حقائق

عثمانی صاحب نے کچھ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جیسے ایک ایک خرد سے دس گواہ دعاویہ کے سامنے پہنچ گئے۔ اور زیادہ کے نظماً البوسفیان ہونے پر گواہی دی چنانچہ دعاویہ جیسے پابند شریعت صحابی سے رہا نہ گیا، حالانکہ ان کے لئے یہ بات بہت شان تھی لیکن انہوں نے حکم شریعت کے آگے سر جھکا دیا۔ اور پکارا اٹھے کہ ”میں نے اللہ کے حق کو پہچان لیا اور اس کے حقدار کو پہنچا دیا۔“

معاویہ کے منہ سے اسناد ادا کرنا ایسی بے جوہر بات ہے کہ جسے چڑھ کر آدمی چونک جائے اور ٹھوڑی دیر کے لئے نظروں پر یقین نہ آئے۔ معاویہ نے تو کبھی اللہ کے حق کو نہ پہچانا اور نہ ہی اُس کے حقدار کو پہنچایا۔ انہوں نے تو ایسے شخص کا حق بھی چھینا کہ جن کا حق سب پر علیا تھا، اور اس کی خاطر ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا۔

زیادہ کا تقریر لبرہ پر

زیادہ کو اپنا سبائی بنانے کے بعد معاویہ نے اسے ربیع الآخر یا جمادی الاول ۳۵ھ میں لبرہ روانہ کیا۔ لبرہ کے حاکم حرت ابن عبد اللہ الازدی کو معزول کر کے لبرہ کے نواسان اور سخنران کا حاکم بنایا اور پھر ہند بحرین اور عمان کے علاقے بھی اس کے حوالے کر دیئے۔ جب زیادہ لبرہ پہنچا تو وہاں لاقانونیت اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا اس نے وہاں کے لوگوں کے سامنے عجیب و غریب تقریر کی اور تقریر کا آغاز عام بواج کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے نہیں کیا۔ چنانچہ اس خطبہ کو خطبہ تبرّاکھا جاتا ہے، خطبہ : خطبہ اسنو با سخت جہالت اندی کر ای اور فسق و فجور جس کی بھڑکائی ہوئی آگ اہل فسق کو ہمیشہ ہلاتی رہتی ہے۔ یہ وہی اور عظیم ہی جہنم میں سے نالائق لوگ گمراہ تھے۔ اور عقلاً کو بھی

لبیٹ لیتے ہیں چھوٹے انہیں اختیار کرتے ہیں اور بڑے ان سے پرہیز نہیں کرتے۔ تم نے تو حدیثِ آیات ربّانی کو سنا ہی نہیں۔ کتابِ فلا کو پڑھا ہی نہیں یہ جانتے ہی نہیں کہ خدا نے اعلا عنکذاؤں کے لئے کیسا ثواب اور عذاب کا دواں کئے لئے کس قدر عذاب سرسری بتوڑ کیا ہے جس سے چمٹکارا ہی نہیں کیا تم بھی ان لوگوں میں ہون کی آنکھوں میں حبِ دنیائے خاک جھونک دی۔ جن کے کانوں میں ہمیں درخواست نے کھٹکھٹیاں دے دیں۔ جنہوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پکند کیا۔ یہیں یاد نہیں رہا کہ یہ خرابات کھلے پہنے دیئے اور یہ کمرور اور بے عقلی کی باتیں جو تم دن دھاڑے کرتے ہو ایسی چیزیں ہیں کہ اسلام میں تم سے پہلے کسی

نئی باتیں نہیں کیں اور پھر طرہ یہ کہ ایسی ایسی بدعتوں کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور ہے۔ کوئی مذہبی نہیں اور معذور رہتے ہو۔ اُجکوں کی پردہ پوشی کرتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی پچ کرتا جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر نہ قیامت کا اندیشہ، تم مرکزِ عقلمند اور حلیم نہیں، تم نے سفہائی کی پیروی شروع کر دی ہے۔ تم ان لوگوں کا پناہ میں اس طرح لے رہے کہ انہوں نے اسلام کی ہرگز عزت کی۔ اور پھر تمہارے پس پردہ گوشہ سوائی میں آکر چھپ رہے جب تک میں ان کی جائے پناہ کو نہ ڈھکادوں اور جلا کے خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پینا حرام ہے میں دیکھتا ہوں اس امر کا انجام اس طرح ہوگا، جس طرح آغاز ہوگا۔ نری کی جائے گی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدی نہ ہو۔ دلد میں غلام کا مواخذہ آقا سے، مسافر کا معیم سے، مستمند کا اقبال مند سے بیمار کا تندرست سے کمزور کا۔ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملے گا تو یہ شل زبان یہ ہوگی کہ "میاں سعد تم ذرا پیچے رہنا۔ بچارہ سید نہ ہلاک ہو گیا۔" یا یہ ہوگا کہ تمہاری برچھیاں میری طرف سیدی ہو جائیں۔

ممبر پر جھوٹ کہنا دامتِ رسوائی کا باعث ہوتا ہے تم پر کوئی میرا جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی کرنا نہیں جائز ہے۔ تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اس کے نقصان کا فاسد میں ہوں۔ دیکھو، شب گردی کی شکایت میرے پاس نہ آئے۔

مثب گرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا۔ میں اسے قتل ہی کر ڈالوں گا۔ میں تم کو اتنی بہت دینا ہوں کہ بیخبر کو ذنگ پہنچ کر تم ٹنکٹ پس آئے۔ دیکھو میں کسی سے دعویٰ جاہلیت نہ سننے پاؤں جس کو میں سنوں گا کہ ایسا کلمہ منہ سے نکالا میں اس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا۔ تم نے آج کل بالکل نرالی اور انوکھی باتیں پیدا کرنا شروع کی ہیں۔ بخوب سوچ لو کہ ہم نے سچی ہر ایک جرم کے لئے ایک سزا مقرر کی ہے۔ جو کوئی کسی کو غرق کرے گا ہم بھی اسے غرق کریں گے جو کسی کو جلانے گا ہم بھی اُسے جلا کر خاک کر دیں گے جو کسی کے گھر میں نقب لگائے گا میں اس کے دل میں سوراخ کر دوں گا۔ اگر کوئی شخص کسی کے لئے بزور گئے گا تو میں اُسی قبر میں لے۔ لگاؤ دوں گا۔ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان و لہجہ پر دراز کرنا۔ میں بھی اپنا ہاتھ اور اپنی زبان تم سے روکے رکھوں گا۔

خبردار! مجھ سے بچے رہنا، اگر عام دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوگی تو میں اس کی گردن مادوں گا۔ میرے اور بچہ لوگوں کے درمیان عداوت چلی آئی ہے اب نے ان باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدوں کے نیچے ڈال دیا ہے۔ تم میں جو نیک لوگ ہیں انہیں چاہیے کہ اپنی نیکی یاد کریں۔ جو لوگ بد ہیں اپنی بدی سے بانٹیں۔ اگر میں یہ جان لوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مائے ڈالتی ہے۔ جب بھی میں اس کا پردہ فاش نہ کر دوں گا یہاں تک کہ وہ میرے ساتھ اعلانِ رد گردانی و رد و نشی نہ کرے۔ ہاں اس صورت میں آسے دم نہ لینے دوں گا۔ اب تم اپنے کاموں میں اذیت نہ صرف ہو جاؤ اور اپنے خیالات زبردست کر لو۔ کہتے ہی لوگ میرے رکنے سے رنجیدہ ہوتے ہیں جو بخیرہ ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہی لوگ میرے آنے خوش ہوتے ہیں جو بخیرہ ہو جاتے ہیں۔

ایسا انسان! ہم لوگ تمھارے رکنے میں تمھاری حمایت کرنے والے ہیں۔ خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی ہے اسی کی رو سے تم پر حکم چلائیے گے۔ خدا نے جو مالِ غنیمت تم کو بخشا ہے اسی سے تم تمھاری حمایت کریں گے۔ ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو۔ اور تمہارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حکومت میں عدل کریں۔ ہماری غیر خواہی کر کے تم اپنے آپ کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ اور جان لو کہ اگر میں

کہا ہی جی کروں تو تین باتوں میں ہرگز اب نہ کروں گا۔ کوئی حاجت مند آدمی آدمی رات کو بھی میرے پاس آئے تو میں اس سے روپوش نہ ہو گا کسی کی تنخواہ کو یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا اور تمہارے لئے کسی بوج کو بھی نہ رکھوں گا۔

مہتمن چاہیے کہ اپنے ائمہ کے لئے خدا سے دعائے خیر کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں۔ تمہیں ادب دینے والے ہیں، تمہاری جگہ سے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو۔ اور تم تم نیک ہو جاؤ گے تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے، اُن کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو کہ اس تم میں غم و غصہ میں ہمیشہ مبتلا رہو گے، ایسی حالت کے طلبکار نہ ہو جو پوری دنیا کو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ تم سب کو سب کے لئے درد کا دہنا ہے۔ جب دیکھنا کہ میں تم لوگوں میں کوئی حکم جاری کرنا چاہتا ہوں تو اُس سے آسانی سے بھاری ہونے دینا اور مذاک فتنم، تم میں سے بہت سے لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے منع کرے۔

خطبہ کار و عمل

عبداللہ بن ابیہم نے کھڑے ہو کر کہا: اے امیر! میں اعتراف کرتا ہوں کہ خدا نے آپ کو دانائی اور قوت فیصلہ عطا فرمائی۔ زیاد نے کہا تم نے غلط کہا۔ یہ مرتبہ حضرت داؤد کو ملا تھا۔

احنف نے کہا: اے امیر! اپنے جو کچھ کہا خوب کہا، لیکن آزمائش کے بعد شناس اور عقل کے بعد سپاس چاہیے، ہم کبھی تعریف نہ کریں گے جب تک امتحان نہ کر لیں۔ زیاد نے کہا: ”یہ بات صحیح ہے۔“

ابو بلال مرداس ابن ادیہ (جو کہ خوارج میں سے تھا) گھڑا سوار اور کہنے لگا۔
”خدا نے تعالیٰ نے جو خبری وہ اس سے متواتر ہے جو آپ فرمایا۔ خدا فرماتا ہے
”و ابراہیم الذی فی الا تزر وازہ رۃ و ذر اٰخریٰ و ان لیس الا انسان
رۃ ماسعی۔ یعنی صحف موسیٰ و ابراہیم میں لکھا ہے کہ کوئی بوج اٹھانے والا اور نہ بوج

نہیں اٹھائے گا۔ اور انسان جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ اسے زیادہ اہم نے جو وعدہ کیا ہے اس سے بہتر وعدہ خدا نے نہیں کیا ہے

زیادہ نے حجاب دیا جو کچھ تم یا تمہارے دوست چاہتے ہیں اس کو پورا کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی سبیل نہیں۔ جب تک ہم اس کے حصول کے لئے خون میں نہ نہالیں۔

تاییدِ خطبری دابن الاثیر ۴۵۷ھ کے واقعات

زیادہ کا یہ خطبہ عجیب و غریب خطبہ تھا، ایسا خطبہ شاید ہی پہلے کسی مسلمان نے سنا ہو جو اہل بصرہ نے سنا۔ اس میں ان کے لئے دلجوئی کا سامان بھی تھا اور قہر و غضب کا بھی

خبر دہنے کی پاسداری کی گئی۔ سنگتوں اور غلاب شرع سزاؤں کی دھمکیاں بھی۔ اسلام میں توبہ ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا قدر ذمہ دار ہے۔ لیکن زیادہ بر ملا کہہ رہے تھے کہ میں غلام کا مواخذہ آقا سے، مسافر کا قیم سے اور بیمار کا تندرست سے کروں گا۔ اسلام میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے، لیکن زیادہ اس سے دل میں سوراخ کرنا چاہتا ہے کسی کی قبر کو دفن والے کو اس میں زندہ دفن کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں کسی بھی نوعیت کے مجرم کے لئے پسرنا نہیں ہے کہ اسے زندہ دفن کر دیا جائے۔

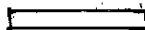
زیادہ حضرت علیؑ کے زمانے میں ایسا نہ تھا اس میں اس تبدیلی کی بنیادی وجہ تو یہ تھی کہ وہ پہلے حق کے ساتھ تھا۔ اور اب باطل کے ساتھ ہوا، اور اس طرح ہوا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اس تبدیلی کی ایک خاص وجہ معاویہ کے ساتھ اس کا استلحاق تھا عربیہ کے معاملے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ جو صحیح النسب نہ ہوتا اس کا مستحق اڑاتے وہ اچھا خاصا تبید کی دلالت سے پہچانا جاتا تھا لیکن اپنی ماں کی زنا کاری پر بربر عالم گواہیوں پر راہنی ہو کر ابوسفیان کا بیٹا اور معاویہ کا بھائی بن گیا۔ اس وقت کے عرب اور اسلامی معاشرے کے لئے یہ بات بڑی رسوائی والی تھی، لہذا زیادہ نے دلوں میں خوف اور دہشت بٹھا کر لوگوں کی زبان بند کرنا چاہی۔

زیادہ کے خطبے میں بولچاؤ کی صورت ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ حضرت علیؑ کے دورِ حکومت تک اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار چکا تھا۔ اور پھر

اب باطل سے الحاق کر لیا تھا۔ اب وہ لبرہ میں صرف باطل (معاویہ) کا نمائندہ نہ تھا۔ بلکہ ایک ایسا ولد الزنا گذر رہا تھا کہ جس کے حرامی ہونے کا سرسیر عام فیصلہ ہوا تھا۔ چنانچہ اب اس کے علاوہ کوئی صورت نہ تھی کہ وہ سفاکی سے حکومت کرے، اور اپنے اور اپنے آقا کے مفادات کی خاطر خون کی ندیاں بہا لے۔ اس کی سفاکی کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو۔

”ایسے صاحب الشرط عبداللہ بن حصین کو شہر میں گشت کا حکم دیا تھا، چنانچہ وہ باہر چلا تا اور ہر اس شخص کو جو باہر نظر آتا قتل کر دیتا۔ اتفاق سے ایک رات ایک اعرابی اسی طرح پکڑا گیا۔ صاحب الشرط نے اسے زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے پوچھا کیا تم نے منادی نہیں سنی؟ اس نے کہا ”خدا کی قسم میں نے نہیں سنی۔“ میں تو یہاں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی لے کر آیا تھا، اتنے میں رات نے مجھے آلیا اور میں مجبوراً اسے لے کر یہاں ایک گہ ٹھہر گیا کہ صبح ہو تو چلوں۔ مجھ امیر کے حکم کی خبر نہیں ہے۔“

نیا دن ہوا، بعد میں بھیتیں صادق القول سمجھتا ہوں لیکن تمھارے قتل میں اس کی بہتری ہے۔“ یہ کہہ کر اس کے قتل کا حکم دیا، چنانچہ اس کی گردن مار دی گئی۔ دہشت گردی کے باوجود نہ تو شیوا اس کے قابو میں آئے اور نہ ہی خارجی۔



عبدالرحمن بن حنظلہ کا قتل

خالد بن ولیدؓ صحابی سیف اللہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں ان کے فرزند عبدالرحمن کو معاویہ نے زہر دلوادیا حالانکہ عبدالرحمن معاویہ کے دوستوں میں سے تھے، یہ جنگ صفین میں معاویہ کی طرف سے حضرت علیؓ سے لڑنے آئے تھے۔ یہ وہی عبدالرحمن ہیں کہ جو عثمان کے دور خلافت معاویہ کی طرف سے حمص میں ان کے نائب کی حیثیت سے تعینات تھے تو ان کے پاس بھی جناب مالک شتر اور ان کے ساتھیوں کو جلا وطنی کا کچھ عرصہ گزارنا پڑا تھا، اس دور عثمان اور معاویہ کو خوش کرنے کیلئے ان بڑے لوگوں کے ساتھ انتہائی ذلت آمیز سلوک کیا تھا غرضیکہ یہ شخص زندگی بھر بنو امیہ کا حامی و مددگار رہا ہے اس کے باوجود اموی غاصب خلیفہ کی سازش کا شکار ہو کر اپنی جان گنوائی..... طبری کی روایت:

عبدالرحمن بن خالد روم سے حمص کی طرف واپس آئے ابن اثال نصرانی نے شربت میں زہر ملا کر دے دیا کہا جاتا ہے کہ انہوں نے وہ شربت پی لیا اسی زہر سے ان کا کام تمام ہو گیا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ملک شام میں عبدالرحمن بن خالد کی شان بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں کے لوگ دل سے ان کی طرف مائل تھے، ان کے والد خالد بن ولید کے آثار لوگوں کے پاس موجود تھے، دوسرے زمین روم میں مسلمانوں کے لئے ان کی جفاکشی سے ان کا رعب و دبدبہ تھا۔ معاویہ تک کو ان سے خوف ہو گیا کہ ان کے سبب اسے ضرر پہنچے اسی خیال سے معاویہ نے ابن اثال کو حکم دیا کہ ان کے قتل کا کوئی حیلہ نکالے اور اس بات کی ضمانت ہو کر کہ اگر اس نے ایسا کر دیا تو عمر بھر کے لئے خراج اسے معاف ہو جائے گا۔ اور حمص کے خراج کی تحویل اس کے متعلق کر دی جائے گی۔ ابن اثال نے اپنے کسی غلام کے ہاتھ عبدالرحمن کے پاس زہر ملا ہوا شربت بھیج دیا۔ جسے پی کر وہ حمص میں مر گئے۔ معاویہ نے نصرانی سے جو وعدے کئے تھے پورے کر دیئے۔ خراج اسے معاف ہو گیا اور حمص کی تحویل اسکے متعلق ہو گئی۔

رتابع طبری ۴۶ھ کے واقعات

شہادت حضرت امام حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ

معاویہ نے یزید کو دلی عہد بنانے کا ارادہ کر لیا لیکن اسے اس بات کی فکر ہوئی کہ حسنؑ ابن علیؑ زندہ ہیں اور ان کی زندگی میں یہ کام ممکن نہیں، چنانچہ اس نے انہیں اپنے راستہ سے ہٹانے کا ارادہ کیا اور کامیابی کے لئے وہی آزمودہ نسخہ استعمال کیا جو مالک بن نویر اور عبدالرحمن بن خالد کے سلسلہ میں آزمایا جا چکا تھا۔

مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کمزنی نے زہر دیا تھا۔ اور اسے معاویہ نے اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ اگر اس نے یہ کام کر دیا تو وہ اسے ایک لاکھ درہم دینے کے علاوہ اپنے بیٹے یزید سے اس کی شادی کر دینگے۔ جب جعدہ نے معاویہ کی حسب منشا جناب امام حسنؑ کو زہر دے کر مار ڈالا تو معاویہ نے اسے حسب وعدہ ایک لاکھ درہم تقسیم دیئے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہلوا یا۔

”ہمیں یزید کی زندگی عزیز ہے اگر اس کے ساتھ تیری شادی کر دی گئی تو میرے ہاتھوں اس کی سبھی حیاں جاسکتی ہے۔ (مروج الذهب حصہ دوم باب ۷۴ خلافت حسنؑ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :

”چونکہ شہادت دو قسم کی فرق کی گئی تھی ایک پوشیدہ اور ایک مکمل طور سے ظاہر جو سب پر آشکارہ ہو یہ پہلی قسم کی شہادت ایک مخفی عمل تھا۔ اس لئے حضرت جبریلؑ نے کبھی

اس کا ذکر نہیں کیا اور جب شہادت ہوئی تب بھی شہر رہا۔ بڑا مری کے ہاتھ واقع ہوا۔ حالانکہ یہ رشتہ محبت سے عبارت ہے نہ کہ دشمنی سے۔ یہ سب اسی سبب سے ہوا کہ یہ شہادت پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس کی بنیاد ہی پوشیدگی پر تھی۔ اس وجہ سے حضور اکرمؐ نے بھی اس کی خبر نہیں دی۔ نہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے یہ بات بتائی اور نہ کسی اور نے یہ خبر ہم پہنچائی تھی۔ چھوٹے صاحبزادے (امام حسینؑ) دوسری قسم کی شہادت سے مخصوص ہوئے۔ اس کی بنیاد شہرت اور اعلانیہ تھی۔۔۔

شاہ صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں:

امام حسنؑ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی، اول یا آخر صفر میں، اور یہی مشہور ہے کہ امام حسنؑ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ کی ایک بیوی جدہ بنت اسعث نے یزید شقی بن معاویہ کے فریب دینے پر امام کو زہر دے دیا۔ یزید نے اس امر پر اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا۔ حسنؑ چالیس روز بیمار رہے۔ پھر انتقال فرمایا، اس کے بعد جدہ نے یزید طیب کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے تو یزید نے جواب دیا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں تھی کہ حسنؑ کے پاس نہ ہے، ہم اپنی جان کی خاطر کب لاف نہ کریں گے۔ (دوسرا شہادتین)

شاہ عبدالعزیزؒ کو ہر مسلک کا سنی ثقہ سمجھا ہے اور احرام کی نظر سے دیکھتا ہے اسی طرح سے ادبھی سنی علماء کہ جھٹت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اس بات کے قائل ہیں کہ امام حسنؑ کو یزیدؒ کی سازش سے زہر دیا گیا تھا، سمجھتے ہیں کہ سنی علماء نے معاویہ کے مقابلہ میں یزید والی روایت کو اس لئے قابل قبول سمجھا کہ معاویہ کا شمار چوتھے ان کے مسلک کی رو سے صحابہ میں ہوتا ہے، لہذا انہوں نے مسلک کے تحفظ کی خاطر ایسا کیا۔ تاریخ کے مطابق میں مسلک کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یہ علماء کی مجبوری ہے۔ اب ہم بن کثیر دمشقی کی تحریر پیش کرتے ہیں۔

محمد بن سوریؒ نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن حمال نے ہمیں بتایا کہ ابوالاعوانہ نے یزید سے کہا ابو موسیٰؒ ہمیں خبر دی کہ جدہ بنت اسعث بن قیس نے حضرت حسنؑ کو زہر دیا۔ جس سے آپ بیمار ہو گئے، لیکن نے روایت کی ہے کہ یزید بن معاویہ نے جدہ بنت اسعث کو بیہوش بھیجا کہ

حضرت حسنؑ کو زہر دے دو اور میں اس کے بعد تجھ سے شادی کروں گا تو اس نے آپ کو زہر دے دیا۔ اور جب حضرت امام حسنؑ فوت ہو گئے تو جبرہ نے زہر کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم ہم نے تو تجھے حضرت حسنؑ کے لئے پسند نہیں کیا، ہم تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں؟ اور بیکر نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے اور اس کے باپ معاویہ کے متعلق اس کی عدم صحت ادا ہے (تاریخ ابن کثیر مشتم، ۴۹ھ کے واقعات)

ابن کثیر نے اس طرح کی کئی روایتیں درج کی ہیں جن کے مطابق امام حسنؑ کو کوئی مرتبہ پہلے بھی زہر دیا جاسکا تھا۔ لیکن یہ آخری زہر مہلک ثابت ہوا۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک طبیب نے جو آپ کے پاس آیا کرتا تھا کہا کہ اس شخص کی آنٹوں کو زہر نے کاٹ دیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے کہا ”اے ابو محمد تجھے بتاؤ آپ کو کس نے زہر پلا یا پیسے؟“ آپ نے فرمایا ”میرے بھائی کیوں؟“ حضرت امام حسینؑ نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو ذبح کرنے سے قبل اسے قتل کر دوں گا۔ اور میں اس پر قابو نہ پاؤں گا اگر وہ کسی علاقہ میں ہے تو میں مشقت برداشت کر کے اس کے پاس جاؤں گا۔

حضرت امام حسنؑ نے کہا ”اے میرے بھائی! یہ دنیا لافانی ہے، اس شخص کو چھوڑ دو حتیٰ کہ میں اور وہ اللہ کے ہاں ملاقات کریں اور اپنے اس کام کو تمہارے لئے اٹھا کر دیا۔“ ابن کثیر شعی کہ جو حامیان بنی امیہ میں شمار کیا جاتا ہے امام حسنؑ کو زہر دینے چاہنے والے کو مسترد نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک صرف یہ بات صحیح نہیں ہے کہ زہر دلوانے کا ذمہ دار یزیدؑ یا اس کا باپ معاویہ تھا۔ اس تواریخ کا یہ مزاج ہے کہ وہ معاویہ کے بارے میں ایسی کوئی بات درج کرتا ہے تو آخر میں بغیر کسی سبب کے لکھ دیتا ہے کہ میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔

ڈاکٹر طہ حسین کی رائے:

”میں قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتا کہ معاویہ کے ہاتھوں حضرت حسنؑ کو زہر دیا گیا، لیکن اسی طرح قطعیت کے ساتھ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ امیر معاویہ نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے اس کے زمانے میں زہر دیکر مار ڈالنے کی بات حیرت انگیز اور مشکوک طریقے سے عام ہو چکی تھی۔ بقول مورخین۔ ”اشتر مہر جلتے ہوئے رستے میں زہر دیکر مار ڈالے گئے۔“

اس طرح مصر کی حکومت کا لاستہ امیر معاویہ کیلئے صاف ہو گیا۔ پھر امیر معاویہ اور عمر دین العاص کا یہ کہنا بلاشبہ اللہ کی ایک لوح شہد بھی ہے۔ ”علاوہ ازیں محض میں عبدالرحمن بن خالد بن ولید زہر دیکر مارے گئے جس کی ایک طویل داستان ہے۔ غالب گمان ہے کہ اسی طرح حضرت امام حسنؑ بھی امیر معاویہ اور عمر دین العاص کے درمیان زہر دیکر مارے گئے۔ جس سے ان کے بیٹے کیلئے خلافت کا لاستہ صاف ہو گیا۔ علیؑ تابعی و سیاست کی روشنی میں امام حسن علیہ السلام نے اپنی وفات سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے نانا رسول اکرمؐ کے پہلو میں دفن کیا جائے کیونکہ آنحضرتؐ کی قبر بی بی عائشہ کے حجرے میں بھی لہذا انہوں نے بیٹے بعض اولاد و فاطمہ حسنؑ کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی اور حرف دشمن اہلبیتؑ مروان بن حکمؑ نے ان کا یہ آرائی پورا کر دیا۔

مشہور سنی عالم سبط جوزی طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھتے ہیں :

”ابن سعد نے واقفی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ کا وقت احتضار قریب آیا تو آپؑ فرمایا ”مجھے اپنے نانا کے پاس دفن کرنا“ یعنی رسول اللہؐ کے پاس۔

پس امام حسنؑ نے چاہا کہ آپؐ کو رسول اللہؐ کے حجرہ میں دفن کریں بنی امیہ مروان اور سعید بن عاص جو حکام مدینہ تھے اس امر میں مانع ہوا۔ اس پر تمام بنی ہاشم تیار ہو گئے کہ ان سے جنگ کریں۔ ابوہریرہؓ نے کہا ”تمہارا کیا خیال ہے اگر بنو ہاشم کا بیٹا نفرت ہو جائے تو کیا وہ اپنے باپ کے ساتھ دفن نہ ہوتا۔“

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی ان کے ساتھ جہنمیں وہ کہنے لگیں کہ رسول اللہؐ کے ساتھ کوئی دفن نہیں ہو سکتا۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ مروان نے معاویہ کی طرف خط لکھا کہ بنو ہاشم نے چاہا تھا کہ حسنؑ کو رسول اللہؐ کے پاس دفن کر دیں اور سعید بن عاص بھی اس معاملے میں بنی ہاشم کا ہمنوا ہو گیا تھا۔ میں نے عثمان مظلومؓ کی وجہ سے انہیں روک دیا کہ عثمانؓ تو جنت البقیع میں دفن ہوں اور حسنؑ رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ کے ساتھ ہوں اس پر معاویہ نے شکر یہ کہ خط اس کی طرف لکھا اور سعید بن عاص کو معزول کر دیا۔ اور مروانؓ کو حاکم مدینہ بنا دیا۔

واقفی کہتا ہے جب آپؐ کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اس وقت مقام خضرا میں

ابن سعد کہتا ہے کہ جب امام حنفی فوت ہوئے تو ابن عباس اس وقت شام میں تھے انکی بصارت جاتی ہی تھی وہ معاویہ کے پاس گئے۔ اور اپنے راستہ بدلانے طے سے کہا کہ مجھے کھینچنا نہیں تاکہ معاویہ شہادت نہ کرے۔ معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تجھے ایسی بات کی خبر دیتا ہوں جو میری شہادت سے بھی زیادہ ہے۔ پھر کہا کہ حسن بن علی فوت ہوئے، ابن عباس نے کہا ”انا لیلید وانا البدر اجون“ اور خدا کی قسم اے معاویہ تو بھی ان کے بعد زندہ نہ رہے گا۔ (تذکرۃ النحاص، عنوان شہادت حسن)

موضح مسعودی لکھتا ہے :

محمد بن جریر طبری، محمد بن حمید رازی، علی بن مجاہد، محمد بن اسحاق اور فضل بن عباس بن ربیع کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس معاویہ کے پاس وفد لے کر گئے تو پہلے مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے معاویہ کو اہل خضر میں غورہ تکبیر بلند کرنے سنا۔ ان کے ساتھ اہل خضر نے سبھی غورہ تکبیر بلند کیا، جب ان لوگوں نے جو اس وقت مسجد میں موجود تھے اہل خضر کو غورہ تکبیر کرتے سنا تو ان کی تقلید میں غورہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے۔

ابن عباس نے دیکھا کہ یہ نعرے سن کر فاختہ بنت قرقظ بن عمرو بن نوفل، بن عبد مناف گھر سے باہر آئی اور اس نے معاویہ سے پوچھا ”یا امیر المؤمنین اللہ آپ کو خوش رکھے، آج ایسی کیا خبر آئی ہے جو آپ اس قدر خوشی سے نعرے لگاتے ہیں۔“ فاختہ کے جواب میں معاویہ بولے ”حسن بن علی کی موت کی خبر آئی ہے۔“ فاختہ نے جب یہ سنا تو انا للہ وانا الیہ اجون کہہ کر رونے لگی پھر بولی ”اے سید المرسلین ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پائے۔“

معاویہ نے کہا ”ہاں، یہ درست ہے۔ لیکن تو اس طرح کیوں رو رہی ہے؟ کیا تیرا کوئی رشتہ دار مر گیا ہے؟“ حب ابن عباس کی آمد کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اور زیادہ خوش ہوئے اور جب وقت اول الذکر ان کے پاس پہنچے تو وہ ان سے بولے ”ابن عباس میں نے سُننا ہے کہ حسن وفات پا گئے؟“

ابن عباس نے کہا ”جی ہاں، لیکن آپ ان کی وفات کی خبر سن کر خوشی سے غورہ تکبیر

بلند کر رہے تھے :۔

معاویہ نے جواب دیا ”ہاں“

ابن عباس کہیں کر رہے ”ان کی موت سے آپ کی موت مؤخر نہیں ہو سکتی نہ ان کے زیر زمین جانے سے آپ کے زیر زمین جانے میں تاخیر ہو سکتی ہے۔

مرکز الازہب دوم، باب ۷۴، ذخیر شہادت ج ۲

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ :

محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نبی سعد بن جبر کے غلام مسادر نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت امام حسنؑ فوت ہوئے، میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو رسول اللہؐ کی مسجد پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کرنے دکھیا۔ ”اے لوگو! آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب فوت ہو گیا ہے۔ پس تم گریہ کرو۔ آپ کے جنازے کے لئے لوگ جمع ہو گئے۔ حتیٰ کہ بقیع میں کسی آدمی کے سہانے کی گنجائش نہ تھی اور مردوں و عورتوں نے سات روز آپ پر گریہ کیا۔ اور بنی ہاشم کی عورتیں ایک ماہ تک آپ کا لوحہ کھنتی رہیں۔ نیز بنی ہاشم کی عورتوں نے ایک سال تک آپ کا سوگ کیا۔“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آل رسولؐ کی مظلومہ شہادتوں پر گریہ و زاری و فوجہ گری شروع ہی سے چلی آ رہی ہے یکوئی نئی رسم و بدعت نہیں، اور یہ روایت جو آپ نے پڑھی ہے، یہ کسی شیوہ کی نہیں بلکہ ابن کثیر جیسے حائن بنو امیہ کی ہے۔

جنگ قسطنطنیہ

جنگ قسطنطنیہ کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے، لیکن اسے یزید بن معاویہ سے محبت کرنے والوں نے بہت شہرت دی ہے ان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس کی رو سے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والا لشکر جنتی تھا۔ اب چونکہ یزید بھی اس میں شامل تھا، لہذا وہ بھی جنتی ہے۔ ہم یہاں اس حدیث کی ثقاہت پر بحث نہیں کرینگے کیونکہ یہ اسے موضوع سے باہر ہے ہم صرف تاریخ سے اس لشکر میں یزید کی شمولیت پر گفتگو کریں گے۔ مورخ ابن الاثیر لکھتا ہے:

۴۹ھ اور یقول بعض شہداء میں ابی معاویہ نے ایک فوج کثیر بغرض جنگ بلاد روم بھیجی۔ سفیان ابن عوف کو ان پر امیر مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ یزید نے اس کو بارگراں سمجھ کر کسی کی اور مرض کا بہانہ کیا، اس لئے اس کے والد نے اسے رہنے دیا۔ اتفاق سے لوگوں کو بھوک اور مرض شدید کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر یزید نے یا سعار پڑھے۔

(ترجمہ) مجھے اس بات کی پرداہ نہیں ہے کہ انکی انواع پر فقام فرقد رنا میں بخارا اور چچک کی کیا کیا مہبتیں پڑیں۔ اس وقت میں دیر مردان میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ اور ام کلثوم میرے پاس تھیں۔

ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام تھا جو عبداللہ بن عامر کی صاحبزادی تھیں۔ جب معاویہ کو ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ یزید کو ضرور سفیان کے پاس قسطنطنیہ بھیجوں گا۔ تاکہ جو مصائب دوسروں پر پڑے ہیں اس پر بھی پڑیں چنانچہ یزید کے ہمراہ اور بہت سے آدمی روانہ ہوئے جن کو اس کے والد نے اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ (تاریخ کامل ابن الاثیر خلافت بنو امیہ عنوان جنگ قسطنطنیہ) ابن الاثیر کی روایت یزید کے کردار سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ لہذا ان

اموی مورخین کی روایات کربن میں یزید کے سردار کی حیثیت سے جانے کا تذکرہ ہے وہ بھڑکے ہوئے ہیں۔ طبری جیسے مؤرخ کے حوالے بھی اس طرح کی روایت موجود نہیں ہے۔

ابن الاثیر کی روایت کے مطابق جس طرح مجبوری کے عالم میں یزید نے لشکر میں شرکت کی ہے اس کے بعد لشکریوں کی مغفرت کے لئے ایک حدیث تو کیا ہزاروں حدیثیں بھی سنا دی جائیں تو بھی یزید کی بخشش کا مصداق نہیں ہو سکتی۔ اور پھر یہ کہ اگر قسطنطینیہ والی حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا اطلاق تمام لشکریوں پر ہونا خلاف عدل بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ بخشش کیلئے پہلی شرط ایمان کی ہے اگر کوئی شخص جنگ قسطنطینیہ میں شامل ہونے کے بعد واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ جیسے جرائم کا ذمہ دار ہو تو اس کی بخشش کیسی؟ جس کا نام گالی بن چکا ہو اس کے لئے ایک گھڑی ہونی حدیث کیا کام آ سکتی ہے۔

زیادہ کا کوتاہی پر تسلط

سنہ ۳۷ میں دالی کوثر مفرہ ابن شعبہ طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مفرہ کے بعد معاویہ نے کوثر کی عمارت بھی زیادہ کوثر سے دی۔ چنانچہ زیادہ سمرہ ابن جندب کو لہرہ میں اپنا قاتل مقام مقرر کر کے کوثر رفاہ ہو گئے۔

سمرہ بن جندب کے مظالم کی جھلک

جب زیادہ لہرے میں سمرہ کو اپنا قاتل مقام بنا کر چھوڑ آئے تو سمرہ نے بہ کثرت لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ابن سمرین کا بیان ہے کہ انہوں نے زیادہ کی غیر حاضری میں ۸ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ زیادہ نے ان سے پوچھا: کیا تم کو خوف ہے کہ تم نے بے گناہ کو بھی قتل کیا۔ اس نے کہا: ”میں نے جتنے قتل کئے ہیں اگر ان سے اور قتل کر دیتا تب بھی مجھے خوف نہ ہوتا۔“

ابو سوار العدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے ایک ہی صبح کو صرف تیری قوم میں سے ۴۷ آدمی قتل کئے اور وہ سب کے سب جماع القرآن تھے۔

سمرہ جب ہمیں ملتا تو اس طرح کہ اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا دستہ سے فاصلے پر آگے آگے بھی کچھ سپاہی ہوتے۔ انہی لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا۔ جب سمرہ اس شخص کے نزدیک سے گزرا تو اسے خون میں لٹھرا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کے آگے آنے والے سپاہیوں نے اس بچارے کی یہ گت بنائی ہے۔ اس پر سمرہ نے کہا کہ جب تم لوگ یہ سنا کر دو کہ ہم سواہ ہو کر نکلیے ہیں تو ہمارے یتیموں سے بچا کر دو۔

تاریخ کامل خلافت بنو امیہ ۴۷۵ھ کے واقعات

ظہم کی اس جھلک سے یقیناً اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبیائے کے دور میں اسلام کے تصورِ عدل کے جس طرح پر پورے اُٹے ہیں اس کی ابتداءِ معاویہ کے دور میں اچھی طرح ہو چکی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے سمرہ بن جندب خلیفہ کی طرف سے بصرہ کا والی نہیں تھا بلکہ کن زیاد کے ایک نائب کی حیثیت سے تھا اور تیور بادشاہ سلامت جیسے تھے کہ جب باہر نکلتا تو ”ہٹو بچو“ کرنے والے آگے آگے ہوتے۔ اور بادشاہ بھی وہ کہ جن کے نزدیک انسان کی حیثیت کپڑے کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔

زیاد اور حجر بن عدی

زیاد کو فرائض کے لئے نبرہ پر گیا اور خطبہ شروع کیا۔ اور حسبِ عادت ڈرانے دھمکانے کے بعد عثمان کی ستائش کی اور ان کے قاتلوں پر نفرین کی۔ حجر سے نرم لگایا انہوں نے زیاد سے بھی وہی سلوک کیا جو کہ وہ غیر بن سبہ سے کیا کرتے تھے۔ زیاد نے ان سے درگزر کیا۔ عمرو بن حریث کو اپنا نائب بنایا اور واپس بصرہ چلا گیا۔ عمرو بن حریث بھی خطبہ میں حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہتا۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھی شور و غل کرتے اور اسے کنکریاں مارتے۔ عمرو بن حریث نے ساری صندوق خالی زیاد کو دکھائی اور اسے یہ بھی اطلاع ملی کہ سیدنا علیؑ حجر کے پاس جمع ہوتے ہیں اور معاویہ پر لعن و لعن اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ پھر کوفہ واپس آ گیا، منبر پر جا کر خطبہ پڑھا شروع کیا۔ حجر بھی مسجد میں موجود تھے اور ان کے ساتھ آج بھی بہت زیادہ جمع تھا۔ زیاد نے حجر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں انتہائی سخت کلمات کہے اور دھمکیاں دیں زیادہ کے خطبہ کے الفاظ یہ ہیں۔

”حمد و ثناء الہی کے بعد کہا، بلاشبہ بغاوت کا انجام ناخوش گوارا ہوتا ہے ان لوگوں نے مجھے امین بنایا ہے اور پھر مجھ پر جرات کی ہے، خدا کی قسم اگر تم سیدھے نہ ہوتے تو میں تمہارا علاج کروں گا“ پھر کہا اگر میں کوفہ کے چوک کو حجر اور اس کے اصحاب سے محفوظ نہ کر دوں تو میں کوئی چیز نہیں اور میں اسے اسکے بعد آنے والوں کے لئے عبرت بنا دوں گا۔ اے حجر!

تیری ماں ہلک ہو چلتے۔ شام کے کھانے نے تجھے بھیڑیئے پر گرا دیا ہے۔

(تاریخ ابن کثیر شہم، ۱۵۷ کے واقعات)

اس روایت کو طبری اور ابن الاثیر نے بھی چند الفاظ کے فرق کے ساتھ نقل

کیا ہے۔

اب ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

حجہ کے دن زیاد نے خطبہ کو بہت طویل دیا اور نمازیں تاخیر ہو گئی۔ ہجر بن ہدی نے پکار کر کہا (الصلوة!) اس پر بھی اس نے خطبہ جاری رکھا۔ انہوں نے پھر کہا (الصلوة) اور اس نے خطبہ جاری رکھا۔ حجر نے جب دیکھا کہ نماز جاتی ہے تو ہاتھ مار کر ٹھٹھی میں کت کر اٹھائے اور نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھی سب لوگ اٹھے۔ یہ رنگ دیکھ کر زیاد استایا۔ اور سب کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہونے کے بعد اس نے معاویہ کو ان کی شکایت میں ایک خط لکھا اور بہت سی باتیں لکھ بھیجیں۔ معاویہ نے جواب میں لکھا کہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس روانہ کر دو۔ جب یہ خط آیا تو ان کی ساری برادری حمایت پر آمادہ ہو گئی۔ مگر ہجر نے ان سب کو منع کیا۔ اور کہا سب سے دعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غرض حجر کو پابند زنجیر معاویہ کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

(تاریخ طبری و کامل ابن الاثیر ۱۵۷ کے واقعات)

اس روایت کے علاوہ اور جو روایتیں بیان کی گئیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حجر اور ان کے ساتھی اتنی آسانی سے بابہ زنجیر کر کے نہیں بھیج دیئے گئے تھے بلکہ لئے زیاد کو غامی جدوجہد کرنی پڑی۔ اس سلسلہ میں مختلف تاریخی ماخذوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مسجد میں نہ گامزداری کے بعد زیاد نے کوفہ کے بعض سرداروں کو حجر کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں سمجھائیں کہ وہ اپنی روش تبدیل کر دیں۔ جب یہ لوگ حجر کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان لوگوں کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ جب یہ لوگ واپس زیاد کے پاس آئے تو انہوں نے حجر کے سلسلے میں کچھ باتیں آکر اس سے بیان کیں اور کچھ کو دبا گئے اور اسے

مشورہ دیا کہ وہ زیادہ کے معاملہ پر غور کرے لیکن زیادہ نے ان کا مشورہ نہ مانا اور پولیس سے انکو تحریر کے پاس بھیجا کہ دکھاؤ کہیں بلا کر لائے، اگر وہ نہ آئیں تو ان پر سختی کی جائے اور انہیں زبردستی لایا جاتے۔ حجر نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ حجر بن عدی اور ان سے ساتھیوں کا پولیس کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے گولیاں مارے گئے اور پھر اسٹال ہوئے۔ مقابلے کے دوران حجر کو بچ نکلنے کا موقع مل گیا۔ اور پولیس والے زیادہ کے پاس ناکام لوٹ آئے۔

حجر بن عدی وہاں سے بچ نکلنے کے بعد پھپھتے پھپھاتے قبیلہ نخع میں پہنچے۔ اور جناب مالک اشتر کے بھائی عبداللہ بن حارث کے ہاں گئے انہوں نے حجر کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور ان کے لئے بستر لگا دیا۔ لیکن کسی نے انکو اطلاع دی کہ حجر کو اہل شرط قبیلہ میں پڑھتے پھرتے ہیں۔ یہ خبر سن کر حجرات کو بھیس بدل کر نکلے اور عبداللہ بن حارث بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ محلہ از دیں پہنچے۔ اور ربیعہ از دی کے ہاں قیام کیا۔

پولیس حجر بن عدی کو تلاش کرنے میں ناکام ہو گئی تو زیادہ نے محمد بن اشعث کو بلا کر دھمکی دی کہ اگر تو نے حجر کو تین دن کے اندر اندر حاضر نہیں کیا تو تیرے ٹکڑے اڑا دوں گا۔

حجر کو جب بات کا علم ہوا تو انہوں نے محمد بن اشعث سے کہا کہ ابھی کہ وہ امان کی شرط پر اپنے آپ کو زیادہ کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں کہ وہ انہیں معاویہ کے پاس بھیج دیے زیادہ نے امان کا وعدہ کیا۔ چنانچہ محمد بن اشعث نے حجر بن عدی کو حاضر کر دیا۔

(طبری، ابن الاثیر، ابن کثیر)

حجر اور زیادہ کی گفتگو: زیادہ کہنے لگا "ابو عبد الرحمن۔ رحما۔ زمانہ امن میں سبھی لڑنے کو تیار۔ وہی مثل ہوتی کر اپنے ہی لڑکوں کو کیتائے سمونک کر قتل کر دیا۔ حجر نے کہا میں نے اطاعت سے سرکشی کی نہ جانت سے علیحدگی اختیار کی۔ میں اپنی بیعت پر قائم ہوں۔ زیادہ نے کہا کجیاءہ دعویٰ اسے حجر اور کجیاءہ ایک ہاتھ سے چھری اڑتا ہے۔ دوسرے

پتی باز عتاب ہے، جب خدا نے تجھے ہمارے قابو میں دے دیا تو اب ہمیں خوش کرنا چاہتا ہے
 دند بیہرگز نہ ہوگا۔ بھرنے پوچھا کیا تو نے اتنی امان مجھے نہیں دی ہے کہ میں معاویہ کے پاس
 چلا جاؤں اور میرے باب میں وہ اپنی رائے قائم کریں، زیاد نے کہا: ہاں، یہ بھی ہمیں منظور
 ہے۔ اسے لے جاؤ قید خانہ میں۔ جب وہ زیاد کے پاس سے صبح دیتے گئے تو وہ کہنے لگا
 قسم بخدا، اگر امان نہ دی ہوتی تو وہ یہاں سے ہل نہیں سکتا تھا، یہاں تک کہ اسکی جان
 نکال لی جاتی۔ قسم بخدا، اس کی رگ گردن کاٹنے کے لئے میرا دل لوٹ رہا ہے۔ زیاد کے پاس
 سے حج کو جب زندان کی طرف لے جا رہے تھے تو انہوں نے لہذا آواز سے کہا: بارالہ! میں اپنی
 بیعت پر قائم ہوں۔ نہیں اسے چھوڑوں گا۔ نہ چھوڑنا چاہتا ہوں۔ (طبری)

عمر بن الحکم کا قتل

عمر بن الحکم زیاد کے خوف سے رفاع بن شداد کے ساتھ کوفہ سے نکل گئے۔ پہلے
 مدائن پہنچے پھر وہاں سے موصل چلے گئے اور وہاں ایک پہاڑ میں جا کر چھپ گئے۔ وہاں کے
 عامل کو اس بات کی خبر پہنچی کہ دو مشتبہ شخص یہاں روپوش ہیں، چنانچہ وہ اپنے سواروں اور
 گھوڑیوں کو میکوان کے سردوں پر بھیج گیا۔ رفاع بن شداد کو فوری سہل جو ان تھا وہ لڑتا بھڑتا نکل
 جانے میں کامیاب ہو گیا۔ عمر بھارے تھے وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکے اور گرفتار ہو گئے۔

یہ گاؤں کا عامل کہ جس کا نام عبداللہ بن ابی بلتہ تھا، عمر بن الحکم سے پوچھتا رہا
 کہ تو کون ہے؟ لیکن انہوں نے بتا کر نہ دیا، چنانچہ ان کو موصل عبدالرحمن لقی کے پاس
 بھیج دیا گیا۔ اس نے دیکھتے ہی انہیں پہچان لیا اور اس کی اطلاع معاویہ کو بھیج دی۔
 انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اس نے عثمان پر تیسے نوؤار کئے تھے لہذا تو بھی اس پر نوؤار
 چنانچہ معاویہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور سچا لے عمر بن الحکم دوسرے ہی دار میں ختم ہو گئے۔

ایک اور روایت کے مطابق عمر بن الحکم کو سانسپے ڈس لیا تھا اور جب سیاہی
 پہنچے تو انہیں مردہ پایا۔ موصل کے گورنر نے ان کا سر کاٹ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔
 ابن کثیر دمشق لکھتا ہے:

آپ کا سر کاٹ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا اور اسے شام وغیرہ میں پھرایا گیا۔ اور یہ پہلا سر تھا جسے پھرایا گیا۔ پھر حضرت معاویہ نے آپ کے سر کو اس کی بری آمنہ بنت الشترید کے پاس بھیج دیا۔ جو آپ کے قید خانہ میں تھی۔ اور اسے اس کی گود میں پھینک دیا۔ اس نے آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آپ کے منہ کو چوم لیا اور کہنے لگی تم نے اسے طویل عرصہ مجھ سے غائب رکھا پھر تم نے اسے میری طرف قتل کر کے بھیج دیا۔“

دنا یخ ابن کثیر

عالم اسلام میں مرنے کے بعد سر قلم کر نیکا پہلا واقعہ مفسرین میں ہوا کہ شہادت کے بعد نبی رسولؐ جناب عمار یا سر کا سر کاٹا گیا۔ یہ دوسرا واقعہ بھی معاویہ کے حکم سے ہوا۔ اور پھر انکی بیوی (کہ جو) قید خانہ میں تھی) کو اس طرح پٹہ دیا گیا کہ اس کے شوہر کا سر قید خانہ کی تنہائی میں اس کی گود میں ڈال دیا گیا۔

حجر بن عدی کھیلان گواہیاں

زیاد نے حجر اور ان کے ۱۲ ساتھیوں کو قید خانہ بھیج دیا تو اسے ان کے خلاف شہادتیں جمع کرنے کی فکر ہوئی، اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو طبری کی روایت:

زیاد نے ردسا اور باع کو بلایا، شہر چار رابع میں تقسیم تھا، ہر رابع پر ایک رئیس مقرر تھا، ان سے کہا حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اس کے نگوہ ہو جاؤ۔ اس ناماد میں ردسا اور باع یہ لوگ تھے۔ عمرو بن حرث، رابع اہل مدینہ پر، خالد بن عروڑ، رابع مہدائی پر، قیس بن وہب، مدینہ کندہ پر۔ ابو بردہ ابن ابو موسیٰ اشعری قبیلہ مذحج و اسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں شہدوں نے اس امر پر گواہی دی کہ حجر نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ خلیفہ کو اعلانیہ برا بھلا کہا۔ امیر المومنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آل ابو طالب کے سوا خلافت کسی کے لئے جائز نہیں ہے اور انہوں نے خروج کر کے امیر المومنین کے عامل کو نکال دیا۔ اور ابو تراب کو معذور سمجھتے ہیں اور ان پر رحمت بھیجتے ہیں ان کے دشمن اور ان سے جنگ کرنے والوں سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے

ساتھ ہیں وہ ان کے ساتھیوں کے سرگروہ ہیں اور اپنی جیسی رائے رکھتے ہیں۔

زیادہ لوگوں کی اس رائے سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے اسے ناکافی سمجھا۔ چنانچہ ابوہریرہ اشجری کے بیٹے ابوہریرہ نے ان لوگوں کی انداز سے تکفیر کی۔

ابوہریرہ ابن ابوسری رضاعی کے لئے شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاعت و جماعت کو ترک کیا اور خلیفہ یزید کی اور جنگ و فتنہ پر لوگوں کو اکامدہ کیا۔ اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا کہ وہ بیعت کو توڑ دیں اور اہل المؤمنین معاویہ کو خلافت سے معزول کریں اور خدا عزوجل کے ساتھ کفر کیا۔ زیاد نے اس شہادت کو دیکھ کر کہا اسی طرح کی شہادت تم سب لوگ دو۔ سنو لندن میں اس اجل رسیدہ احمق کی گردن کے قطع ہونے میں جہد بیخ کنی ہو گا۔ باقی رؤسا ارباع کے مثل تم بھی شہادت دو۔ اور ساری تحریریں کو پڑھ کر سنائی۔ چنانچہ کل ستر (۷۰) آدمی تھے کہ جنہوں نے گواہی دی ان میں بعض صحابہ زائے بھی تھے جیسے اسحاق بن طلحہ، اسماعیل بن طلحہ، منذر بن زبیر، اور عمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ۔ بعد میں زیلو کے حکم سے ایسے لوگوں کے نام گواہی سے نکال دیئے گئے کہ جو اسکے مطابق صاحب سب اور دیندار نہیں تھے۔ اور شریع بن حارث قاضی اور شریع بن ہانی کے نام بڑھادیئے گئے قاضی شریع کا بیان ہے کہ زیاد نے مجھ سے حج کا حال پوچھا تھا، میں نے کہا وہ بڑے روزہ دار نماز گزار شخص ہیں۔ اور شریع بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے گواہی دی ہی نہیں جب مجھے خبر ہوئی کہ میری گواہی بھی کبھی گئی ہے تو میں نے زیاد کو سلامت کی اور اسے کاذب کہا۔

(طبری)

حجر کی شام روانگی

قائل بن حجر اکثر بن شہاب رات کے وقت سب لوگوں کو میکہ روانہ ہوئے۔ صاحب شرطہ بھی ساتھ ساتھ رہا اور کوفہ کے باہر تک انھیں نکال آیا۔ یہ لوگ راستے ہی میں تھے کہ شریع بن ہانی ایک خط لکھ کر پہنچے اور کثیر سے کہا کہ میرا یہ خط اہل المؤمنین کو پہنچا دینا۔ لیکن کثیر نے خط لینے سے انکار کر دیا۔ پھر شریع نے یہ خط وائل کو دیا، تو

انہوں نے لے لیا۔ قید لوہ کا یہ قافلہ مروج عذرا میں جا کر ٹھہرا۔ یہ مقام دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حجر اور ان کے اصحاب کو معاویہ کے حکم سے یہیں قید کر دیا گیا ان کے نام یہ ہیں۔

حجر بن عدی کنڈی، ارقم بن عبد اللہ کنڈی، شریک بن شداد حفزی، صفی بن فیصل، قبیصہ بن جعیصہ عصبی، یحییٰ بن عقیف، متی، عامر بن عوف، کبلی، درقان، سبیجی اور کدام بن حیان غزی اور عبد اللہ حسان غزی، عمر بن شہاب مہتمی اور عبد اللہ بن عویہ سعدی۔ زیاد نے عامر بن اسود جلی کے ساتھ دغادی اور بھیجے۔ عقبہ بن انس اور سعد بن عزان مہملانی۔ کل ملا کر چودہ آدمی ہوئے (طبری، ابن الاثیر، ابن کثیر)

دائل اور کثیر نے معاویہ کو زیاد کا خط پہنچایا۔ اُس میں حجر اور ان کے ساتھیوں کو باغی قرار دیا گیا تھا اور اس پر صلحا اور اخبار شہر (قبول زیاد) کی گواہیاں درج تھیں معاویہ نے یہ خط اہل شام کو پڑھ کر سنایا اور رائے لی کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے لوگوں کی رائے یہ تھی کہ انہیں ملک شام کے قریوں میں منتشر کر دیا جائے

شریح بن ہانی کا وہ خط کہ جو انہوں نے دائل کو راستہ میں دیا تھا، دائل نے معاویہ کو بے دیا۔ معاویہ نے اس خط کو بھی پڑھا اس میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - ہندہ خدا ابیر المؤمنین معاویہ کو شریح بن ہانی کی طرف سے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ زیاد نے آپ کے پاس حجر بن عدی کے خلاف میری ہتھارت لکھ کر بھیجی ہے، حجر بن عدی کے باب میں میری شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والوں، نکوۃ دینے والوں، ہمیشہ حج و عمرہ بجالانے والوں اور بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں میں ہیں، ان کا خون بہانہ ان کا مال لینا حرام ہے۔ اب چاہاؤ کہ قتل کر دو۔ چاہو بھڑو۔ (طبری، ابن الاثیر، ابن کثیر)

معاویہ حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا حکم دینے میں تندہ و بکاشکار تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس کیفیت کے بارے میں زیاد کو لکھ بھیجا، اس نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ اس شہر پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو حجر اور اس کے اصحاب کو مہرگز میرے پاس واپس نہ کیجئے گا۔ زیاد کا یہ جوابی خط زید بن حنیثہ لیکر آیا۔ جب شیخ مروج غدا میں پہنچا

تو اس نے قیڑیوں سے کہا کہ یہ خط جو میں لایا ہوں اس کا انجام تمہارا قتل ہے۔ اب جو کچھ اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو، بتاؤ تاکہ جو کچھ مجھ سے ہو سکے وہ میں کروں۔ حجر نے کہا کہ معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دیکر ہم لوگ اپنی جیت پر قائم ہیں۔ ہم نہ اس سے توڑنا چاہتے ہیں اور توڑیں گے۔ جنہوں نے ہمارے خلاف شہادت دی ہے وہ سب ہمارے دشمن اور بدخواہ ہیں۔ یزید بن جبشہ نے زیاد کا خط اور ان کا پیغام معاویہ کو پہنچا دیا، معاویہ نے پیغام سن کر کہا ہم زیاد کو حجر سے زیادہ راست گوجانتے ہیں۔

حجر کا قتل

معاویہ نے حجر کے اصحاب میں سے سچے افراد کو رسا شام اور اپنے مقربین کی سفارش پر معاف کر دیا گیا اور باقی قیدیوں کے لئے یہ پیغام بھیجا کہ اگر وہ علی سے تبرا اور ان پر لعنت کریں تو انہیں چھوڑ دیا جائے۔ یہ پیغام سن کر حجر اور ان کے باقی ساتھیوں نے کہا ”خداوند! ہم سے تو یہ فعل کبھی نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ ان کے لئے قبریں کھودنے کا حکم دے دیا گیا، قبریں کھدنے لگیں اور کفن سب کے لئے لگئے وہ لوگ رات بھر نازیں پڑھتے رہے صبح ہوئی تو اصحاب معاویہ نے ان سے کہا کہ رات کو تو ہم نے تمہاری ڈولانی نمازوں اور دعاؤں کو دیکھا۔ یہ بتاؤ کہ عثمان کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہی تو پہلے شخص میں جنہوں نے جور اور ناحق پر عمل کیا۔ یسن کو اصحاب معاویہ نے کہا: ”امیر المومنین نے تم کو خوب پہچانا تھا، اور یہ کہہ کر انہیں قتل کرنے کو کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس شخص (علی) پر تبرا کرو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو ان سے تو لڑا کرتے ہیں اور جس نشان سے تبرا کیا ہم بھی اس سے تبرا کرتے ہیں۔ اب ایک ایک شخص نے ایک ایک شخص کو قتل کرنے کے لئے کھینچا، جب تلواریں کھنچی رکھیں تو دوا دیوں نے کہا کہ ہمیں معاویہ کے پاس بھیج دو اس شخص (علی) کے لئے جو دوسرا ہلوانا چاہتا تھا ہے ہم کہہ دیجئے چنانچہ ان دونوں کو معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔

پھر حجر نے ان لوگوں سے کہا ذرا مجھے وضو کر لینے دو۔ کہا کرلو، جب وہ وضو کر چکے تو کہا دو رکعت نماز بھی پڑھ لینے دو، بخدا، میں نے جب بھی وضو کیا دو رکعت نماز

مرد پڑھی۔ کہا پڑھ لو۔ جو نماز پڑھ کر واپس آئے اور کہنے لگے: ولہذا! اتنی مختصر نماز میں نے کبھی نہیں پڑھی، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم خیال کرو گے کہ مجھے موت سے اضطراب ہے تو میں اس نماز کو اپنی خواہش کے مطابق طول دیتا، پھر کہا، خداوند! ہم لوگ تجھ سے اس امرت کے مقابلے میں مدد چاہتے ہیں۔ یہ سن کر یک چشم قاتل ہدیہ قضائی تلوار کھینچے ہوئے ان کی طرف بڑھا تو ان کے ہاتھ پیر کاٹنے لگے۔ ہدیہ نے کہا ہاں ہاں! تم تو سمجھتے تھے کہ موت سے تم کو اضطراب نہیں ہے۔ لو! میں تمہیں بھڑے دیتا ہوں۔ اپنے صاحب برأت کا اقرار کرو۔ حجر نے کہا۔ کیونکر مجھے اضطراب نہ ہو، دیکھ رہا ہوں کہ قبر کھدی ہوئی ہے کفن سلتے پھیلا ہوا ہے، تلوار سر پر تکی ہوئی ہے۔ اور ولہذا اس اضطراب میں بھی ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالوں گا جس سے خدا ناراض ہو۔ اس کے جواب میں تلوار سنسناتی ہوئی چلی اور سچے صحابی رسولؐ اور عاشقِ علیؑ ابن ابیطالبؑ کی گردن تن سے جدا ہو گئی۔ پھر اور سب بڑھے اور اپنے اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس طرح حجر بن عدی سمیت سات معصم انسان قتل کر دیئے گئے معاویہ بن ابوسفیانؓ اور یام بن سیدہ پر بے شمار لعنتیں ہوں! خدا ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے! آمین!

حجر ڈوسا تھیوں کا انجام

ان کا نام عبدالرحمن بن حسان غزی اور کریم بن حنیف خثعمی تھا۔ یہ دونوں معاویہ کے سامنے لائے گئے تو خثعمی نے کہا: "اے معاویہ! خولے ڈر اس دارِ قافی سے دالِ لاخزہ کی طرف تجھے بھی جانا ہے۔ اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمیں تو نے کیوں قتل کیا۔ معاویہ نے پوچھا: "علیؑ کے باب میں تو کیا کہتا ہے؟" کہا جو تم کہتے ہو۔ پوچھا علیؑ دین پر تھے کیا تو اس دین سے برأت کرے گا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ شمر ذی الجوش نے اٹھ کر کہا: "اے امیر المؤمنین! یہ میرا ابنِ عم ہے، تجھے بخش دیجئے۔" معاویہ نے کہا: بخشا۔ مگر میں اسے ہیندہ بھر قید رکھوں گا۔ معاویہ ان کی سوچ کا اندازہ لگانے کے لئے انہیں ہر دوسرے تیسرے دن طلب کرتے معاویہ اور ان میں باتیں ہوا

کرتیں، آخر کار معاویہ نے ان سے کہہ دیا کہ تجھ جیسے آدمی کا عراق میں رہنا مجھے گوارہ نہیں۔
شمر نے دوبارہ سفارش کی تو انھیں اس شرط پر رہا کر دیا کہ جب تک معاویہ کی حکومت ہے
وہ کوئی نہیں جائیں گے، چنانچہ وہ اپنی خواہش کے مطابق موصل چلے گئے۔

پھر معاویہ نے عبدالرحمن غزی کی طرف رخ کر کے کہا اٹھ! کے باب میں تیرا کیا قتل
جواب دیا کہ یہی بہتر ہے کہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھو۔ کہا جب تک تو یہ نہ بتائے گا۔ میں
تجھے نہیں جھوڑوں گا۔ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ذکر خدا کرنے والے، حق کا حکم دینے
والے، عمل قائم کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے تھے۔ کہا عثمان کے
بلے میں تیرا کیا قتل ہے؟ جواب دیا انہیں نے سب سے پہلے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کے
دروازے کو ہلا ڈالا۔

یہ سنی کوئی سن کر معاویہ نے کہا: خود تو نے اپنے آپ کو قتل کیا۔ میں نے تجھے قتل
نہیں کیا۔

معاویہ نے انھیں زیادہ کے پاس بھیج دیا اور کھاتے بھیجے ہوئے لوگوں میں سے
بدترین غزی ہے۔ اسے بری طرح قتل کرنا۔ جب یہ زیادہ کے پاس پہنچے تو اس نے انکو
زندہ دفن کر دیا۔ (طبری، ابن الاثیر)

حجر بن عدی کے قتل پر ردِ عمل

حجر کی شہادت پر رشے کہے گئے، ایک انصاری شاعر ہند بنت زید کے چند
اشعار کا ترجمہ:

اے مہتاب روشن۔ بلند ہو۔ ذرا دیکھ تو یہی تجھے کہیں حجر سفر کرتا
ہو، انظر آتہے۔ وہ ابن حب (معاویہ) کی طرف جا رہا ہے۔ تاکہ امیر
کے ارادے کے مطابق قتل کیا جائے۔ حجر کے بعد ظالم و جابر لوگوں کو آرام
آ گیا ہے۔ اے حجر! اے ہمدی کے حجر خدا تجھے خوش اور مسرور
رکھے۔ (طبری و ابن الاثیر)

بی بی عائشہؓ ناراض ہو گئیں

مرد عین نکھتے ہیں کہ بی بی عائشہؓ نے حجر کو بچانے کے لئے معاویہؓ کو پیغام بھیجا لیکن پیغامبر اس وقت پہنچا جب حجر اور ان کے اصحاب قتل کئے جا چکے تھے۔ بی بی

عائشہؓ کو جب ان کے قتل کی خبر پہنچی تو انہوں نے دھک کا اظہار کیا۔ آپ فرماتی تھیں ”سجدا میرے علم میں تو یہ ہے کہ وہ شخص دیندار تھا حج وغیرہ کا بجالانے والا تھا۔

معاویہؓ جب حج کیلئے گئے تو عائشہؓ سے بھی ملے بی بی نے پوچھا معاویہؓ! حجر اور اصحاب حجر کے قتل کرنے میں تمہیں خدا کا خوف نہیں ہوا۔ معاویہؓ نے جواب دیا کہ میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ جنہوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں انہیں نکان کو قتل بھی کیا۔

عبداللہ بن عمر خطابؓ کو صدمہ

حضرت ابن عمرؓ بازار میں تھے کہ انہیں حجر کی موت کی خبر دی گئی۔ پس آپ نے اپنی چادر ڈھیلی کی۔ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بے اختیار روتے ہوئے آپ کی چیخ نکل گئی (استغاب) حضرت ابن عمرؓ حجر کی خبر معلوم کرتے رہتے تھے پھر انہیں بکے قتل کی اطلاع ملی جبکہ وہ بازار میں تھے، پس انہوں نے اپنی چادر کھولی اور روتے ہوئے بازار سے لوٹ آئے۔ (الاصابہ - اسد الغابہ)

ربیع بن زیاد حارثیؓ والی خراسان چل بسے

جب ربیع بن زیاد کو خراسان میں حجر کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے ”آج کے بعد عرب اسی طرح باندھ باندھ کر قتل کئے جلتے رہیں گے۔ اگر وہ اس قتل پر احتجاج کرتے تو وہ اس انجام سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔ لیکن انہوں نے اس قتل کو گوارہ کر لیا۔ اس لئے وہ ذلیل ہو گئے۔ پھر اس خبر کے چند روز بعد انہوں نے جب

کی نماز پڑھی اور لوگوں سے کہا میں اب زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ میں دعا مانگنے جا رہا ہوں۔ اور تم آمین کہو۔ سچراہنوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہنے لگے ”اے اللہ! اگر میرے لئے ترے پاس خیر ہے تو مجھے اپنے ہاں جلدی بلالے۔ لوگوں نے آمین کہی۔ پھر وہ مسجد سے نکلے اور اپنے کپڑے کنبھالنے نہیں پاتے تھے کہ گر پڑے، لوگ انہیں اٹھا کر گھر تک لے گئے اور اسی دن ان کی وفات ہو گئی۔

حجر بن عدی کی عظمت و بزرگی

تمام فقہاء امت حجر بن عدی کی عظمت و بزرگی کے قائل ہیں اور ان کا شمار طبقہ صحابہ میں کیا جاتا ہے اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔
مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں۔

”حجر بن عدی، اغلب یہ ہے کہ ۹ھ میں اسلام سے شرف فرمے کیونکہ اسی سن میں کندہ کا وفد مدینہ آیا تھا۔ اس میں حجر بھی تھے..... حجر کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا۔ اپنے خاندانی اعزاز اور حضرت علیؑ کی حمایت کی وجہ سے وہ کوڑوں بڑی نفرت سے دیکھے جاتے تھے..... علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حجر فضلاء صحابہ میں تھے۔ اور اپنی صغیر سنی کے باوجود بڑوں میں شمار ہوتے تھے۔
(سیر الصحابہ جلد ہفتم)
مولانا سید سلیمان ندوی ”سیر عائشہؓ“ میں لکھتے ہیں۔

حجر بن عدی ایک صحابی، حضرت علیؑ کے بڑے طرفدار اور کوڑوں علمی فرقے کے سرگروہ تھے..... حجر کا صحابہ میں اس وقت نہایت اقتدار تھا۔ اس لئے اس واقعے کو تمام مکہ کے ناگواری کے ساتھ سنا..... مسروق راوی ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ”خدا کی قسم! اگر معاویہ کو معلوم ہوتا کہ اہل کوڑہ میں کچھ بھی جرات اور خودداری باقی ہے تو کبھی وہ حجر کو اپنے سامنے بچوہا کر شام میں قتل نہ کرنے۔ لیکن اس جگر خوار منہ کے بیٹے نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ اب لوگ اٹھ گئے۔ خدا کی قسم کوڑہ شجاعت اور خودداری والے عرب ریشوں کا مکان تھا۔“
(سیرت عائشہؓ)

آپ ابھی پڑھ چکے ہیں کہ ایک عابد و زاہد صحابی رسولؐ اور ان کے سات اصحاب کے سفاکانہ قتل پر معاویہ نے بی بی عائشہ کو جواب دیا کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا، جنھوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں انھوں نے ان کو قتل کیا۔ یہ تو وہی جواب تھا کہ جو انھوں نے صفین میں عمار یا سر کی شہادت کے موقع پر دیا تھا کہ جب ان کے لشکر میں اس حدیث کا جھجھپونے لگا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ "تو معاویہ نے یہ حدیث سن کر کہا تھا کہ عمار یا سر کا قاتل میں نہیں ہوں بلکہ علیؑ ہیں کہ جو انھیں میدان میں لائے۔ یہ حیرت انگیز جواب سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ مسطح تو حمزہؑ کے قاتل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے (انھو باللہ) کہ وہی ان کو میدان جنگ میں لائے تھے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منکاری کی باتیں معاویہ کے مزاج کا حصہ تھیں۔ یہ بات بہت آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ کسی کے قتل کی ذمہ داری گواہوں پر اس وقت عائد کی جاسکتی ہے کہ جب حاکم شرع گواہوں کی سچائی کو تو ان میں شریعت کے مطابق جانچ لے لیکن خبر کے کس میں تو شرعی تقاضے ہی پورے نہیں کئے گئے، مگر بے کے عامل زیادہ نے استقامت کے فرد کی حیثیت سے جحرا اور اصحاب کے خلاف شہادتیں جمع کرنے میں جو طریقہ کار اختیار کیا۔ عدل و انصاف سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ زیادہ نے دوسرا معاملہ کے پہلے بیان کو ناکافی سمجھ کر علیؑ کے مخالف شخص ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے سے بیان لیا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق پاکر دوسرے لوگوں سے کہا کہ وہ ایسا ہی بیان دیں، زیادہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ قاضی شریح کی جعلی شہادت بھی شامل کر دی۔ اور پھر جب مقدمہ معاویہ کی عدالت میں گیا تو معاویہ نے بھی اس سلسلہ میں کوئی شرعی تقاضہ پورا نہیں کیا۔

معاویہ یقیناً جانتے ہیں کہ شہادتیں قبول کرنے کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل کیا تھا، سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب دونوں فریق ہمتائے سامنے بیٹھ جائیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک کہ دوسرے کی بات بھی نہ سن لو جس طرح تم نے پہلے کی بات سنی۔ اس کے علاوہ عقلمند سلیم کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ حاکم گواہوں کی عدالت میں جسمانی طور سے حاضر ہونے کا حکم دے اور ان کا

بیان ملزم کے روبرو لے اور ملزم کو ان کے بیان پر جرح کرنے کا موقع فراہم کرے تاکہ انہی شہادت کی اصل حقیقت سامنے آسکے۔ لیکن معاویہ نے کوئی شرعی و اخلاقی تقاضا پورا نہیں کیا۔ بلکہ وہ طریقہ اختیار کیا جو ایک مطلق العنان بادشاہ کا ہوا کرتا تھا۔

اگر شرعی قانون کے تحت حجر اور ان کے چودہ ساتھی بغاوت کے مجرم ہو چکی وہ

واجب القتل تھے اور معاویہ نے شرعی شہادتوں سے مجبور ہو کر (جیسا کہ اس نے عائشہ سے کہا تھا) ان کے قتل کا حکم دیا تھا تو پھر ان میں سے سات افراد کو معاف کر لے وقت یہ شہادتوں کی مجبوری کہاں چلی گئی تھی کہ انہیں صرف اس لئے معاف کر دیا گیا کہ ان کی سفارش مقرر بننے کی تھی۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ علماء اہلسنت کے مطابق بھی حجر بن عدی صحابی تھے اور بڑے اہل علم و عمل ان کے مظلومانہ قتل پر عبد اللہ بن عمر روایتے، بی بی عائشہ نے ان کی جان بخشی کی سفارش کی۔ اور ان کے قتل پر معاویہ کی سرزنش کی۔ خود معاویہ کے اپنے آدمی ربیع بن زیاد عاتقی کو اتنا زیادہ صدمہ پہنچا کہ انہوں نے اپنی جان دیدی لیکن آج کا ناہیب معاویہ کے دامن سے ان بے گنہہوں کے خون کو دھولنے کی خاطر حجر اور ان کے اصحاب کو باغی ثابت کر کے واجب القتل قرار دیتا ہے۔ اگر سنی مسلک کے مطابق معاویہ کی لمبا بونی مٹھن اس لئے فرض سمجھی جاتی ہے کہ وہ ان کے نزدیک صحابی تھے تو پھر حجر تو ایک متقی پرہیزگار اور عبادت گزار صحابی تھے۔ ان کی مظلومانہ شہادت کو ایک باغی کا قتل کیوں قرار دیا جاتا ہے بات صرف یہی ہے کہ حجر علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور رسول کے نواسوں سے محبت کرتے تھے۔ ان کے حامی و مددگار تھے، لہذا اہلسنت کا وہ طبقہ جو بنی امیہ کی حمایت کو ہر صورت میں اپنا فرض سمجھتا ہے حجر کو باغی ثابت کرنے میں ایسی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ اسی طبقہ میں سچارے لقی عثمانی صاحب بھی شامل ہیں۔

حجر کے حالات کا ایمان داری سے جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہ ہو گا کہ انہی کوئی کارروائی یا عام سرگرمیاں بغاوت کے زمرے میں نہیں آتی۔

یہ بات تو طے ہے کہ حجر بن عدی حضرت علیؑ کے زیر دست حامیوں میں سے تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے معاویہ سے جنگ کی جگہ تھے اور ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ خلافت صرف علیؑ اور ان کی اولاد کے لئے ہے (اور وہ عثمان کے مخالف تھے، معاویہ کو باغی اور غاصب سمجھتے تھے) جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے نے اپنی شہادت قلم بند کرتے وقت لکھا ہے، لیکن اس کے باوجود انہیں واجب القتل تو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ تو علوی گروہ سے

والسبہ ہر شخص کے عقائد تھے اور امام مہدیؑ نے صلح نامہ میں معاویہ سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ خلافت پر قابض ہو جانے کے بعد ان کے کسی حامی کو نہیں سنا تے گا۔ اور معاہدے میں یہ بات شامل نہیں تھی کہ حامیان علیؑ اپنے عقائد و نظریات ترک کر دینگے۔ ابو موسیٰ اشعری کے بیٹے کی گواہی میں صرف ایک بات ایسی ہے کہ اگر وہ ثابت ہو جائے تو بھی حجر قابل گردن زدنی نہیں تھے۔ زیادہ سے زیادہ انہیں قید کر دیا جاتا یا ملک بدر کر دیا جاتا، وہ بات یہ ہے کہ حجر معاویہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ تھے۔ ان کے قتل کے سلسلہ میں جو کچھ حالات و واقعات تاریخ کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان سے کہیں بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی مخالفت کی ابتداء اس بات سے ہوتی ہے کہ سابق گورنر مغیرہ بن شعبہ کی طرح مدرح عثمان اور سب علیؑ کا سلسلہ شروع کیا گیا تو حجر نے بھی اسی طرح سے احتجاج کیا جیسا طرح وہ مغیرہ کے زمانہ میں کیا کرتے تھے۔

ایک دن زیاد کا خطبہ اتنا طولانی ہو گیا کہ نماز قضا ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو احتجاجاً کنکریاں اٹھائیں۔ دیکھو کہ اس زمانہ میں مسیح کا فرس پکچا ہوا کرتا تھا۔ لہذا احتجاج کرنے ناگواری کا اظہار کرنے کیلئے چند کنکریاں متعلقہ شخص کی طرف پھینک دیا کرتے تھے، اور زیاد کی طرف پھینکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی اتنا بڑا جرم نہیں تھا کہ اس پر موت کی سزا دی جاتی۔ زیاد نے حجر کو بلوایا اور وہ گرفتاری کے خوف سے حاضر نہیں ہوئے۔ پھر لوہے کی گولی تو انہوں نے مزاحمت کی۔ اور حجر اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے ڈنڈوں اور پتھروں کا استعمال کیا گیا۔ اس وقت کے مروجہ ہتھیار باقاعدہ استعمال نہیں کئے گئے۔ سب سے زیادہ ان کی شراب پر حجر خودی پیش ہو گئے۔ کیا اہل صورت حال کے پیش نظر کوئی بھی انصاف پسند شخص

حجر پر بغاوت کا الزام لگانا سکتا ہے۔ ۹۔

اگر حجر کے ہاں ان کے حامیوں کا جمع ہونا بغاوت کے مترادف سمجھا گیا تو یہ بھی غلط ہے کہ حجر حزب اختلاف کے لیڈر تھے۔ اور ان کے پاس ان کے حامیوں کا آنا جانا اور جمع ہونا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ یہ انداز تو سابق گورنر کے دور میں بھی رہا تھا۔

اگر حجر بن عدی مسلح بغاوت کرتے ہوئے شکست کھا جاتے اور پھر گرفتار ہوتے تو بھی

روایات کے تحت انھیں معاف کر دینا چاہیے تھا۔ مزید بغاوت کے خدشات کی صورت قیسیا بلا طے کو کافی سمجھا جاسکتا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے جنگ جمل میں فتح پائی لیکن اپنے فتح کے بعد نہ کسی کو قید کیا اور نہ ہی قتل کیا۔ حجر کو تنقی یہ ہیز گار عبید و زاید صہبائی روئے تھے۔ حضرت علیؑ نے دورانِ حبس دسٹن اہلیت کو نہ تو قتل کیا۔ اور نہ قیدی بنایا۔

صہبائی کے قیدیوں کو جنگ کے فوراً بعد رہا کر دیا۔ جبکہ معاویہ کا الادہ تھا کہ اپنے جنگی قیدیوں کو قتل کریں گے۔ لیکن جب انھیں یہ اطلاع ملی کہ علیؑ نے ان کے قیدی چھوڑ دیئے ہیں تو انہیں بھی مجبوراً ایسا کرنا پڑا۔ حضرت علیؑ نے خارجیوں پر اس وقت تک تلوار نہ اٹھائی جب تک وہ خود شمشیر زنی پر آمادہ نہیں ہوئے۔ جنگ کے بعد نہ کسی کو قتل کیا اور نہ قیدی بنایا۔ خارجی بعض اوقات حضرت علیؑ سے مدد و مدد گستاخی کرتے لیکن آپ مدد سے کام لیتے۔

ہم نے یہ طویل گفتگو محض اسی لئے کی کہ ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے کا تماشا کرنے والوں کا جواب ہو جائے ورنہ معاویہ جیسے جانے پہچانے، شرعیت سے لائق ظالم انسان کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ ان کا حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو قتل کرنا خلاف شرعیت اور عدل و انصاف کے عام تقاضوں کے خلاف تھا، کچھ ضروری نہ تھا۔

زیادگی موت

رمضان ۳۵ھ میں یہ ظالم دنیا سے رحلت ہوا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ زیادگی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس کی آنکھ میں پھوڑا نکل آیا تھا بعض نے اسے طاعون بھی کھلا ہے۔ زیاد نے قاضی شریح کو ہاتھ دکھا کر مشورہ لیا کہ کیا اسے ہاتھ کاٹو دینا چاہیے۔ قاضی نے اسے

منع کیا، لیکن زیاد نے کہا کہ طاعون اور زیاد ایک چادر میں نہیں سو سکتے اور ہاتھ کٹوانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن جب آگ اور داغنے کے آلات لاتے گئے تو زیاد گھبر گیا اور اپنے املاہ ملتوی کر دیا۔ چنانچہ اس نہریلے پھوڑے سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

مورخین لکھتے ہیں کہ زیاد نے معاویہ کو لکھا تھا کہ عراق کا انتظام تو اس کے یا مین ہاتھ کا کام ہے اس کا دانہا ہاتھ خالی ہے، لہذا حجاز کا انتظام بھی انکے سپرد کر دیا جائے۔

چنانچہ معاویہ نے پردانہ لکھ دیا۔ یہ خبر حجاز پہنچی تو مسلمان یمنین ہو گئے اور عبداللہ بن عمر کے پاس گئے اور یہ خبر سنائی۔ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ اگر اس کے حق میں بددعا کریں۔ آپ قبلہ دھو کر بیٹھ گئے اور خدا سے دعا کی کہ بددعا رہیں زیاد کے سر سے محفوظ رکھ۔ ان کی دعا قبول ہوئی زیاد علی بن ہر اور موت واقع ہو گئی۔

جب عبداللہ بن عمر کو زیاد کے مرنے کی خبر ملی تو آپ نے کہا: جاسے ابن سمیہ نہ تو قتلے آخرت کو پایا اور نہ ہی دنیا تجھ پر برقرار ہی۔

یہ نئی کی ولی عہدی

معاویہ کے دل میں یزید کی ولی عہدی کا خیال میسر بننے سے ڈلا تھا۔ یہ مکار شخص معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اسی سلسلہ میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں: ”یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی صحیح جذبہ کی بنیاد پر نہیں ہوتی تھی بلکہ ایک بزرگ (میسر بن شعبہ) نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ (معاویہ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز کو جنم دیا۔ اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ اس طرح اُمت محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں۔“

(خلافت و حکومت)

میسر بن شعبہ کا ذاتی مفاد اپنی جاتی ہجری گوری کو برقرار رکھنا تھا۔ ہر ایہ کہ معاویہ نے ایک مرتبہ میسر بن شعبہ کو کوفہ کی گوری سے معزول کر کے سعید بن العاص کو وہاں کا گورنر بنایا۔ امداد کیا۔ میسر بن شعبہ کو ان کے ارشاد سے اطلاع ہو گئی تو انہوں نے شام پہنچ کر یزید سے ملاقات کی۔ اور اسے ولی عہدی کی رغبت دلائی۔ اور اسی گفتگو کی کہ اس کے دل میں ولی عہدی کی خواہش پیدا ہو گئی، چنانچہ اس نے اپنے باپ معاویہ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ معاویہ نے میسر بن شعبہ کو بلکر استفسار کیا کہ تو اس مکار خوشامدی نے معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کی ضرورت کا احساس اور کامیابی کا یقین دلایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بھروسہ پر توازن کا وعدہ کیا۔ اور کہا کہ اہل کوفہ کے لئے میں اور میرے کے لئے دیا کافی ہے ان دونوں شہروں کے برکات

شخص آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ معاویہ نے کہا اچھا تم اپنی ولایت کو واپس جھاؤ۔ اور وہاں اس باسے میں ایسے لوگوں سے گفتگو کرو کہ جن پر تمہیں بھروسہ ہو، پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں واپس آئے تو انہوں نے پوچھا، کیا ہوا؟ کہا کہ امیر معاویہ کے پاؤں کو اُمت محمدی کی لعینہ انصاف رکاب میں رکھ دیاتے اور ان کے امویں ایسا شگاف کیا ہے جو اب تک بھی بند نہ ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھا۔
(ترجمہ) مجھ ہی جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے ہی آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں۔“

(ابن الاثیر ۵۶ھ کے واقعات)

کوفہ واپس آ کر مغیرہ نے حامیان بنو امیہ سے ملاقات کی اور انہیں یزید کو ولی مقرر بنانے کی تجویز سے آگاہ کیا۔ جب انہوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا تو مغیرہ نے ان میں سے دس یا زیادہ آدمیوں کو منتخب کیا۔ انہیں تیس تیس ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کے ماتحت معاویہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ لوگ معاویہ کے پاس پہنچے اور بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے اتفاق کی ظاہر کر کے اتفاق بیعت کی درخواست کی۔ معاویہ نے کہا عجلت نہ کرو اور اپنی رائے پر جمے رہو، پھر موسیٰ سے سوال کیا تمہارا باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا۔ کہا تیس ہزار درہم میں۔ معاویہ بولے ان لوگوں نے اپنے دین کو کیا آسان سمجھ رکھا ہے۔

ایک روایت کے مطابق دس چالیس آدمی تھے اور ان کے سرکارِ عہدہ بن مغیرہ تھے ان لوگوں نے بہت زور و شور سے یزید کی ولی عہدی پر آمادگی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ اُمت محمدی کی بہتری کی خاطر یہاں آئے ہیں معاویہ نے چپکے سے عہدہ سے پوچھا ”تمہارے باپ نے ان سب کا دین کتنے میں خریدا۔“ کہا کہ چار سو دینار میں معاویہ بولے کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پالیا ہے۔ پھر اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ پھر جو کچھ خواجہ ہے گا ہر جملے گا۔ پھر مشورہ کے لئے زیادہ کو خط لکھا (ابن الاثیر)

اپنے ایک مسکاگردن (منہرو) کے خوش کن مشورہ پر معاویہ نے دوسرے حرام زادے گورنر (زیاد) سے رائے طلب کی۔ چنانچہ اس نے معاویہ کو مزید غور و خوض کا مشورہ دیا اور کھٹا کر محبت سے کام لیں، معاویہ نے اس کی رائے کو قبول کر لیا۔

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے ایک خط دالی منہ مروان بن الحکم کو لکھا کہ اب میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے میری بڑیا ملک کھوکھلی ہو گئی ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے بعد امت میں مزید اختلاف نہ ہو جائے اس لئے میں کسی ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہتا ہوں کہ جو میرے بعد سلطنت کا ذمہ دار ہو لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ بغیر ان لوگوں کے مشورہ کے جو ہمہ تنائے نزدیک ہیں کچھ کروں لہذا تم اس معاملہ کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دو اور وہ جو کچھ اسکا جواب دیں اس کی مجھے اطلاع دو، چنانچہ مروان نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ اور اس امر سے ان کو مطلع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے ٹھیک کہا اور درست کہا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کرے جس میں بتائیں اور انتخاب میں غلطی نہ کریں، مروان نے معاویہ کو یہی لکھ دیا۔ انہوں نے جواب میں یزید کے انتخاب کا ذکر کیا۔ مروان نے پھر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے لئے ایک شخص منتخب کر لیا ہے اور انتخاب میں غلطی نہیں کی چنانچہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا۔ اس پر عبد الرحمن بن ابی بکر نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ اے مروان تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹے ہیں تمہارا ارادہ کسی اور کو منتخب کرنے کا نہیں ہے بلکہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ جب ایک پرقل مرحلے تو دوسرا اس کی جگہ متمکن ہو جائے۔ مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے والدی لوالدیہ آیت نازل کی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے ان کا یہ قول سنا تو انہوں نے پرشے کے چھپے سے کھڑے ہو کر فرمایا اے مروان! اے مروان! تم یہ کہتے ہو کہ عبد الرحمن کے بے بس قرآن میں مینا نزل ہوا تم جھوٹے کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ شخص نہیں۔ بلکہ یہ آیت فلاں ابن فلاں کے بے بس میں اتاری مگر تم تو خدا کے نبیؐ کی سنت کے ایک ٹکڑے ہو۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر سبب یزید سے انکار کیا۔ اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا۔ مروان نے معاویہ کو ان تمام کی خبر دی۔

وفود کی آمد

معاویہ نے اپنے عامل کو یزید کے سختی میں پروں بگڑنے کرنے کے لئے لکھا اور
یہ اپنے شہروں سے ایسے وفود بھیجے کیلئے لکھا کہ جو معاویہ سے یزید کی ولایت کیلئے
است کریں۔

معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے تو انہوں نے صفحہ اک بن قیس انصاری سے کہا کہ پہلے
میں کلام کروں گا۔ اور جب میں چپ ہو جاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی معیت کیلئے دعوت دینا۔
اور مجھے اس امر کیلئے ترغیب دینے لگا مجھ پر ایسا ہی ہوا۔ معاویہ نے یزید کی اہلیت خلافت
کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی معیت کو پیش کیا۔ پھر صفحہ اک بن قیس نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے
یزید کی فقیہ خوانی کی اور معاویہ سے یزید کو ولی عہد بنانے پر اصرار کیا۔ پھر ایک اور خوشامدی
عمر بن سعید الاشقر نے بھی اسی قسم کی تقریر کی، پھر یزید بن مقفع العذری نے اٹھ کر کہا: یہ
امیر المؤمنین ہیں، ان کی موت کے بعد یہ یزید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
امیر المؤمنین ہو گا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو یہ (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)
فیصلہ کرے گی۔ معاویہ نے کہا: آپ بیٹھ جائیے آپ تو سدا خطباء ہیں۔ اس کے بعد
وفود میں جو جو لوگ موجود تھے انہوں نے تقریر کی۔

احنف بن قیس کی مخالفت

معاویہ نے احنف سے پوچھا: ”تم کیا کہتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم یہ کہیں گے
تو آپ لوگوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے اور جھوٹ کہتے ہیں تو خدا سے خوف آتا ہے! امیر المؤمنین!
آپ یزید کے سوا ہمارے اظہار و باطن سے واقف ہیں پس اگر آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور امت کی
بہتری کیلئے پسند فرمایا کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر آپ اسکے سوا کچھ اور
رائے رکھتے ہیں تو جبکہ آپ خود مقرر اختیارات کرنے والے ہیں تو اس معاملہ کو تو شرعاً دینا نہ بتائیے۔
ایسے تو ہم یہی فرض ہے کہ ہم کہیں کہ ”سنا اور اطاعت کی“..... بعد ازاں لوگ متفرق

ہو گئے۔ اور اس خوف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے۔ عرض کیا کہ معاویہؓ دربارِ نزدیک کے آدمیوں کو انعام اکرام دیتے، ان کی خاطر مدارات اور لطف و احسان کرتے رہے یہاں تک کہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد نچھتہ طور سے اُن کے ساتھ ہو گئی اور انہوں نے یزیدؓ سے بیعت کر لی۔ جب اہلِ مدینہ و شام بیعت کر چکے تو معاویہؓ ایک ہزار سوار لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔

(ابن الاثیر)

بیعتِ یزیدؓ کے لئے معاویہؓ کی حجازِ روئگی

جب معاویہؓ مدینہ کے قریب پہنچے تو راستے میں سب سے پہلے امام حسینؓ ابنِ علیؓ ملے۔ معاویہؓ نے ان کو دیکھتے ہی کہا میں ایسے شہرِ قمرانی کو خوش آمدید کہوں گا جس کا خون پہنے والا ہو اور خدا ہی اسے بہادے گا۔ حسینؓ علیہ السلام نے کہا زبانِ سبھال کرمیات کو خدا کی قسم ایسی باتیں میری شان کے خلاف ہیں۔ معاویہؓ نے کہا، 'ہاں ضرور بلکہ تم اس سے بھی بدتر کے لائق ہو۔۔۔۔۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے ملاقات ہوئی اور ان سے بھی توہین آمیز سلوک کیا۔

مدینہ پہنچ کر معاویہؓ بی بی عائشہؓ سے ملاقات کرتے گئے۔ اور حسینؓ ابنِ علیؓ اور ان کے اصحاب کا تذکرہ کیا۔ اور کہا کہ اگر وہ بیعت نہ کر نیگے تو میں انہیں قتل کر دوں گا۔ بی بی عائشہؓ نے فرمایا کہ زہری سے کام لو، خدا نے چاہا تو وہ لوگوں کی کرنیگے جو کچھ تم چاہو گے۔ (ابن الاثیر)

مدینہ کے بعد مکہ پہنچے۔ یہاں پھر ان چاروں حضرات نے ان سے ملاقات کی۔ اس دفعہ معاویہؓ نے ان حضرات کی بہت تعظیم کی اور انہیں شیشہ میں آمارتے کی کوشش کی۔ ان حضرات نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا، 'ان کی باتوں میں نہ آنا اور اپنے موقف پر قائم رہنا۔

معاویہؓ نے جب ان حضرات کی خوب خاطر داری کرنی تو ان سے بیعتِ یزیدؓ کیلئے کہا، 'جب ان سب نے انکار کر دیا تو وہ بہت برہم ہوئے کہنے لگے۔

'میں اب لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں ایسا نہیں ہوگا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی

کھڑا ہو کر لوگوں کے سامنے میری تکذیب کرے اور میں برداشت کر لوں اور صاف کر دوں۔
میں ایک تقریر کرنے والا ہوں۔ اور ہستم بخدا اگر آپ میں سے کسی نے میری بات کو رد کیا
تو ابھی دوسری بات اس کے منہ تک نہ جا پائیگی کہ تلوار اس کے سرنک پہنچ جلتے گی۔

لہذا ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے اوپر رحم ہی کرے گا۔ یہ کہہ کر انکی موجودگی میں اپنے محافظ کو بلایا
اور کہا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر دو دو آدمیوں کو تلوار لے کر کھڑا کر دو اگر ان میں سے کوئی
میری بات کاٹے گا تو ان دونوں کو چلے جائیے گا اس کا حکم تمام کر دیں اس کے بعد معاویہ آنے

ساتھ باہر آئے اور بنبر پر چڑھ کر تقریر کرنا شروع کر دی جس کے بعد خدا تعالیٰ کی حمد
ثناء کے لیے کہا کہ اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ شامل ہیں کوئی امر انکے
بغیر پورا نہیں ہوتا۔ اور بغیر ان کے مشورہ کے نہیں کیا جاتا۔ یہ حضرات راہنی ہیں اور یزید
سے بیعت کرتے ہیں اس لئے تم سب بھی خدا کا نام لے کر بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت
کر لی کیونکہ وہ ان حضرات کی بیعت کے ہی منتظر تھے۔ اس کے بعد معاویہ مدینہ چلے گئے۔

اور پھر جب اہل مدینہ بھی بیعت کر چکے تو معاویہ شام واپس چلے گئے۔ (ابن الاثیر)
لوگوں نے ان حضرات سے پوچھا کہ آپ کو تو یزید زعم تھا کہ یزید کی بیعت نہ کریں گے پھر

آپ لوگ کیوں راضی ہو گئے۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم نے ایسا نہیں کیا۔ لوگوں نے
کہا ”پھر آپ اس کی بات کو رد کیوں نہیں کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ بے کسی
عالم میں تھے اور قتل ہونے سے ڈرتے تھے۔ (ابن الاثیر)

جیسا کہ آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ معاویہ کو اس کے بیٹے یزید کی دلی ہمدی کا خیال
مغروہ بن شعبہ نے دلایا تھا۔ لیکن اپنے مفاد کی خاطر معاویہ کے ذہن میں یہ خیال آنا تھا کہ
جم کے رہ گیا، لیکن اپنے بیٹے کی محبت میں۔ چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہننے کے لئے
اس نے دھونس دھکی دیا۔

غرض کہ ہر ممکنہ ذرا کیا۔ شیخ معاویہ کے اس
اقدام کے جو اذیاد پر کسی علمی بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک خود معاویہ
کھلے غاصب تھے۔ انھیں نہ اسلام سے دلچسپی تھی اور نہ انسانیت سے کوئی لگاؤ انہیں تو
اپنی بادشاہت کا شہ تھا۔ البتہ فقہاء و علماء اہل سنت نے یزید کی دلی ہمدی کے جو اذیاد

عدم جواز پر پوری طول طویل گفتگو کی ہے لیکن علماء المسنّت بالعموم اسکے عدم جواز کے قائل ہیں اور معاویہ کے اس فعل کو درست نہیں سمجھتے لیکن چونکہ اسے صحابی سمجھتے ہیں لہذا حتی المقدور لپیٹا پوتی بھی کرتے ہیں چنانچہ موقوفہ محال غاصی تھو کہ غیر منہج جاتی ہے اپنی سنی حضرات میں کچھ ایسے بھی ہیں جو معاویہ کے احترام میں اس حد تک آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ یزید کی ولیمہ کی بابت کو ایک نیک کام قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ معاویہ نے یہ سب کچھ اسلام کی محبت میں کیا تھا۔

بعض علماء المسنّت ایسے بھی ہیں کہ جنہیں صحابہ زنام نہادوں سے زیادہ اسلام عزیز ہے لہذا وہ بغیر لپیٹا پوتی کے معاویہ کے اس فعل کو غلط قرار دیتے ہوئے اسے اسلام میں بکویت کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور خطائے اجتہادی کی اصطلاح سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ بیٹے کی محبت میں کیا گیا۔ ان دونوں میں سید قطب شہید (مصری) ڈاکٹر طاحین (مصری) اور مولانا مودودی جیسی جہانی پیچانی شخصیتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملکیت سے چند اقتباسات:

”یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتداء کسی صحیح جذبہ کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک مزید (میزر بن شعبہ) نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے دو سے بڑگ (حضرت معاویہ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اسے جو نزو مجرم دیا۔ اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں۔“

(خلافت و ملکیت)

”خلافت علیؑ مہندج النبوة کے بحال ہونے کی آخری صورت یہ باقی تھی کہ اگر حضرت امیر معاویہ اپنے بعد اس منصب پر کسی شخص کے ثمر کا معاملہ طے کرنا ضروری سمجھتے تھے تو مسلمانوں کے اہل علم ادب اہل خیر کو جمع کر کے انھیں آوازی کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے دیتے کہ ولی عہد کیلئے امت میں موزوں ترین آدمی کون ہے لیکن اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کے لئے خوف طمع کے ذرائع سے بیعت لے کر انھوں نے اس امکان کا بھی فائدہ نہ کر دیا۔۔۔

سب سے زیادہ حیرت مجھے اس استدلال پر ہے کہ جس سے یزید کی ولی عہدی کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن حضرات یہ تو مانتے ہیں کہ اس کا کارروائی سے بڑے

نتائج برآمد ہوئے۔ مگر وہ بیگم تھیں کہ حضرت معاویہ اگر یزید کو جانشین نامزد کر کے اپنی زندگی ہی میں اس کے لئے بیعت نہ لے لیتے تو ان کے لوہے لہانوں میں خانہ جنگی ہوتی اور تفرقہ چڑھتا۔ اور اسلامی ریاست کا ہی خاتمہ ہو جاتا۔ اس لئے ان بدترین نتائج کی بہ نسبت وہ نتائج کمتر رہے ہیں جو یزید کو ولی عہد بنانے سے رونما ہوئے تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر فی الواقع معاویہ کا خیال یہ تھا کہ ان کے لوہے لہانوں میں جانشینی کے لئے امت میں خانہ جنگی برپا نہ ہو اور اس بات پر وہ یہ ضرورت محسوس فرماتے تھے کہ اپنی زندگی ہی میں اس کا فیصلہ کر کے اپنے ولی عہد کے لئے بیعت لے لیں تو کیا وہ اس نہایت مبارک خیال کو عمل میں لانے کے لئے یہ صورت اختیار نہ فرما سکتے تھے کہ بقایائے صحابہ اور اکابرنا اعلیٰین کو جمع کرتے اور ان سے کہتے کہ میری جانشینی کے لئے ایک موزوں ترین آدمی کو میری زندگی ہی میں منتخب کر لو اور جس کو وہ لوگ منتخب کرتے اس کے حق میں سب سے بیعت لے لیتے ؟ اس طریقہ کار میں آخر کیا اڑانے تھا ؟ اگر ایسا معاویہ یہ راہ اختیار کرتے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ خانہ جنگی پھر بھی برپا ہوتی۔ اور فیصلہ روم پھر بھی حیرت آتا۔ اور اسلامی ریاست کا خاتمہ نہ ہوتا۔

خلافت و ملکیت

بعض وکلاء معاویہ و یزید اپنی بحث میں یہ دیکھ بھی اختیار کرتے ہیں کہ یزید بیکردار نہیں تھا اور باخلافت اٹھانے کی اہلیت رکھتا تھا۔ اور یزید زوی نہیں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو بیعت نامزد نہ کرتے۔ اب ہم اس کا جواب اکابر علماء اہلسنت دہان کے ہر فرقہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں) کی تحریروں سے دیتے ہیں۔ معاویہ کو طلعا میں شمار کئے جانیکے سبب نہ تو خلافت کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی اہل حجاب حل و عقد میں شمار کیا جاتا تھا، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "الفقار" میں یہ قول نقل کرتے ہیں۔

"جن لوگوں نے حضرت علی سے بیعت کی ہے وہ ان سے بہتر ہیں جنہوں نے نہیں کی۔ اور معاویہ کا شوریٰ میں کیا دخل ؟ وہ طلعا میں سے ہیں جن کے لئے خلافت جائز نہیں۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ جو شخص انتخابِ خلیفہ میں لڑنے دینے کا حق نہ رکھتا ہو وہ اپنے بڑے اور وہ بھی فاسق و فاجر اور نالائق بیٹے کو نامزد کرنے کا حق کہاں سے رکھتا ہوگا۔
شاہ دلی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سرالشاہدین میں لکھتے ہیں ”حسین علیہ السلام نے سب سے زیادہ سے انکار کیا، کیونکہ بزرگ فاسق، شرابی، ظالم اور بزدلی تھا۔“

مولانا امجد علی صاحب، شاگردِ رشید امام اہلسنت احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں۔
”بزرگ پلید فاسق و فاجر، مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت؟ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے محلے میں کیا دخل ہے، ہمارے وہ بھی شہزادے، وہ بھی شہزادے۔ ایسا کیونے والا مرد و خارجی، ناصبی اور مستحقِ جہنم ہے۔ یاں بزرگ کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہلسنت کے تین قول ہیں اور پہلے امامِ اعظم مہملک سکوت ہے، یعنی اسے فاسق و فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔“

(بہارِ شریعت - جلد اول)

بریلوی اور دیوبندی دونوں کہتے ہیں کہ علماء اہلسنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بزرگ فاسق و فاجر تھا، لیکن اپنی سُنّتوں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو بزرگ کو بھی ایک اچھا اور قابلِ احترام مسلمان سمجھتے ہیں اور اگر کوئی بوجھے کہ اس کو تابعی کا سبب کیا ہے تو کہتے ہیں کہ دو روایتیں ہیں: ایک بلاذری کی ہے جس میں منقول ہے کہ معاویہ کا بیٹا من صالحي صلہ یعنی ان کے صالح اہل خانہ میں سے ہے اس کے رادی عبداللہ ابن عباس ہیں۔ یہ ایک گول مول سی ٹھٹھ ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دیاؤ بالا لپکے کی وجہ سے کی گئی۔ یہ روایت صاف صاف مصلحت آمیزی کا پتہ دے رہی ہے۔

عبداللہ ابن عباس کا کردار بھی ان باتوں سے مطابقت رکھتا ہے یہ وہی عبداللہ ابن عباس ہیں کہ بن پر لہرہ کی گورنری کے دوران عین کا الزام لگایا۔ اور یہ صاحب اس الزام کی صفائی پیش کرنے کی بجائے لہرہ کا بیٹے لال لے کر مکر بھاگ گئے۔ اور اپنے چچا زاد بھائی

امیر المومنین حضرت علیؑ کی بیعتوں میں اضافہ کر گئے۔ یہ اکثر معاویہ سے مالی منفعت حاصل کیا کرتے تھے۔ یہ نبوہاشم کے اُن چند لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے یزید کے مقابلے میں حسینؑ ابن علیؑ کی کوئی مدد نہیں کی۔

دوسری روایت ابن کثیر دمشقی کی ہے۔ یہ شخص نبوایہ کی حمایت میں مشہور ہے اسکے مطابق محمد بن حنفیہ نے فرمایا ”میں نے یزیدؑ کو نماز کا پابند اور غیر کا طالب پایادہ فقہ کے مسئلے پوچھتا ہے اور سنت کا پابند ہے۔ یہ محمد حنفیہ امام حسینؑ و امام حسنؑ کے مختلف بطن بھائی ہیں انکار و ہمیشہ سے حسنؑ حسینؑ کے ساتھ بیگانوں کا سارہا ہے عبداللہ بن عباسؑ کی طرح انہوں نے بھی یزیدؑ کے مقابلے میں امام حسینؑ کا عملاً ساتھ نہیں دیا۔ یہ کچھ عرصہ شام میں یزیدؑ کے پاس ٹہرے تھے، ممکن ہے انہوں نے جو بتایا وہی دیکھا ہو لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ایسے عالم میں کہ جب ہر طرف فسق و فجور کا چرچا تھا (جو کہ اربابِ صل و عقد کا مرکز تھا) کی ایک ممتاز شخصیت کے سامنے نماز کی پابندی اور سنت سے دلچسپی کا اظہار کیا صرف مصلحت کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور کون ایسا بے وقوف شخص ہو گا کہ ان حالات میں اور ایسی شخصیت کے سامنے اپنے فسق و فجور کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

تاریخ میں تو ہر طرح کی روایات کا انبار لگا ہوا ہے محض دو کمزوری روایتوں کی بنیاد پر یزیدؑ کو صالح و جوان اور خلافت کا اہل شخص کہنا کہاں کا انصاف ہے۔ یزیدؑ کے فسق و فجور کی گواہی دیتی ہوئی بہت سی روایتوں سے یہ کہہ کر صرف منظرِ کرنا کہ یہ مستند نہیں کھلی بددیانتی کے سوا اور کیا ہے! شیعہ تو یزیدؑ اور اس کے باپ معاویہ کے کھلے دشمن ہیں لیکن آخر علمائے اہلسنت کس وجہ سے یزیدؑ کو فاسق و فاجر کہنے پر متفق ہیں؟

اس سلسلے میں ایک اور حیران کن پہلو سامنے آتا ہے کہ بعض سنی علماء کہ جو یزیدؑ کے فسق و فجور کے قائل تھے اس وجہ سے پریشان ہوئے کہ معاویہ کو اس گناہِ عظیم سے کیسے بچائیں کہ انہوں نے اپنے فاسق بیٹے کو مسلمانوں کی گردن پر مسلط کر دیا تھا، چنانچہ انہوں نے اس بہانے میں پناہ تلاش کی کہ یزیدؑ کے اعلیٰ شیعہ معاویہ کے علم ہی میں نہ تھے۔ اس سلسلے میں سب سے دلچسپ گفتگو حمرن مکیؒ کی ہے یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اہل تشیعہ خلاف ایک کتاب

”صواعقِ عترت تحریر فرمائی ہے۔ اور ایک کتاب معاویہ کی شان میں تطہیر الجنائے کے نام سے بھی، اس کتاب کی ایک تفسیر یہ ملاحظہ فرمائیے۔

امیر معاویہ کے غلبہٴ محبت نے طائفہٴ برابرت کو کم کر دیا اور اس فاسق و فاجر اور بے دین کے ساتھ دوسرے لوگوں کو کبھی ہلاکت میں ڈال دیا لیکن قضا و قدر کی جو بات تھی وہ پوری ہو کے رہی نہیں آپ کی وہ ذہنی اور عقلی صلاحیت اور ضرب المثل مدبرانہ قیادت سلب کر لی گئی۔ اور ان کے لئے یہ بات مزین کر دی گئی کہ یزید نیکو کار اور اسخرف و خلل سے پاک ہے۔ یہ سب کچھ اس ارشادِ نبویؐ کے مطابق ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب اللہ کسی امر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو عقل والوں کی عقل چھین جاتی ہے حتیٰ کہ اللہ اپنے ارادے کا نفاذ فرمادیتا ہے۔ پس معاویہ نے جو کچھ یزید کے لئے کیا وہ اس میں معذور تھے یزید ان کے نزدیک اس میں کوئی نقص ثابت نہ تھا بلکہ اپنے والد کے پاس ایسے لوگوں کو گھسنا دیتا تھا جو ان کے سامنے اس کے کوائف کو اچھا بنا کر پیش کرتے۔ یہاں تک کہ وہ یقین کرنے لگتے کہ یزید صحابہ کرام کی وجہ ازاد سے افضل ہے۔ پس انہوں نے اس فضیلت کی تصریح کرتے ہوئے یزید کو ان سب پر ترجیح دی۔ اور یہ فضیلت کا تخیل ان لوگوں کا پیدا کردہ تھا۔ جو امیر معاویہ پر مسلط کئے گئے تھے تاکہ وہ یزید کی اس فضیلت کو خوشنمائی میں امیر معاویہ کا یزید کو دلی عہد منتخب کرنا اس بنا پر تھا کہ ان کے مکان میں لوگ یزید کی دلی عہد کی منسوختی کی وجہ نہیں بلکہ حسد و غیروہ کے ناپسند کرتے تھے۔“

(در ترجمہ تطہیر الجنائے)

دیکھتے معاویہ کی محبت نے کیا کیا کھلائے ہیں کس طرح قضا و قدر کے فیصلہ کو نافذ کیا گیا اور تم یہ کہ سب کچھ ارشادِ نبویؐ کے مطابق ہوا۔ اور پھر بالائے تم کہ اللہ کو اپنے ارادہ دیزید کی دلی عہد کی کو نافذ کرنا تھا لہذا معاویہ نے جو کچھ یزید کے لئے کیا وہ اس میں معذور تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صرف معاویہ ہی کیوں معذور تھے اس فلسفہ کے تحت تو یزید، ابن زیاد، شمر بن ذوالجوشن، اور دنیا کے ہر ظالم کو معذور دیکھنا چاہیے اور مسلمانوں کو اس جہنم کی آگ کو چھایا دینا چاہیے کہ جو ظالموں کا انتظار کر رہی ہے۔ اب صرف ایک صورت رہ جاتی ہے کہ معاویہ کی کوئی استثنائی حیثیت تھی یا رِغْوَدُ بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے

فرمایا کہ معاویہ اس وقت تک کوئی سنگین غلطی نہیں کرتا کہ جب تک میں اس کی عقل کو سلب نہ کروں۔

جبکہ یزید کا فسق و فجور ثابت ہے تو اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ معاویہ نے اس کی ولیمہ ہری کی بیعت دھونس، لالچ اور مکر و فریب سے لی ہو گی۔ کیونکہ عقل سلیم کا اتفاق انا ہے کہ ہم یہ بات تسلیم کریں کہ یہ بات ممکن نہیں ہے کہ اس زمانہ کا مسلمان ملاحین صحابہ و تابعین کی موجودگی میں بغیر کسی خوف و لالچ کے ایک فتنے کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔

جہاں یہ بات رنج و روش کی طرح عیاں ہے کہ معاویہ کی پہلی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو خلافت کے لئے نامزد کیا وہ ابی ایسے بیٹے کو کہ جسے مسلمان ایک استحقاق و جواز سمجھتے تھے اور پھر اس کی بیعت کے لئے دھونس، دھمکی، لالچ اور مکر و فریب سے کام لیا۔

معاویہ کی وفات

ربیع الثانی میں معاویہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مہینہ رجب کا تھا اس سلسلے میں ابن اثیر لکھتا ہے: ”ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال رجب کی پہلی کو ہوا۔ ایک روایت ہے کہ نصف رجب میں، اور ایک بیان ہے کہ رجب کے ختم ہونے سے ۸ روز قبل۔ اور پررخی طبری لکھتا ہے کہ ان کی وفات ۲۲ رجب الثانی جمعات دن دمشق میں ہوئی۔ عام طور سے مسلمان اسی تاریخ کو صیوم مانتے ہیں۔“

معاویہ کی موت کے وقت ان کی عمر کیا تھی؟ — اس میں بھی اختلاف ہے اور ۳۷، ۴۵، ۴۸، اور ۸۵ تک کی روایتیں ہیں۔

جب معاویہ کو اپنی زندگی کے دن پورے ہوتے نظر آتے تو انہوں نے یزید کو طلب کیا۔ اور کہا ”بیٹا میں نے تجھے مشقت سفر سے بچا لیا تے لئے دشمنوں کو رام کر لیا۔ تیرے لئے عرب کی گردنوں کو جھکا دیا۔ تیرے لئے میں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔“

مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو میرے لئے مستحکم ہو چکا ہے۔ قریش میں چار شخصیتوں کے سوا کوئی تجھ سے اس باب میں نزاع کرے گا حسین ابن علیؑ، عبداللہ ابن عمرؓ، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر۔ عبداللہ ابن عمر کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے، جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تو وہ تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ اور حسین ابن علیؑ کو لوگ جب تک خرچ پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑینگے۔ اگر وہ تجھ پر خرچ کریں اور توان پر قابو پا جائے تو درگزر کرنا۔ ان کو رسول اللہ سے قرابت قریبہ حاصل ہے۔ اور بہت بڑا خن رکھتے ہیں۔ پسہر ابو بکر وہ شخص ہے کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتے دیکھے گا دلیسا خود بھی کرے گا۔ اسے عورتوں اور بولوب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں ہے۔ ہاں جو شخص شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لوٹری کی طرح تجھے دھوکہ دے گا اور جب اُسے موقع ملے گا۔ حملہ کر دے گا۔ وہ ابن زبیر ہے، اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آجائے تو اس کے ٹکڑے اڑا دینا۔

طبری۔ ابن الاثیر۔ ابن کثیر۔ ۶۰ھ کے واقعات

وقت آخر خد بانی کیفیات

معاویہ نے اپنے گھردلوں سے کہا میری آنکھوں میں سرمہ لگا دو اور میرے سر میں تیل ڈال دو، لوگوں نے السباہی کیا، ان کے چہرے کو چمکنا کر دیا۔ پھر ان کے لئے فرش بچھا دیا۔ کہا مجھے تیکے سے لگا کر بٹھا دو، پھر کہا لوگوں کو بلالو۔ وہ کھڑے کھڑے سلام کریں کوئی بیٹھے نہیں۔ لوگ آتے اور کھڑے کھڑے سلام کرتے اور دیکھتے کہ وہ سُرمد لگاتے ہوئے ہیں تیل ڈلے ہوئے ہیں تو کہتے کہ ہم تو سنستے تھے کہ ان کا آخری وقت ہے یہ تو سب سے زیادہ تندرست ہیں۔ جب وہ سب چلے گئے تو معاویہ نے یہ شعر پڑھا۔

ہمیں نے دشمنوں کے لئے اتنی جرات کی ہے کہ ان کو دکھا دوں کہ

حادثاتِ زمانہ سے میں متزلزل نہیں ہوتا۔

طبری۔ ابن الاثیر

یعنی مرتے دم تک اس شخص کی سیاست اور مکاری ختم نہیں ہوتی۔ دُنیا سے جا رہا ہے، اور لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے کہ میں نہیں جا رہا ہوں۔

یہ بات تاریکوں میں واضح نہیں ہے کہ ان کا مرض الموت کیا تھا۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ آپ کو قنوطہ ہو گیا تھا اور آپ اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اللہ اس بندے پر رحم کرے جو میرے لئے صحت کی دعا کرتا ہے۔“

طبری لکھتا ہے آخری دن انہیں خون تھوکنے کا مرض لاحق ہوا اور اسی دن انتقال ہو گیا۔ اس مرض میں ان کی دو بیٹیاں انہیں کوٹ لوار ہی تھیں تو انہوں نے کہا تم اس شخص کو انٹ پلٹ کر رہی ہو جو دُنیا کے انٹ پلٹ کرنے میں استاد تھا۔ شباب سے لیکر بڑھاپے تک مال مجھے کرتا رہا۔ دوزخ میں نہ جائے تو۔ پھر ایک شعر پڑھا (طبری) ان کی بیٹیوں میں سے کسی نے یا کسی اور شخص نے کہا۔

”جہاں انسان موت کے نیچے میں آیا۔ میں نے دیکھا پھر کوئی تنوید

نفع نہیں کرتا۔“ (طبری - ابن الاثیر)

مؤرخ مسعودی لکھتا ہے کہ جب ان کا وقت قریب آ گیا اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور وہ صحت یاب ہونے سے مایوس ہو گئے۔ تو کہنے لگے۔

”اے کاش! میں حکومت کو ایک ساعت نہ دیکھتا اور نہ لذت میں

اپنی آنکھوں کو اندھا کرتا۔“ (مروج الذهب دوم)

طبری اور ابن الاثیر کی روایتوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جو تنوید کا تذکرہ کیا گیا محض محاورہ یا واقعی میں معاویہ نے کوئی تنوید پہنا تھا کہ جس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

لیکن علامہ راجب الصفہانی کی کتاب ”محاضرات“ میں یہ دلچسپ روایت درج ہے

جب معاویہ بیمار ہوئے تو ایک طبیب نے ان کو دیکھ کر تسکین دی اور کہا کہ تم اچھے

ہو جاؤ گے۔ چنانچہ وہ اچھے ہو گئے پھر دوبارہ علیل ہوئے تو ایک نصرانی ان کے پاس آیا اور

کہنے لگا میرے پاس ایسا تنوید ہے کہ جو شخص اسے پہنے اس کو شفا ہو جاتی ہے۔

معاویہ نے وہ تنوید لے کر گلے میں لٹکا لیا۔ اتفاقاً اس طبیب کا پھر گدڑا ہوا جو پہلے آیا تھا

اس نے معاویہ کو دیکھ کر کہا۔ ”یہ یقیناً مہرباں ہے۔ چنانچہ اسی رات کمران کا انتقال ہو گیا۔“

لوگوں نے طیب مذکور سے پوچھا کہ تم نے کیونکر جانا کہ یہ مہرباں ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین سے روایت کی گئی ہے کہ معاویہ اس وقت تک نہ مریں گے جب تک ان کے گلے میں صلیب نہ لٹکانی جائے گی۔ چنانچہ جو توندہ پہنے ہوئے تھے اس پر صلیب بنی ہوئی تھی اس لئے میں نے یقین کیا کہ وہ ضرور مر جائیں گے۔

معاذاتِ راعیہ اصفہانی

معاویہ کی منقبت

معاویہ کی منقبت میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے کہ جو سند کے اعلیٰ معیار تک پہنچے۔ سنن ترمذی میں دو حدیثیں ہیں کہ جن میں معاویہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا بند کلمات ہیں۔ ترمذی کے مطابق پہلی حدیث حسن ہے اور دوسری غریب۔ پہلی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

”اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا ہدایت پانے والا اور ہدایت کا ذریعہ

بنا۔“

دوسری حدیث:۔ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عمر بن خطاب نے عمر بن سعد کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ معاویہ کو گورنر بنا دیا تو کچھ لوگوں نے چرمی گوتیاں کھیں تو عمر بن سعد نے کہا۔

”معاویہ کا صرف بھلائی کے ساتھ ذکر کرو۔ کیونکہ میں نے نبی کریم کو ان کے متعلق

یہ دعا دینے سنا ہے کہ ”اے اللہ! اس کے ذریعہ ہدایت عطا فرما۔“

ان حدیثوں کا نہ تو سند کے اعتبار سے کوئی اعلیٰ معیار ہے اور نہ ان میں ایسی کوئی خاص بات ہے کہ جس سے معاویہ کی منقبت ظاہر ہوتی ہو۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے لئے باقاعدہ دعا کی ہوتی تو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق، نبی کی دعا تھی قبول ہونا چاہیے تھی۔

مگر معاویہ کی پوری زندگی دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ تھے یا ذلیلہ ہدایت۔
وہ تو گمراہی کے امام تھے۔ انہوں نے زندگی بھر دھوکہ دفریب کلام لے کر اپنی حکومت کو مستحکم کیا
خلیفۃ المسلمین سے زیادہ کون ہدایت یافتہ اور ذلیلہ ہدایت ہو سکتا ہے۔ لیکن صورتحال یہ ہے
کہ خود سنی مسلمان بھی انہیں خلیفہ راشد نہیں سمجھتے تو پھر جب وہ ہدایت یافتہ ہی نہیں تھے
تو ذلیلہ ہدایت کیسے بن سکتے ہیں لہذا یہ حدیث عقلاً بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

اگر بغرض محال انہیں صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ جیسے کسی بڑے
آدمی کو دیکھ کر منہ سے نکل جاتا کہ ”اللہ تجھے ہدایت دے“ اویہ دعا نہیں ہوتی بلکہ ایک کلمہ
ہے کہ جو محاورہ منہ سے نکل جاتا ہے.... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا پورا اہواز
تھا کہ بنو امیہ جنہوں نے مصیحتاً اسلام قبول کیا ہے ان کے بعد کیا کلمہ کہلا سکتے۔ آپ
اپنے ہجر کو شوش کے لئے بنی امیہ کی طرف سے دل میں بڑے خدشات رکھتے ہوں گے۔ اذ
آپ کو اس بات کا بھی اندازہ ہو گا کہ بنی امیہ کے سردار ابوسفیان کی اولاد میں یہی معاویہ
فتنہ ثابت ہو گا۔

بخاری اور مسلم میں تو معاویہ کی منقبت میں سب سے کوئی حدیث موجود ہی نہیں ہے
بخاری میں محض تہ کرہ ہے بخاری نے عنوان باب بھی ”ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ“ قائم کیا ہے
جب کہ دوسرے صحابہ کے مولے میں عنوان باب مناتب قائم کیا گیا ہے۔

امام نسائی کے بارے میں تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ انور میں دمشق
تشریف لے گئے۔ ان سے معاویہ کے فضائل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں
فرمایا کہ ”میں ان کے فضائل کی بیان کروں مجھے تو ان کی طرف بی فضیلت معلوم ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے کہا تھا کہ ”خدا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرے“
اہل دمشق نے امام نسائی کا بیان سن کر ان کے تعییبوں پر ضرب لگائی اور انہیں بری
طرح روند ڈالا چنانچہ اسی سبب سے ان کی وفات ہوئی۔

یہ حدیث کہ جس کا ذکر امام نسائی نے کیا ہے اسے امام مسلم نے صحیح مسلم شریف
میں درج کیا ہے۔ ————— حدیث :-

”ابن عباس فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ بخوی کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں دروازے کے چھچھپ گیا۔ لیکن آپ نے مجھے دیکھ لیا۔ اور جہاں میں چھپا ہوا تھا وہاں آگئے اور مجھ سے فرمایا کہ معاویہ کو بلا لاؤ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں گیا اور واپس آ کر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں، بخوڑی دیر بعد آپ نے پھر مجھے بھیجا اور میں نے واپس آ کر کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ اب کی بار رسول اللہ نے فرمایا ”لَا اَشْتَعُ اللّٰهُ بَطْنًا“ اللہ اس کا پیٹ نہ بھسکے۔“

امام مسلم نے اس حدیث کو اس باب میں نقل کیا ہے کہ جس میں انہوں نے رسول اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے۔

”اے اللہ! محمد ابلیش ہے اسے بعض دفعہ اسی طرح غصہ آتا ہے جس طرح دوسرے انسان کو آتا ہے اور میں نے تجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور تو عہد کچھ خلاف کبھی نہ کرتا کہ جس مومن کو میں کوئی اذیت دوں یا میرا بھلا کہوں یا کوئی چیز مانوں تو ان چیزوں کو اس کے لئے کفار بنالے اور قیامت کے دن اس چیز کو اس کے لئے اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے۔“ (صحیح مسلم جلد ۲)

یہ روایت بنیادی طور سے غلط ہے جس رسول کے لئے قرآن صاف الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ آپ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہیں وہ عام آدمی کی طرح (جیسا کہ کبھی بھی کسی) غصہ میں آکر بے خطا کسی مومن کو برا بھلا کہے گا یا مارے گا۔ ۹

امام مسلم نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے ”جس پر حضور لعنت کریں یا برا بھلا کہیں یا اس کے لئے بد دعا کریں اور وہ ان باتوں کا مستحق نہ ہو تو وہ بد دعا، لعنت وغیرہ سنا ہوں کی معافی اور اجر و رحمت کا سبب بنتی ہے۔“

مندرجہ بالا حدیث اور اس قول کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کا اطلاق معاویہ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بیحد حدیث میں معتب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مومن ہو اور معاویہ کا ایمان مومنین اور امیر المومنین حضرت علی کے نزدیک ظاہری تھا جیسا کہ آں جناب کے خطبات اور خطبات سے صاف ظاہر ہے۔ اب رہا یہ قول کہ جس میں معتب کے لئے

منہجِ نعمت و بردعا نہ پھرنے کی شرط ہے تو اس کا بھی جائزہ لے لیجئے۔ یہ بات بالکل صاف ہو چلتے گی۔

معاویہ کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچانے ان کے ماں باپ یا استاد بلاتے تو بھی ان کا فرض تھا کہ پہلی مرتبہ میں کھانا چھوڑ کر اٹھاتے۔ نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں اور وہ نہیں آتے۔ اللہ کا رسولؐ بارِ پیغام بھیجتا ہے، لیکن تعمیل نہیں ہوتی اسے صرف معاویہ کی بدتمیزی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہؐ پر دل سے ایمان ہی نہیں لائے تھے۔ کیونکہ کسی مومن صادق کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے پیارے نبیؐ کو لمحہ بھر کے لئے بھی رخصت انتظار سے بچنا چاہے معاویہ رسول اللہؐ کی بردعا کے سختی تھے، لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ ”اللہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے“ دُعا بن کے نہیں لگ سکتا۔ اگر اس کو بردعا بھی سمجھا جلتے تو بھی اس امر میں تو کوئی شکلاں نہیں کہ معاویہ کی حکم عروہ کی اور بدتمیزی کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غضبناک ہوتے جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ معاویہ زندگی بھر انتہائی بساؤری کے مرض میں مبتلا ہے۔ توح ابن اثیر لکھتا ہے کہ معاویہ نے دنیا اور آخرت میں اس دعا سے فائدہ اٹھایا۔ دنیا میں اس طرح کہ جب آپ امیر شام ہو گئے تو آپ دن میں سات بار کھانا کھاتے تھے۔ جسے ایک پیالہ میں لایا جاتا تھا، جس میں بہت سا گوشت اور پیاز ہوتی تھی اور سب سے پہلے بھی کھاتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں سیر نہیں ہوا۔ البتہ تنہک گیا ہوں۔ یہ ایک نعمتِ عورہ ہے جس میں سب بادشاہ رخصت رکھتے ہیں۔ اور آخرت میں اس طرح فائدہ اٹھایا کہ مسلم نے اس حدیث کا ایک اور حدیث سے پیچھا کیا ہے جسے بخاری نے کئی طریق سے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اے اللہ! میں ایک شیر ہوں پس جس بندہ کو میں نے برا بھلا کہا یا اسے کدے مارے یا اس پر بردعا کی اور وہ اس کا سختی نہ تھا تو تو اسے کفادہ اور اپنی قربت کا ذریعہ بنائے۔“ پس مسلم نے پہلی حدیث اور اس حدیث سے معاویہ کی فضیلت بیان کی ہے اور اس کے علاوہ انہوں نے کئی فضیلت بیان نہیں کی۔ (تاریخ ابن کثیر حصہ ہفتم عنوان ”معاویہ کے فضائل و مناقب“)

معاویہ کے فضائل کے سلسلہ میں حدیث کی کیفیت واضح ہو گئی کہ ترمذی نے ص ۲ حدیث بیان کی ہیں ایک حسن اور ایک عریب، بخاری نے سرے سے فضائل کا کوئی باب ہی قائم نہیں کیا۔ مسلم نے ایک حدیث پیش کی تو اسے منقبت کے بجائے منقصت کہا جلنے لگا۔ لیکن حلیان بنو امیہ نے موضوعہ رتروں اور اتوالی صحابہ کی اچھی خاصی تعداد جمع کر دی ہے جو کہ اپنے نفس مضمون ہی سے بھئی کہ خیر اور من گھڑت معلوم ہوتی ہے ملاحظہ فرمائیے:

مسیب بن واضح عن ابی اسحق الفزازی عن عبد المانک بن ابی سلیمان عن عطاء بن ابی رباح عن

ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت جبریلؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ کو سلام کہیے۔ اور انہیں کھلائی کی وصیت کیجیے۔ بلاشبہ وہ کتاب اور دینی پر اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں۔ پھر ابن عساکر نے اسے ایک اور طریق سے بحوالہ عبد الملک بن ابی سلیمان بیان کیا ہے۔ پھر اسے حضرت علیؑ اور جابر بن عبد اللہ کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کو اپنا کاتب بنانے کیلئے حضرت جبریلؑ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا انہیں کاتب بنا لیجئے۔ بلاشبہ وہ امین ہیں۔ لیکن ان دونوں کی طرف اسابند میں غرابت پائی جاتی ہے، پھر ابن عساکر نے حضرت علیؑ اور دیگر لوگوں سے اس بارے میں بہت سے غرائب بیان کئے ہیں

ر تاریخ ابن کثیر

ابو ہریرہؓ، انسؓ اور داؤد بن الاسقع کے طریق مرفوعاً یہاں کیا ہے کہ امین تھے ہیں جبریلؑ، میں اور معاویہ — اور یہ اپنے جمیع وجہ سے صحیح نہیں اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ امین سات ہیں قلم، لوح، اسرافیلؑ، میکائیلؑ، جبریلؑ، میں اور معاویہ — اور یہ پہلی حدیث سے بھی زیادہ منکر اور اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (رافض)

ابن عساکر نے اپنی اسناد سے بحوالہ لغیم بن حماد روایت کی ہے کہ محمد بن حرس نے بحوالہ ابوبکر بن ابی مریم بیان کیا کہ محمد بن زیاد نے بحوالہ عوف بن مالک استنجی ہم سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں یوحنا کے کلیسیا میں سویا ہوا تھا۔ ان دنوں وہ مسجد تھا اور اس میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ کہ اچانک میں اپنی غنیمت سے بیدار ہو گیا کہ دیکھتا ہوں کہ میرے آگے ایک شیر چل رہا ہے میں اپنے ہتھیار کی طرف لپکا تو شیر نے کہا ہر جا! مجھے تری طرف ایک پیغام دیکھ بھی گیا ہے تاکہ تو اسے پہنچا دے میں نے پوچھا تجھے کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے تری طرف بھیجا ہے تاکہ تو حضرت معاویہؓ تک سلام پہنچا دے اور انہیں بتا دے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں، میں نے اس سے کہا کہ معاویہ کون ہیں؟ اس نے کہا معاویہ بن ابی سفیان۔ (تاریخ ابن کثیر)

بعض سلف نے بیان کیا ہے کہ میں شام میں ایک پہاڑ پر تھا کہ اچانک میں نے ہاتھ کو کھینچا مٹنا کہ جس نے حضرت صدیق سے بغض رکھا وہ زندقہ ہے، جس نے حضرت عمرؓ سے بغض رکھا اسے جہنم کی طرف گروہ کی عودت میں لایا جائے گا۔ اور جس نے حضرت عثمانؓ سے بغض رکھا اس کا مد مقابل رحمن ہو گا۔ اور جس نے حضرت علیؓ سے بغض رکھا اسکے مد مقابل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے اور جس نے حضرت معاویہؓ سے بغض رکھا اسے پہاڑ بھڑکتے جہنم کی طرف ٹھسٹ کر لے جائیں گے اور اسے بھڑکتے ہادی میں پھینک دیں گے۔

اور بعض نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، علیؓ اور معاویہ بھی تھے۔ اچانک ایک شخص آگیا۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے عیب گیری کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں ان کی عیب گیری نہیں کرتا۔ بلکہ میں اس۔ یعنی معاویہؓ کی عیب گیری کرتا ہوں۔ آپ نے کہا تو ہلاک ہو گیا یہ میرا صحابی نہیں، آپ نے یہ بات تین بار کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیزہ لیا اور اسے حضرت معاویہؓ کو دیا اور فرمایا اسے اسکے سینے میں ٹھسٹ دو۔ اس نے اس نیزے سے مارا۔ میں بیدار ہو کر صبح سویرے اپنے گھر کی طرف گیا کہ دیکھتا ہوں کہ اس شخص کو حلق کا درد ہوا اور

دہ مرگیا اور وہ راشد کندی تھا (الفیاض)

میشام بن عمار نے بحوالہ یونس بن میسرہ بن حلیس بیان کیا ہے کہ وہ میان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا، آپ نے اپنے پیچھے ایک خطہ لٹکا کر بٹھلے ہوئے تھے اور آپ کی قمیض کے گریبان کو پوند لگے ہوئے تھے۔ اور آپ دمشق کے بازاروں میں چل پھر رہے تھے (الفیاض)

آپ کو سرکارِ دو عالم سے گہرا تعلق اور عشق تھا، ایک مرتبہ آپ کو پتہ چلا کہ لہرہ میں ایک شخص ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ آپ نے وہاں کے گورنر کو خط لکھا کہ تم فوراً اُسے عزت و اکرام کے ساتھ یہاں روانہ کر دو، چنانچہ اُسے عزت و اکرام کے ساتھ لایا گیا، آپ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس کی پیشانی پر پوسہ دیا۔ اور اس کو انعامات و خلعت سے نوازا۔

(معاویہ اور تاریخی حقائق از تقی عثمانی باب سوم)

ملاحظہ فرمائیے یہ حماقت کے پلندے !

کسی صاحب کو شیر نظر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شیر کے ذریعہ معاویہ کو سلام کہلاتا ہے۔ اللہ! کہاں معاویہ! اور کہاں یہ منزلت! کسی کو ہاتھ کی آواز سنائی دیتی ہے کہ معاویہ سے لعنہ رکھنے والے کو فرشتے جہنمی طرف نکسید کر لے جائیں گے۔ اور علی سے لعنہ رکھنے والے کے مد مقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر ہم پوچھتے ہیں کہ خود اُن دونوں کے درمیان کیا تھا؟ محبت یا عداوت! کیا اس بھڑنڈی کوشش کے ذریعہ معاویہ کے لعنہ علیؑ کو چھپایا جاسکتا ہے جو کہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

کسی کو خواب میں یہ نظر آتا ہے کہ رسول اللہ کے حکم سے معاویہ اپنے دشمن کو نذرہ مار رہے ہیں اور نذرہ مارا خواب میں اور راشد کندی حقیقت میں مر گیا۔ اس لئے کہ وہ معاویہ سے لعنہ رکھتا تھا۔

ایک صاحب کو دمشق کے بازار میں معاویہ کے گریبان میں پوند نظر آتا ہے۔

آج معاویہ کا ملنے والا لکھتا ہے کہ دیکھئے! وہ کتنی سادگی اختیار کرتے ہوئے تھے۔ حالانکہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ بات ان کی زندگی سے ذرا سی بھی مطابقت نہیں رکھتی۔ اس امر پر خود ان کی ساری زندگی گواہ ہے، حشم و خدم، محلات و دربار، خزانہ سب ہی کچھ تھا اس غاصب بادشاہ کے پاس اور یہ وہ تاریخی حقائق ہیں کہ جنہیں ایک کسی نے نہیں جھٹلایا، لیکن چونکہ اسکے نزدیک حقیقی جانشین رسولؐ علیؑ ابن ابیطالبؑ تھے کہ جن کا نفوذ و استغناء زبانِ زورِ عام تھا۔ لہذا مسلمانوں کے کسریٰ (قول عمرؓ کے مطابق) کی قیض پر ان بے وقوفوں نے پیوند گناہ ضروری سمجھا۔

اب آخری روایت پر غور کیجئے اور مردِ جینے کہ نبوتِ رسولؐ کا یہ عالم تھا کہ معاویہ کو کسی بدویں رسولؐ کی مشابہت کی اطلاع ملی تو بے چین ہو گئے اسے خط لکھ کر بلوایا اور اسکے احترام میں کھڑے ہو گئے اسے مالِ ذر دیا۔ لیکن رسولؐ کی اولاد کا ہمیشہ گلا کاٹا۔ گود کے پلے سے جنگ کی۔ آپ کے بڑے فرزند حسنؑ مجتبیٰؑ کو جو رسولؐ اللہؐ سے مشابہت بھی رکھتے تھے لیکن انہیں زہر دیا گیا، شہید کیا، تاکہ ان کے فاسق فرزند کیلئے خلافت کی راہ ہموار ہو سکے۔

یہ تو چند مثالیں تھیں ورنہ زندگی کا کون سا شعبہ ہے کہ جس میں معاویہ کو فضیلتوں کے اعلیٰ درجے تک نہ پہنچایا گیا ہو، جس میں ان کی فضیلتوں سے انکار ہے کہ جن کا تعلق دین سے یا اعلیٰ انسانی اقدار سے ہے، چنانچہ یہی ان کے سیاسی تدبیرِ حلم و بردباری اور سخاوت سے انکار نہیں ہے۔ لیکن یہ تینوں صفتیں بھی اعلیٰ انسانی اقدار کے لئے نہیں تھیں۔ یہ صرف اپنی ناجائز حکومت کو محفوظ اور حکمِ کرنیکی خاطر تھیں۔ جیسا کہ خود ان کے عمرانات سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

معاویہؓ امام حسن علیہ السلام کے ساتھ صلح کے بعد مدینہ آئے، مسجد نبویؐ میں جا کر منبر سے جو خطبہ دیا اسکے چند فقرے:

”ہذا کی قسم جب سے میں نے تمہاری امارت سنبھالی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری حکومت سے خوش نہیں ہو اور نہ اسے پسند کرتے ہو اور اس کے متعلق جو کچھ

تھائے دنوں میں ہے میں اسے بھی جانتا ہوں۔ لیکن میں نے تمہیں اپنی تلوار سے جلد ہی آلیا۔..... میں نے اپنے نفس کو اپنے راستے پر چلا دیا ہے جس میں منفعت ہے اور تمہارے لئے اس میں اسی قسم کی منفعت ہے۔ اور اس میں ہر ایک کے لئے جب تک سیر مستقیم اور اچھی اطاعت ہے، کھانے پینے کا اچھا سامان ہے..... اگر تم مجھے اپنے سارے حق کا پاسبان نہیں پاتے تو اس کے بعض سے مجھ سے رخصتی ہو جاؤ۔“

مدینہ آنیکے بعد معاویہ عاشر بنت عثمان کے گھر بھی گئے آئے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے میری بھتیجی! لوگوں نے میں ہمارے بادشاہی دیدی ہے۔ ہم نے ان کے لئے وہ حلیم ظاہر کیا جس کے نیچے غصہ ہے۔ اور انہوں نے ہمارے لئے اس اطاعت کا اظہار کیا۔ جس کے نیچے کینہ ہے۔ پس ہم نے اسکے بدلے اُن سے سوزا لیا ہے اور انہوں نے اس کا اسکے بدلے ہمارے ساتھ سوزا لیا ہے پس اگر ہم نے انہیں وہ چیز دی جو انہوں نے ہم سے نہیں حقدیدی تو وہ ہمارا حق دینے میں بخل کریں گے۔ اور ہمارے حق کا انکار کرنے والے ہوں گے۔

دنا بیخ ابن کثیر مشتم، مناقب معاویہ

ایک شخص نے معاویہ سے زبان درازی کی اور پھر اس میں بھی زیادتی کی۔ کبھی کہا اس میں بھی آپ حلیم سے کام لیتے ہیں معاویہ نے کہا میں اس وقت تک لوگوں کی زبان نہیں روکتا جب تک وہ میری بادشاہی میں روکاؤٹ نہ ڈالیں۔“

(طبری ۶۰ھ، ابن الاثیر ۶۰ھ۔ احوال و افعال معاویہ)

جہاں میرا اپنے کوڑے سے کام چل جاتا ہے وہاں میں اپنی تلوار استعمال نہیں کرتا اور جہاں میری زبان کام دیتی ہے وہاں میں اپنے کوڑے کو کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی تعلق قائم ہو تو میں اُسے لٹٹے نہیں دیتا۔ جب لوگ اسے کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں (لیقوی جلد ۲)

معاویہ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اہل حجاز میں بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کے اسلام کو بھی، لیکن انہوں نے مجبور کی کی اطاعت قبول کی ہے صرف یہی اہل امر لئے تھے اور انہی کو شوریٰ کا اختیار حاصل تھا لیکن معاویہ اہل شام اور بنو امیہ کی مدد سے بڑھ کر

مہاجرین و انصار پر سُلط ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ مسجد نبویؐ کی تقریر اور عائشہ بنت عثمان سے گفتگو میں معاویہ نے سب کچھ عیاں کر دیا۔ ان کی کیفیت کو خود ان کے اور اہل مدینہ کے جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ آپؐ نے دیکھ لیا کہ ان کے مشہور زمانہ 'علم و دُروہا' کے نیچے اہل مدینہ کے لئے نفرت اور فتنہ کے جذبات موجزن تھے۔۔۔۔۔ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان کا یہ 'علم و دُروہا' اعلیٰ انسانی اقدار کی خاطر نہ تھا بلکہ صرف حکومت کے استحکام کے لئے تھا۔ آپؐ صاف صاف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میں اس وقت تک لوگوں کی زبان نہیں روکتا جب تک کہ وہ میری بادشاہی میں روکاؤٹ نہ ڈالیں۔ ان کے جو دوسرا کبھی یہی عالم تھا کہ وہ اس سے مخالفین کے جذبات کو کھنڈا کرتے تھے لوگوں کے نفسوں کو خریدتے تھے، ان کے دہانہ و لہجہ کا سودا کرتے تھے۔ اور پھر حس کو جی جاتھا بے حساب عطا کرتے۔۔۔۔۔ یہ سب مطلق العنان بادشاہوں کے انداز ہیں۔ معاویہ کی سخاوت کو ایک انسانی خوبی صرف اس وقت تصور کیا جاسکتا تھا کہ وہ اپنی جیبیں اس سے یہ سخاوت دکھاتے۔ یہ سخاوت تو اس بات کا ایک اور کھلا ثبوت ہے کہ انہوں نے بیت المال کو اپنا ذاتی خزانہ سمجھ لیا تھا۔ دینہ خلیفہ کے لئے تو بہ لازم ہے کہ وہ اپنے حقیقی بھائی کو بھی اس کے حق سے زیادہ نہ دے۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے عقیل بن ابی طالبؑ کے ساتھ کیا۔

غور منکر معاویہ کی سیاست و تدبیر، 'علم و دُروہا' اور وجودِ سخی کی صفات سب انکی بادشاہت کے استحکام کے لئے تھیں نہ کہ اسلام اور انسانی اقدار کی خاطر۔ نہ تو ان کے عمل سے کبھی یہ ظاہر ہوا نہ ہی ان کے کسی قول سے۔ تاریخی گواہ ہے کہ انہوں نے اپنی ان صفات کو آشکار کرتے وقت کبھی اسلامی قول سے بات نہیں کی۔

معاویہ کے لئے ان روایات کو گھڑنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ علیؑ کے دشمنوں کو علیؑ میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی برائی نظر نہ آئی تو انہوں نے علیؑ کے سب سے گھٹیا سیاسی حریف کے بارے میں اس قسم کی روایتیں گھڑنا شروع کر دیں کہ جیسی حضرت علیؑ کی شان میں تھیں، لیکن ان بیوقوفوں نے یہ نہ سوچا کہ اس طرح کی روایات معاویہ کی کھلی زندگی سے عدم مطابقت رکھتا ہے۔ کتنی

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور معاویہ

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت کے چوتھے باب میں خلافت راشدہ سے ملوکیت تک کے سفر کی مرحلہ وار کیفیت بیان کرنے کے بعد آخری پیراگراف میں فرماتے ہیں۔

”اس طرح خلافت راشدہ کے نظام کا آخری اور قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا۔ خلافت کی جگہ شاہی خانوادے نے لے لی۔ اور مسلمانوں کو اس کے بعد سے آج تک پھر اپنی مرضی کی خلافت نصیب نہ ہو سکی۔ حضرت معاویہ کے حامد و مناتب اپنی جگہ پر ان کا شرفِ صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ انہی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھڑپ سے تلے جمع کیا۔ اور دنیا میں اسلام کے غلبہ کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔ ان پر جو شخص لمن ملن محروم ہے وہ بلاشعہ زیادتی کرتا ہے لیکن ان کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہو گا۔ اسے صحیح کہنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہم اپنے صحیح و غلط کے معیار کو خطے میں ڈال رہے ہیں۔“ (خلافت و ملوکیت)

یہ شرفِ صحابیت تو بیچاے اہلسنت کے لئے وبال بن گیا ہے۔ نہ اگلتے بن پڑتے نہ نکلتے۔۔۔ ایک شعر ملاحظہ ہو کہ

اس بزمِ سامری میں جہالت کا ذکر کیا خود علم کے حواس بھی رہتے نہیں بجا
بڑے بڑے علما بھی اس سحر سے نہیں نکل سکے۔ ایک طرف تو ایسے علم و دانش کے سبب غلط کو غلط کہنے پر مجبور، اور دوسری طرف اس نام نہاد شرفِ صحابیت کی لپا لپوتی پر مجبور۔ معاویہ کو مہٹری شیر بھی بنا دیا اور پھر کئی ان کا شرفِ صحابیت واجب الاحترام! — ان کے حامد و مناتب اپنی جگہ پر!

ذرا ایک منظر معاویہ کی مہتری شیٹ، ملاحظہ ہو، یہ وہ مہتری شیٹ ہے کہ جسے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت میں بڑی شدت کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

بدعت کا الزام

پہلی بدعت — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفاء کے زمانہ میں سنت یہ تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا تھا نہ مسلمان کافر کا۔ معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمانوں کا وارث قرار دے دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اگر اس بدعت کو ختم کیا

(خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

دوسری بدعت — دیت کے ملک میں بھی معاویہ نے سنت کو بدلی دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہدہ کی دیت مسلمان کے برابر ہوتی تھی۔ مگر معاویہ نے اسے نصف کر دیا۔ اور باقی خود لینا شروع کر دیا۔ (ایضاً ص ۱۷۳-۱۷۴)

تیسری بدعت — مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے احکام کی صریح خلاف ورزی کی۔ کتاب رست کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ میت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اس توج میں تقسیم ہونے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئے۔ لیکن معاویہ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے سونا، مچاندی ان کے لئے الگ نکال دیا جائے۔ پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ (ایضاً ص ۱۷۴)

ان بدعتوں کے علاوہ حید اور انتہائی سنگین الزامات

حضرت علیؓ پر سب و شتم — معاویہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام کورنر خطبوں میں بزرگتر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں

مہر رسول پر عین ردِ فتنہ نبویؐ کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتیں اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے منہ کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف ہے اور اس طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین اور خلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب علیؑ کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کی

ان الله ياء امة بالعدل والاحسان... الخ

(ایضاً ص ۱۷۴)

استلحاق زیاد — زیاد بن نمیر کا استلحاق بھی ان کے اخیال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی..... معاویہ نے زیاد کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد معاویہ کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت ہم پہنچا یا کہ زیاد انہیں کا ولد الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ بے دخل اخلاقی حیثیت سے جیسا کہ مکر وہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک سرخاں بھائی نہ تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف کہم موجود ہے کہ بچہ اس کلمے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا۔ اور زانی کے لئے گنہگار ہے۔ ”ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ نے اسی وجہ سے اپنے بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور پردہ فرمایا

(ایضاً ص ۱۷۵)

گورنروں کی زیادتیاں

حضرت معاویہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا۔ اور ان کی زیادتیوں پر شہ عی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

(ایضاً ص ۱۷۵)

آزادی اظہار رائے کا خاتمہ — دہلیلوہیت میں خیموں پر قفل
 چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تشریف لے گئے
 کھولو ورنہ چپ رہو اور اگر تمہارا ضمیر السیادہ دار ہے کہ تم حق کوئی سے باز نہیں رہ
 سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کھیلنے تیار ہو جاؤ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق
 بولنے اور غلط کارروائیوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری
 قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ (ایضاً ۱۶۳)

جہر بن عدی کا قتل — اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہ
 کے زمانہ میں حضرت جہر بن عدی کے قتل (۳۸ھ) سے ہوئی جو ایک نابالغ عابد کمالی
 اور صلحائے امت میں ایک ادنیٰ مرتبہ کے شخص تھے۔.... جب زیاد کی گورنری میں لبرہ
 کے ساتھ کو ذہبی شامل ہو گیا تو اس کے اور ان کے درمیان کشمکش برپا ہو گئی وہ خطبہ میں
 حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا۔ اور برا ٹھکرا س کا جواب بیٹے لگتے تھے۔ اسی دوران میں
 ایک مرتبہ انہوں نے نماز جمعہ میں تاخیر سے آئے تو کہا۔ آخر کما س نے انہیں اور ان کے باپ
 ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔.... اسطرح یہ ملزم حضرت معاویہ کے پاس بھیج دیئے گئے اور
 اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ قتل سے پہلے جلاؤں نے ان کے سامنے جو بات
 پیش کی وہ بیشک کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علیؑ سے برأت کا اظہار کرو اور ان پر لعنت
 بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور پھر کہا
 میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے آخر کار وہ اور ان کے
 (سات) ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں سے ایک صاحب عبد الرحمن بن حسان کو
 حضرت معاویہ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا۔ اور اس کو لکھا کہ انہیں بدترین طریقہ سے
 قتل کرو مچنانچہ اس نے انہیں زندہ دفن کر دیا (ایضاً ص ۱۶۴، ۱۶۵)

یزید کی ولی عہدی — یزید کی ولی عہدی کے لئے ابتدائی تحریک کسی
 صحیح جذبہ کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہ بن شعبہ) نے اپنے
 ذاتی مفاد کے لئے دوسرے بزرگ (حضرت معاویہ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز

کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں (ایضاً ۱۵۰)

معاویہ کی اس عہد شکنی شیخ پر دیوبندی حضرات نے بڑی لے لے کی خصوصاً مولانا تقی عثمانی (مفت شریعت کورٹ) نے اپنے رسالہ ”السلخ“ میں ایک ایک الزام کو رد کر کے کوشش کی، پھر اسکے جواب میں ملک غلام علی صاحب نے ”حسب شریعت کورٹ“ نے زبردست بحث کی۔ ادبیہ سلسلہ مدتوں چلا۔ یہ پوری بحث کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ ملک صاحب نے اپنی بحث میں معاویہ کے خلاف مولانا مودودی صاحب کے ایک ایک الزام کو درست ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا نود لگایا اور وہ لائقاً اس میں کامیاب ہوئے۔

معاویہ پر مولانا مودودی کے الزامات کی تفصیل پڑھنے کے بعد ہر شخص یہی کہے گا کہ وہ فائنل مکار، فریبی، جھوٹے، گواہی قبول کرنے والے بے غیرت، ظالم، بدعتی، قاتل، امام برحق کے خلاف تلوار کھینچنے والے، امام برحق اور رسول اللہ کے داماد اور بھائی پر مسجد میں برسرِ منبر تہرہ کرنے اور کروانے والے اور دین میں لگاؤ پیدا کرنے والے شخص تھے۔

اب ذرا ملاحظہ فرمائیے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی وہ عبارت رکہ جسے ہم اوپر درج کرتے ہیں، ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجئے کہ اس میں کتنا ہے کہ معاویہ کے حامد و مناد اب اپنی جگہ پر، ان کا شرفِ صحابیت بھی واجب الاحترام — ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اتنی طویل چارج سٹیٹس کہ جس نے معاویہ کو انتہائی فسق کے درجہ پر پہنچا دیا ہے) کے بعد بھی کچھ حامد و مناد باقی رہ جاتے ہیں کہ جن کا حوالہ مولانا موصوف نے دیا ہے۔ ولسیہ تو بڑے سے بڑے آدمی سے بھی کبھی کبھار کچھ ایسی باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں لیکن اس کی ذات کے لئے محامد و منادیت جیسی باعثِ توقیر لفظیں تو استعمال نہیں کی جاتی۔ اور یہ معاویہ کا ”شرفِ صحابیت“ کہ جو مودودی صاحب کے لئے واجب الاحترام ہے۔ معلوم نہیں ہے کیا بلا کہ جس میں مولانا جیسے بڑے لوگ بھی گرفتار ہوئے۔ ”شرفِ صحابیت“ تو اس لئے

قابل احترام ہے کہ وہ ایسے صحابی کوان اوصاف حمیدہ سے نوازا ہے کہ جو صحبت پیغمبر کا مزہ ہوتے ہیں۔ صحابی کہلانے کا مستحق تو وہی شخص ہے کہ جس میں پیغمبر کے اوصاف حسنہ کی جھلک ہو۔ اور اگر کسی صحابی میں رسول کے اخلاق کی سرے سے کوئی جھلک ہی نہ ہو تو وہ سرے سے واجب الاحترام بھی نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کی زندگی سے ایسے اعمال کا طبقہ ہوتا ہے کہ جو اسے انتہائے فسق تک پہنچائے تو یقیناً یہ شرف کسی درجہ میں بھی واجب الاحترام نہ ہوگا۔ بلکہ قابل لعنت ہوگا۔

مولانا مودودی نے معاویہ کے شرف صحابیت کے علاوہ دو ناقابل انکار خدمات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ایک خدمت یہ بتائی ہے کہ انہوں نے دوبارہ عالم اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ اور دوسری خدمت یہ کہ انہوں نے فتوحات کے دائرے کو وسیع کیا۔ جہاں تک پہلی خدمت کا تعلق ہے تو اس کا ہر اہم جناب امام حسن مجتبیٰ کے سرے کہ وہ جنگ کے کنارہ کش ہو گئے۔ جب امام حسن رضاکارانہ طور پر دست بردار ہو گئے تو پھر باقی کیا رہ گیا کہ جس کے لئے معاویہ نے کوشش کی۔ اور اس کے نتیجے میں مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع ہوئے۔

مولانا مودودی معاویہ کی فتوحات کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں اسلام کے غلبہ کا دائرہ اور وسیع کر دیا، اگر مولانا اسلام کے سچے مسلمان سمجھے تو بات صحیح ہوتی کہ تو کیا اسلام کا غلبہ تو خود مدبر عرب میں بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اب تو ملکیت کا غلبہ تھا۔ اور یہ بات تو مولانا مودودی کے خود ہی ثابت کی ہے۔

جہاں تو مثل دوسری عبادتوں کے ایک عبادت ہے۔ اس کے لئے بھی دوسری جہاد کی طرح نیت کا صحیح ہونا پہلی شرط ہے۔ معاویہ تو ملکیت کے ٹائٹل ہتھے۔ انہوں نے تو بیت المال کو ذاتی خزانہ سمجھ لیا تھا۔ (خود مولانا مودودی کے بقول) تو پھر فیصلہ کر لیجئے کہ ان کی نیت کیا تھی؟ اسلام کا غلبہ یا اپنے خزانے کا بھرتا۔

مولانا ملک غلام علی صاحب نے مودودی صاحب کی تیار کی ہوئی معاویہ کی ہٹری شیٹ کی بھرپور تائید کی ہے جو کہ کتابی شکل میں خلافت و ملکیت پر اعتراضات کا مجموعہ کے نام سے کی بارش

ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ بھی مودودی صاحب کی طرح اپنی اس کتاب کے آخر میں مودودیہ کے اعمالِ حسنہ کا کچھ ذکر کیا ہے یہ تقریباً وہی کچھ ہے کہ جو مولانا مودودی نے کہا ہے۔ لیکن اپنی کتاب کا اختتام ملکِ صاحب نے خالص دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

بہر حال میری گزارش کا مقصد یہ ہے کہ امیر مودودیہ کے بعض اعمال مثلاً آپ کا حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کرنا، ایزیدؑ کو دلی عہد بنانا، حضرت حجر کو قتل کرنا یہ ایسے کام ہیں جن کے بارے میں امت کا یہ اجماعی موقف نہیں ہے کہ یہ اجتہاد کے دائرے میں داخل ہیں جس پر شارع نے دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ اس کے بدلے صحیح تر موقف یہ ہے کہ امیر مودودیہ قبل از وفات اپنے ان افعال پر تائب و نادم ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے۔ اس لئے انشاء اللہ آخرت میں ان سے مواخذہ نہ ہوگا اور انہیں وہی درجات و مراتب حاصل ہونگے جو ان کے دوسرے اعمالِ حسنہ کا ثمرہ ہیں۔

اس تحریر کا سب سے دلچسپ جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا ہے سئلہ الشہادۃ سے مواخذہ نہ ہوگا؟ لیکن ملک صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے معاف کر دینے کی اطلاع ان تک کیسے پہنچی۔ اگر یہ بات قیاساً بھی گئی ہو تو پھر ہم ملک صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرتے کہ یہ بات تصورِ عمل کے خلاف ہے کہ قتل کئے جائیں حجر اور ان کے اصحاب اور قاتل کو معاف کرے اللہ تعالیٰ۔ اب ہم جنابِ حق بھری کے اس قول پر اس کتاب کا خاتمہ کرتے ہیں:

حضرت مودودیہ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی ارتکاب کرے تو وہ اس کے حق میں جہنم کا ایک حصہ بن جائے گا۔ ان کا اس مسئلہ پر تلوار سوت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لینا، دوسرے اپنے بیٹے کو جان لیوا بنانا، جو کہ شراب پیتا، ریشمی کپڑے پہنتا اور طور سے دل بہلاتا۔ تیسرے، زیادہ کو اپنے خاندان میں شامل کرنا، چوتھے ان کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینا۔ (داوید ہے حجر لہذا صلیب حجر کے لئے) (ابن الاثیر ۵۵۵ کے واقعات)

ختم شدہ

میں کافر ہوں، میں کافر ہوں، میں کافر ہوں تو کافر ہوں
ابو جہلؓ کا دشمن ہوں
ابو طالبؓ کا ذاکر ہوں
نبیؐ سے عشق کرتا ہوں، علیؑ سے پیار کرتا ہوں
نبیؐ زادی کے دشمن سے اذل بخوار رکھتا ہوں
ابوذرؓ جیسے چلتے تھے اُسی رہ کا مسافر ہوں
میں کافر ہوں، میں کافر ہوں، میں کافر ہوں تو کافر ہوں

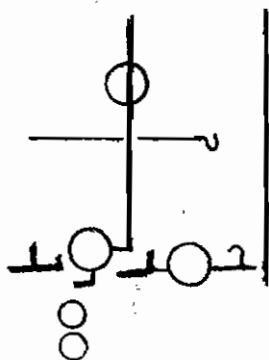
میرا منصب غلامی ہے درِ آلِ محمد کی
 اسی دلہیز پر تو عمر گزری ہے ابوجہد کی
 کوئی پل ہو کوئی لمحہ ہو، میں اس در پہ حاضر ہوں
 میں کافر ہوں میں کافر ہوں میں کافر ہوں تو کافر ہوں

میں عاشق ہوں علیؑ کا میرے سے جھلکتا ہے
 زمانہ مجھ سے جھلتا تھا زمانہ مجھ سے جھلتا ہے
 بہ باطن بھی ہی ہوں میں کہ میں جو کچھ نظر آتا ہے
 میں کافر ہوں میں کافر ہوں میں کافر ہوں تو کافر ہوں

ہو کچھ بھی غیر کی دستک پہ میرا در نہیں کھلتا
 علیؑ سے کفّ جس جو رکھتا ہے میں اس پر نہیں کھلتا
 علیؑ کا پانہ ہے والا ہے جو اس پر میں نظر آتا ہے
 میں کافر ہوں میں کافر ہوں میں کافر ہوں تو کافر ہوں

مجھے دُنیا ہے پیاری اور مجھے دُنیا بدلتا ہے
 مجھے معلوم ہے کس رہ سے بچنا کس پہ چلنا ہے
 تو اپنی راہ لگ، میں کب تیری رہ کا مسافر ہوں
 میں کافر ہوں، میں کافر ہوں، میں کافر ہوں تو کافر ہوں

نیکل کر دیکھ تجھ سے زمانہ وہ نہیں جو تھا
 ہر ایک لمحہ تغیر کا فسانہ، وہ نہیں جو تھا
 تو انسان کہنے کے لائق نہیں میں تو کافر ہوں
 میں کافر ہوں، میں کافر ہوں، میں کافر ہوں تو کافر ہوں



التاس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱[شیخ صدوق	۱۳) سید حسین عباس فرحت	۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲[علامہ مجلسی	۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی	۲۶) سید ممتاز حسین
۳[علامہ طاہر حسین	۱۵) سید نظام حسین زیدی	۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۴[علامہ سید علی نقی	۱۶) سیدہ زہرہ	۲۸) سید محمد علی
۵[بیگم و سید عابد علی رضوی	۱۷) سیدہ رضویہ طاہرہ	۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی	۱۸) سید نجم الحسن	۳۰) سید مظفر حسین
۷) بیگم و سید رضا احمد	۱۹) سید مبارک رضا	۳۱) سید باسط حسین نقوی
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی	۲۰) سید تنہیت حیدر نقوی	۳۲) غلام محی الدین
۹) بیگم و سید سلیم حسن	۲۱) بیگم و مرزا احمد ہاشم	۳۳) سید ناصر علی زیدی
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری	۲۲) سید باقر علی رضوی	۳۴) سید نور علی حیدر زیدی
۱۱) بیگم و سید نیاز حسین	۲۳) بیگم و سید باسط حسین	۳۵) ریاض الحق
۱۲) بیگم و مرزا اتو حیدر علی	۲۴) سید عرفان حیدر رضوی	۳۶) خورشید بیگم